हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या……………………
पुस्तक संख्या……………………
VOV
क्रम संख्या……………………

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

نگارستانِ چین نامم نخواهد شد مسرت لیک ∴ بنوک کلک رنگ آمیز نقشے می‌نگارم آخر

لسان الغیب

اُردو شرح دیوانِ حافظ یعنی مع مفصل سوانحِ عمری خواجہ حافظ

جلد دوم

از

مہر ولی اللہ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پلیڈر

کاشی رام پریس لاہور

۱۹۲۳ء

تعداد جلد ایک ہزار

بار دوم

لسان الغیب

یعنی
اردو شرح دیوان حافظ معہ مفصل سوانحعمری

سے ۲
جلد دوم

از

میر ولی اللہ۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل ایبٹ آباد

سنہ ۱۹۲۲ء

کاشی رام پریس لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل (۴۹)

روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست	۱	در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست
گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست	۲	چون من دریں دیار ہزاران غریب ہست
ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد	۳	لیکن امید وصل توام عنقریب ہست
در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست	۴	ہر جا کہ ہست پرتو روی حبیب ہست
آں جا کہ کار صومعہ را جلوہ میدہند	۵	ناقوس دیر و راہب و نام صلیب ہست
عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد	۶	ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(۷) فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیثی عجیب ہست (۷)

(۱) ترجمہ — تیرا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا اور ہزاروں تجھ پر عاشق ہیں تو ابھی غنچہ میں ہے اور صدہا بلبلیں تیری شیدا ہیں۔

رقیب — پاسبان، نگہبان — دو آدمی جو ایک ہی معشوق پر عاشق ہوں ایک دوسرے کا رقیب کہلاتا ہے کیونکہ ایک دوسرے کی معشوق کی حفاظت کرتا ہے۔ شعر نہایت اعلیٰ ہے اور خواجہ صاحب کے مشہور ترین شعروں میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شاہد حقیقی اگرچہ پنہاں ہے اور ہزار پردہ میں ہے۔ مگر اس کے عاشق بیشمار ہیں۔ پہلے مصرعہ میں جو مضمون ہے وہی بطریق تشبیہ دوسرے مصرعہ میں بیان ہوا ہے۔

محبوب حقیقی
اور حجاب

شیخ فخرالدین عراقی نے لمعات میں لکھا ہے کہ "محبوب ہفتاد ہزار حجاب از نور و ظلمت بر آں بر روی فرو گذاشتہ تا محب خو کند و اندک اندک پس پردہ او را ببیند تا چوں دیدہ آشنا شود و عشق سلسلہ شوق بجنباند بمدد عشق بتدریج حجابہا یگان یگان فرو گشاید آنگاہ پرتو جلال غیرت موہوم را بسوزد" (لمعہ ہیجدہم)

یہ پردہ رخ شاہد حقیقی پر ضروری تھا۔ کیونکہ عاشق مست بے پردہ ذات کی تاب لا سکتے تھے۔ امیر مینائی فرماتے ہیں

پردہ میں تم ہو اس پہ یہ عالم ہے حسن کا
کلیم غش کر گئے جھلک پہ نہ ہوش آتا
پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا ہو
ہوتی ہے خبر کہ وہ متوجہ بحجاب تھا

جبرائیل جیسے مقرب فرشتے بھی اس کے بے حجاب مشاہدہ کی تاب نہیں لا سکتے۔

اگر یک سر مو برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

(۲) ترجمہ۔ اگر میں تیرے کوچہ میں آیا تو چنداں عجب نہیں۔ مجھ جیسا اس ملک میں ہزاروں مسافر ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ کوئی معشوق میں مجھ جیسے ہزاروں اور موجود ہیں۔ صرف میں ہی نہیں۔ یعنی تیرے عاشق ہونے پر کیا تعجب ہے مجھ جیسے ہزاروں اور ہیں [illegible] اس سلسلہ میں بھی مجھ جیسے اور [illegible] کے شہر میں بھی مسافر [illegible]

(۳) ترجمہ۔ ہر چند میں تجھ سے دور ہوں (خدا کرے کہ تجھ سے کوئی دور نہ ہو) لیکن تیرے وصل کی امید مجھے نزدیک ہے۔
دعائیہ جملہ الگ کر کے یہ معنی ہوتے کہ اگرچہ میں تجھ سے دور ہوں لیکن عنقریب وصال حاصل ہونے کی امید ہے۔ اپنے دور ہونے کا ذکر کر کے ساتھ ہی دعا بھی دی ہے۔ کہ خدا کسی کو تجھ سے دور نہ کرے۔

(۴) ترجمہ۔ عشق میں خانقاہ و خرابات کی شرط نہیں۔ جو جگہ ہو وہاں معشوق کے چہرہ کا پرتو ہے۔
مذہبی تعصب کو چھوڑ کر خواجہ صاحب ہمہ اوست کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ عاشق خدا کے لئے مقام کی کوئی قید نہیں اسے خرابات اور خانقاہ کی تمیز منظور نہیں۔ جہاں ہوگا۔ حبیب کا جلوہ نظر آئیگا۔ اگر عبادت اخلاص سے ہو اور معبود حقیقی کی عبادت ہو۔ تو جس جگہ ہو قبول ہوگی۔ صوفیائے کرام کے نزدیک تو معبود چونکہ صرف ایک ہی ہے اور اسکے سوا کچھ موجود نہیں اسلئے ہر معبود کی عبادت اسی معبود حقیقی کی عبادت ہے۔ حتیٰ کہ عابد و معبود کی تفریق بھی مٹ جاتی ہے۔

در حقیقت نسبت عاشق و معشوق یکیست
یک چراغ است درین خانہ کہ از پرتو آن
بوالفضولان صنم و برہمنے ساختہ اند
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۳ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (بقرہ) یعنی جس طرف تم منہ کرو اسی کی طرف ہے)

(۵) ترجمہ۔ جس جگہ کہ صومعہ کے کاروبار کو رونق بخشتا ہے۔ ناقوس و دیر و راہب و صلیب کا نام ہوتا ہے۔
صومعہ۔ عبادت خانہ ترسایان و نصاریٰ۔ گرجا۔ مجازاً عبادت خانہ اہل اسلام کو بھی کہتے ہیں۔
ناقوس۔ خرمہرہ کلاں۔ سنکھ جو ہندو اور ترسا بوقت عبادت بجاتے ہیں۔ یا وہ گھنٹہ جو ترسا کلیسا میں چھت سے لٹکاتے اور عبادت کے وقت بجاتے ہیں۔ دیر۔ عبادت خانہ ترسایان۔ راہب۔ پارسا و عابد ترسایان جو اکثر

کمر یا ہاتھ میں زنجیر رکھتے ہیں۔ **صلیب**۔ وہ لکڑی جو ترسا زنار میں باندھتے ہیں فارسی میں چلیپا کہتے ہیں اسکی شکل یہ ہے

(+) وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو طرطوس نام ایک شخص جو حضرت عیسیٰؑ کا ہم شکل تھا۔ اسے سولی دیگئی اس واقعہ کی یادگار میں شکل دار و عیسیٰ لکڑی کی تراش کر لٹکانے لگے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ جب وہ محبوب حقیقی گرجا میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تو اس کے عابدوں کو راہب معبد کو صومعہ اور صدائے عبادت کو ناقوس کہتے ہیں۔ وہی معبود جب دوسری طرف رونق افزا ہوتا ہے۔ تو مسجد عابد اور اذان وغیرہ کا نام ہوتا ہے گویا صرف ناموں کا فرق ہے۔ حقیقت وہی ہے پچھلے شعر میں بھی یہی مضمون ہے بہتر ہوتا کہ اس شعر کے ساتھ ایک اور شعر مقابلہ میں مسجد عابد و اذان وغیرہ کے متعلق ہوتا۔ ممکن ہے اصل غزل میں ہو مروجہ نسخوں میں اس کے ساتھ اور کوئی مقابل شعر نہیں

ما ہمہ بندہ تسلیم شدے اہل تمیز	تحمیدہ شیخ زیبت و رہے ہمنے سا آنند	مظہر

(۶) ترجمہ۔ ایسا کون عاشق ہوا ہے۔ کہ محبوب نے اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اے خواجہ درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب موجود ہے

مطلب یہ ہے کہ اگر عاشق عاشق ہو تو ضرور معشوق اس کے حال پر توجہ کریگا جن عاشقوں کو عدم توجہ کی شکایت ہے وہ فی الحقیقت عاشق ہی نہیں ہیں خام خیال ہیں اس مضمون کو دوسرے مصرعہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ جس شخص کو درد ہی نہ ہو طبیب آکر کیا کریگا۔ پہلے درد دل پیدا کر۔ دوا خود مل جائیگی۔ اخلاص سے طلب حق کر۔ گوہر مقصود ہاتھ آجائیگا۔

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو در دل تو مہر حق چوں شد دو تو تشنہ مے نالد کہ کو آب گوار	کہ نہ معشوقش بود جویائے او بے گمان ہم ہست حق را مہر تو آب ہم نالد کہ کو آں آب خوار	(مولانا روم)
کاں لب خشکت گواہی میدہد خشکی لب ہست پیغامے ز آب ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او چوں نہادی در طلب پا اے پسر ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب عاقبت جوئندہ یابندہ بود	کو بآخر بر سر منبع رسد کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب چوں بجد اندر طلب بشتافت او یافتی و شد میسر بے خطر تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب۔ چونکہ در خدمت شتابندہ بود	(مولانا روم)

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د [illegible]

(۷) ترجمہ۔ حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول نہیں ہے۔ ایک نہایت نرالا قصہ اور عجیب بات ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ کا کلام بے ہودہ نہیں۔ معانی زر گوہر کا خزانہ ہے۔

غزل (۵۰)

ساقیا آمدن عید مبارک بادت ۱ وان مواعید که کردی مرواد از یادت
در شگفتم که درین مدت ایام فراق ۲ برگرفتی ز حریفان دل و دین میدادت
برسان بندگی دختر رز گو بدر آے ۳ که دم همت ما کرد ز بند آزادت
شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست ۴ جای غم باد مر آن دل که نخواهد شادت
چشم بد دور کزین تفرقه خوش باز آوردی ۵ طالع نامور و دولت مادرزادت
شکر ایزد که ازین باد خزان رخنه نیافت ۶ بوستان سمن و سرو و گل و شمشادت

(۷) حافظ از دست مده صحبت آں کشتی نوح
ورنہ طوفان حوادث ببرد بنیادت (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی عید کی آمد تجھے مبارک ہو۔ وہ وعدے جو تو نے کئے تھے تیری یاد سے نہ جائیں۔

مواعید۔ جمع میعاد بمعنی وعدہ کرنا۔ جائے وعدہ۔ وقت وعدہ۔ یعنی تیرا وعدہ تھا کہ رمضان گذرنے پر شراب ملیگی اب عید آگئی ہے اپنا وعدہ یاد کرو۔ اور جام شراب دو۔ عید اور مواعید میں صنعت تجنیس زائد ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں حیران ہوں کہ ایام ہجر کی اس مدت میں تو نے عاشقوں سے دل ہٹا لیا۔ حالانکہ وہ تو دین بھی دیتا تھا (دیتے تھے)

مصرعہ ثانی کی ترکیب قدرے مشکوک ہے۔ حریفان بصیغہ جمع اور میداد واحد ہے۔ مصرعہ ثانی کو اگر اس طرح پڑھا جائے کہ "بر شکستی ز حریف آن دل و دین میدادت" اور آں بمعنی او لیا جائے تو یہ معنی ہونگے۔ تو نے عاشق سے کنارہ کشی اختیار کی (رنجیدہ ہوا) حالانکہ وہ تجھے دل و دین دیتا تھا) دین کی بجائے اگر ایں پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ عاشقوں سے دل ہٹا لیا۔ حالانکہ وہ تجھے دل دیتا تھا (دیتے تھے)

(۳) ترجمہ۔ دختر رز کا سلام پوچھا اور کہو کہ باہر آئے کیونکہ ہمارے دم ہمت نے تجھے بند سے آزاد کر دیا ہے۔

دختر رز یعنی شراب کی طرف سے اسی جا کر سلام کہو کہ ہم نے تجھے بند مستوری اور قیود ظاہری سے رہائی بخشی ہے۔ باہر آجاؤ۔

(۴) ترجمہ۔ اہل مجلس کی خوشی تیری تشریف فرما ہونے میں ہے وہ دل مسکن غم ہو۔ جسے تیرا خوش رہنا پسند نہ ہو۔

یعنی اہل مجلس تیری تشریف آوری سے خوش ہو رہے ہیں۔ جو آدمی کہ تجھے شاد دیکھنا چاہتا ہے۔ خدا کرے کہ وہ تو دونا شاد رہے

(۵) ترجمہ۔ چشم بد دور اس فراق سے خوش واپس لایا طالع نامور اور دولت مادر زاد تجھے۔

یعنی بخت بیدار اور ازلی خوش نصیبی تجھ کو ایام ہجر کے بعد بخیر و عافیت واپس لائی۔ چشم بد دور!

(۶) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس باد خزاں سے نقصان پذیر نہ ہوا تیرا سمن و سرو و گل اور شمشاد کا باغ۔
رخنہ۔ سوراخ۔ عیب۔ فساد۔ نقصان۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ تیرے باغ حسن پر باد خزاں کا کچھ اثر نہ ہوا
معشوق کے بر و دوش کو سمن سے قد سہی کو سرو و شمشاد سے اور رخسار کو گل سے تشبیہ دیتے ہیں باد خزاں سے مراد حوادث ہجر و
تفرقہ یا حوادث زمانہ۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اس کشتی نوح کی صحبت کو ترک نہ کر۔ ورنہ طوفان حوادث تیری بنیاد اکھاڑ دیگا۔
کشتی نوح اور طوفان نوح کا واقعہ مشہور ہے۔ حوادث روزگار کو طوفان سے اور جام مے کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے۔
گویا حوادث روزگار سے محفوظ رہنے کا ذریعہ شراب ہے۔ دیکھو نمبر الف ۱ والف ۱۲ وت ۲۳ وت ۱۷ وت ۵۹ وت ۱۱

مے خور کہ ما بدامن [illegible] نوح تو دست طوفان غم اگر آید از شش جہت	[illegible]	آسایش جہان چو [illegible] نوح تو دست در بادہ گیر کشتی نوح تو ادست

غزل (۵۱)

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت ۱ دردہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت
وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم ۲ عمری کہ بی حضور صراحی و جام رفت
در تاب توبہ چند توان سوخت ہمچو عود ۳ می دہ کہ عمر در سر سودای خام رفت
مستم کن آنچنان کہ ندانم ز بیخودی ۴ در عرصہ خیال کہ آمد کدام رفت
بر بوی آنکہ جرعہ جامی بما رسد ۵ در مصطبہ دعای تو ہر صبح و شام رفت
دل را کہ مردہ بود حیاتی ز نو رسید ۶ تا بوئی از نسیم میش در مشام رفت
زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ ۷ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت
زاہد تو دان و خلوت تنہائی و نماز ۸ عشاق را حوالہ بعیش و مدام رفت

نقد دلی کہ بود مرا صرف بادہ شد ۹ قلب سیاہ بود از آن در حرام رفت

(۱۰) دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت
گم گشتہ کہ بادہ عشقش بکام رفت (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی شراب لا کہ ماہ رمضان گذر گیا۔ پیالہ دے کہ موسم ننگ و ناموس جاتا رہا۔ ماہ صیام کو موسم ناموس و نام کہا۔ کیونکہ اس مہینہ میں ہر شخص نام و ناموس کیلئے ضرور پرہیز کرتا ہے اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ دیکھو شعرت ۲

(۲) ترجمہ۔ وقت گرامی گذر گیا آ کہ قضا کریں۔ اس عمر کو جو بغیر حضور صراحی و جام کے گذری۔

قضا۔ حکم دینا۔ واجب و فرض کی ادائگی۔ وہ نماز جس کا معینہ وقت گذر گیا ہو۔ بعدہٗ ادا کی جائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو وقت صراحی اور جام کے سوا گذرا وہ فضول گذرا اسکی تلافی کرنی چاہئے اور اب پچھلی کسر بھی نکالنی چاہئے۔ جسطرح نماز کا وقت گذر جانے پر نماز قضا کیجاتی ہے اور اکٹھی دو نمازیں پڑھ لی جاتی ہیں۔

(۳) ترجمہ عود کی طرح توبہ کی تاب و تپش میں کب تک جلیں شراب دے کہ عمر اس سودائے خام کے خیال میں گذر گئی۔ یعنی توبہ ایک خیال خام ہے اور جب تک ہم توبہ کے پابند رہے عود کی طرح گویا آگ میں جلتے رہے شراب لا کہ اس توبہ سے سو توبہ ہے سودائے خام کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ مجھے ایسا مست کردے کہ بیخودی کی وجہ سے نہ جانوں خیال کے میدان میں کہ کون آیا اور کون گیا۔ یعنی مجھے ایسا مست اور بیخود کردے کہ کسی چیز کی مطلق خبر نہ رہے معشوق مطلق کے عشق میں ایسا محو ہو جاؤں کہ دنیا کی نیک و بد اور حوادث روزگار کی بالکل پرواہ نہ رہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس امید میں کہ جام مے کا ایک گھونٹ ہم تک پہنچے میخانہ میں ہر صبح و شام تجھ کو دعا دی جاتی ہے۔ ہر صبح و شام تجھے دعا دیتا ہوں اس خیال سے کہ شاید تو مہربان ہو کر ایک گھونٹ ہم کو بھی پلا دے۔

(۶) ترجمہ۔ دل کو جو مر چکا ہے از سر نو زندگی ملی جب کہ شراب کی خوشبو اسکے مشام میں پہنچی۔ اگر ضمیر شین راجع ہو دل نہ ہو تو دوسرے مصرعہ کے معنی ہونگے۔ کہ اس مے کی خوشبو یعنی معشوق کی محبت کی خوشبو مشام عاشق میں پہنچی

(۷) ترجمہ۔ زاہد کو غرور تھا اسلئے سلامتی سے راہ طے نہ کر سکا۔ رند نیاز کے راستہ سے بہشت میں پہنچ گیا۔ نہایت عالی خیال ہے اور نہایت خوبصورتی سے ادا کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ زاہد کو جو عبادت پر غرور تھا اور غرور خدا کو ناپسند

نہیں۔ اسلیئے زاہد منزل مقصود پر نہ پہنچ سکا۔ اسلیئے رند چونکہ اپنی بے [illegible] پر نادم تھا اور سراپا نیاز تھا۔ اور نیاز خدا کی درگاہ میں بہت عزیز ہے۔ اسلیئے وہ گویا نیاز کی رستے بہشت میں پہنچ گیا۔

[illegible] یکدم نالد از روی نیاز
به که عمری بی نیاز اندر نماز

مندرجہ ذیل دو اشعار بہی اسی مضمون پر ہیں۔

غره مشو که مرکب مردان راه را
در سنگلاخ بادیه پیها بریده اند
نومید هم مباش که رندان باده خوار
ناگه به یک خروش به منزل رسیده اند

دیکھا یہ بیت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے اپنی تمام عمر گناہوں میں گزار دی تہی اور [illegible] بداخلاقی۔ خودداری۔ شہوت پرستی وغیرہ تمام عیوب اسمیں موجود تہے۔ حضرت عیسیٰ کے پاس آیا اور اپنی غفلت اور گناہوں پر ندامت یا [illegible] شرمساری ظاہر کی۔ اور کہا کہ اگر میں بچپن میں ہی مرجاتا تو اچہا ہوتا۔ پھر خدا کی درگاہ میں دعا کی۔

[illegible]
[illegible] من آید بئس القرین

ادہر دوسری جانب سے ایک عابد پر غرور بہی آپہنچا اور اس گنہگار کو دیکہ کر [illegible] ہوا اور کہا کہ [illegible] نے کونسی نیکی کی ہے۔ کہ میری اور مسیح کی صحبت میں آیا ہے۔ یہ اس صحبت کے لائق نہیں۔ پھر دعا کی کہ۔

[illegible]
[illegible]

اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ہم نے ان دونوں کی دعاؤں کو قبول کرلیا ہے۔

که گر عالم است آن وگر بوالفضول
مرا دعوت هر دو آمد قبول
تبه کرده ایام برگشته روز
بنالید بر من بزاری و سوز
به بیچارگی هر که آید برم
نیندازمش ز آستان کرم
وگر عار دارد عبادت پرست
که در خلد با وی بود هم نشست
بگو ننگ از او در قیامت مدار
که آن را بجنت برند این به نار
که آن را جگر خون شد از سوز و درد
گر این تکیه بر طاعت خویش کرد

[illegible] شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

بر این آستان عجز و مسکینیت
به از طاعت و خویشتن بینیت
گناهگار اندیشناک از خدا
به از پارسای عبادت نما

اسی مضمون کیلئے دیکھو سورۃ ۳۴ رکوع ۱

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا یعنی خدا جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جاتی ہے اور جو زمین سے نکلتی ہے اور اس چیز کو جو آسمان سے اترتی ہے اور جو آسمان پر چڑھتی ہے مولانا حسین الواعظ کاشفی نے اس آیت کی تفسیر یہ کیا ہے کہ جو چیز آسمان پر چڑھتی ہے انہیں سے ایک نالہ تابان اور آہ مفلسان ہے جو بوقت سحر خلوت خانہ سینہ سے نکلکر درگاہ رحمت پناہ میں جاتی ہے امیر مینائی کا شعر ہے

کہدیں یہ زاہد سے کوئی جا کر کہ میری بخشش کا کیوں ہے کھٹکا	گناہ کرتا تو ہوں میں بیشک مگر مجھے انفعال بھی ہے

اسی مضمون پر ہے

زاہد کو گر عبادت و تقوی پہ گھمنڈ ہے	ہم کو بھی [illegible] پہ فخر ہے کیا

اسی مضمون پر خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں

مبین از نظر زاہد مرا کہ مفلس مسکین　　گناہ بیحد و طاعت بغایت مختصر دارد
چہ میدانی تو اے غافل کہ تنہا عاشق بیدل　　مراد خویشتن حاصل بیک آہ سحر دارد

(۸) ترجمہ۔ اے زاہد تو جا اور تیری خلوت تنہائی اور نیاز۔ عاشقوں کو تو عیش مدام حصہ میں آیا ہے۔

یعنی اے زاہد تو جان اور تیری عبادتیں۔ عاشقوں کو تو عشق محبوب میں دائمی عیش ملا ہے

(۹) ترجمہ۔ میرا نقد دل جسقدر تھا۔ صرف مے ہوا چونکہ قلب سیاہ تھا اسلئے حرام میں گیا

میرا دل جو نقدی میں صرف ہوا تو کیا ہوا وہ چونکہ زر ناقص سیاہ اور [illegible] تھا اسلئے اچھا صرف ہوا نقد دل کو قلب سیاہ اور بادہ کو حرام کہا ہے۔ لفظ قلب ذو معنین ہے (۱) دل (۲) ناخالص سکہ مطلب یہ کہ سیاہ دل کیلئے مے سے زیادہ موزوں صرف شراب ہی ہے اسلئے کہ ایسے ناخالص سکہ کو اسی طرح برباد کیا کرتے ہیں (سیاہ دل کا ایسے ہی اچھا علاج یہی اور کوئی نہیں)

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کو اور زیادہ نصیحت نہ کر کیونکہ راہ پر نہیں آتا وہ گمراہ جسکے منہ میں شراب عشق جا چکی ہو مطلب یہ کہ حافظ شراب عشق پی چکا اب کو وعظ و نصیحت سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ گم گشتگان محبت کبھی راہ پر نہیں آتے

عاشق آں کو شد ز پند و نصیحت نشود	درد عاشق نگرد و بدوا اے حکیم

عاشق کو گم گشتہ اسلئے کہا [illegible]
حقیقت یہی کہ وہ صراط المستقیم پر ہے ۔

غزل (۱۲۵)

صبا اگر گذرے افتدت بکشور دوست	۱	بیار نفحۂ از گیسوی معنبر دوست
بجان او کہ بشکرانہ جان برافشانم	۲	اگر بسوی من آری پیامی از بر دوست
وگر چنانچہ دران حضرتت نباشد بار	۳	برائی دیدہ بیاور غباری از در دوست
من گدا و تمنائی وصل او ہیہات	۴	مگر بخواب ببینم جمال منظر دوست
دل صنوبریم ہمچو بید لرزان ست	۵	ز حسرت قد و بالای چون صنوبر دوست
اگرچہ دوست بچیزے نخرد مارا	۶	بعالمی نفروشیم موئی از سر دوست

(۷)
چہ باشد ار شود از قید غم دلش آزاد
چو ہست حافظ مسکین غلام چاکر دوست
(۷)

(۱) ترجمہ ـ اے باد صبا اگر تیرا گذر معشوق کے شہر میں ہو۔ تو اس کے گیسوئے معنبر کی خوشبو لانا

نفحہ ـ بالفتح ـ بوئے خوش ـ معنبر ـ عنبریں ـ عنبر کی خوشبو والی

(۲) ترجمہ ـ اسکی جان کی قسم ہے ـ کہ شکرانہ میں جان قربان کرونگا اگر [illegible] کی طرف میرے پاس پیام لائے ـ
جان معشوق کی قسم ـ قسم ہمیشہ عزیز چیز کی کی جاتی ہے ـ عاشق کو جان دوست سے عزیز تر شے اور کوئی نہیں ـ ـ
دیکھو شعرت ۱۲/۲

(۳) ترجمہ ـ اگر اس دربار میں تجھے بار حاصل نہ ہو تو آنکھوں کیلئے در دوست کا غبار اڑا لا
اگر اس دربار کے اندر تو نہ جا سکے تو دروازہ کی خاک ہی غبار لے آنا کہ اسے سرمہ چشم بناؤں
معشوق کی حریم حرم میں ہوا کو بھی دخل نہیں ـ مولانا جامی فرماتے ہیں

چوں نشوم پیش تو محرم من محروم کہ نیست		باد را زہرہ احرام حریم حرمت

[illegible] وصل کی تمنا [illegible]
یعنی اسکو وصال کی تمنا مجھ جیسے ناچیز کی بساط سے باہر ہے افسوس! شاید خواب میں ہی اسکا دیدار حاصل ہو جائے
تو اچھا حافظ کہتے ہیں کہ اسکو وصال کی تمنا تو بے سود نظر آتی ہے مگر خواب میں ہی اگر اسکو دیکھ لوں تو تسکین خاطر حاصل ہو

دائم بہ سادہ چہرہ مجوز سشیدہ نگین   شوق طیران سکشتہ ارباب ہمم را

وصال سے مراد اگر مشاہدہ ذات لیجائے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ مشاہدہ انسان کیلئے بالکل ممکن نہیں اور اسکی امید —— خیال خام ہے و یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد اور اللہ تمکو اپنی نفس سے ڈراتا ہے کیونکہ وہ بندہ پر مہربان ہے مقدمۂ فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شفقت کی نظر سے بندوں کو متنبہ کردیا تاکہ وہ لوگ ایسی چیز میں عمر کو ضائع کریں جسکا حاصل ہونا ممکن نہیں یعنی مشاہدۂ ذات کی امید اور کوشش بیسود ہے اسلئے اسمیں عمر ضائع نہ کرو البتہ مشاہدہ ذات بذریعہ آئینہ صورت موجودات یعنی مشاہدہ بالمرآت ممکن ہے تعینات کے آئینہ میں یعنی موجودات میں تو حق کے مشاہدہ سے آدمی ذات باری کی صفات اور اسکی قدرت کا اندازہ کرسکتا ہے مگر یہ دیکھنا ایسا ہی ہے جیسا آئینہ میں دیکھنا اور انسان کی اسی پر مفتون کیا ہے

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہیں ہم شہود   ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

(۵) ترجمہ — میرا صنوبری دل بید لرزاں کی طرح (بید کیطرح لرزاں) معشوق کے قد دلجو کی تمنا میں ہر وقت ہے

دل صنوبری — صنوبر درخت چلغوزہ سرو کیطرح بلند اور سیدھا ہوتا ہے قد یار کو تشبیہ دیتے ہیں اس درخت کا پھل مخروطی شکل میں شاخوں سے آویزاں ہوتا ہے اور قلب انسان سے مشابہ ہوتا ہے اس لئے دل کو صنوبری کہتے ہیں چنانچہ نفائس اللغات میں لفظ دل کے مقابل لکھا ہے "عضویست صنوبری الشکل"

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرا صنوبری دل معشوق کے صنوبری قد کی دید کی تمنا میں ہر وقت بید لرزاں کیطرح لرزاں رہتا ہے ظاہر ہے کہ دل ہر وقت حرکت میں رہتا ہے مگر خواجہ صاحب نے اسکی متحرک رہنے کی اچھی بیان کی ہے حسن تعلیل ہے۔

(۶) ترجمہ — اگرچہ معشوق ہمکو کسی قیمت پر بھی نہیں خریدتا لیکن ہم اسکے سر کا ایک بال تمام جہان کے عوض بھی نہیں بیچتے۔ شاعر کو بتانا منظور ہے کہ اگرچہ دوست کی نظر میں ہماری کچھ قدر و منزلت نہیں تاہم ہماری نظر میں اسکا ایک موئے سر بھی تمام عالم سے زیادہ عزیز ہے — وجہ یہ ہے کہ

ترا بندہ از من بہ افتد بسے   مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے
خاک در تو بہ مملکت جم ندہم   موئے ترا بہر دو عالم ندہم

(۷) ترجمہ — کیا ہوگا اگر اسکا دل قید غم سے آزاد ہوجائے کیونکہ حافظ مسکین معشوق کا غلام اور چاکر ہے یعنی حافظ معشوق کا غلام ہے اگر اسکا دل معشوق کی چشم لطف کے ذریعہ قید غم سے آزاد ہوجائے تو کوئی بڑی بات نہیں

غزل (۵۳)

۱ غمش تا در دلم ماوا گرفته است سرم چون زلف او سودا گرفته است
۲ لب چون آتشش آب حیات است ازان آب آتشی در ما گرفته است
۳ ابای همتم عمریست کز جان هوای آن قد بالا گرفته است
۴ مشو هم عاشق بیچاره [illegible] که کار عاشقان بالا گرفته است
۵ چو ما در سایهٔ الطاف اوئیم چرا او سایه از ما وا گرفته است
۶ نسیم صبح عنبربوست امروز مگر یارم ره صحرا گرفته است
۷ ز دریای دو چشم گوهر اشک جهان در لولو لالا گرفته است

(۸) حدیث حافظ ای سرو سمن بو بوصف قد تو بالا گرفته است (۸)

(۱) ترجمہ - اسکے غم نے جب سے دل میں گھر کیا ہے میرا سر اسکی زلف کیطرح گرفتار سودا ہوگیا ہے

ماوا - جائے برگشتن - واپسی آنیکی جگہ - یعنی اپنا گھر - مکان - سودا - بمعنی سیاہ - مجنوں - پریشان :

یعنی جب سے میں اسکا عشق ہوا ہوں اسکی زلف پریشان کیطرح ہر وقت پریشان رہتا ہوں -

(۲) ترجمہ - اسکا آتش رنگ لب آبحیات ہے اس پانی سے ہمارے اندر آگ لگ گئی ہے

لب معشوق کو بوجہ سرخی لعل یا آتش سے تشبیہ دیتے ہیں اور بوجہ نزاکت لطافت اور آب و تاب کے پانی سے - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ معشوق کے لبوں کے بوسہ کی آرزو میں جو ہمارے لئے آبحیات کیطرح زندگی بخش ہے ہم ہمیشہ پا در آتش اور بیقرار رہتے ہیں + - شاعر ہمیشہ معشوق کے لب کو جان پرور اور حیات بخش کہتے ہیں اور آبحیات سے تشبیہ دیا کرتے ہیں مثلاً

جان سوده اند [illegible] چشمه حیات زان [illegible] لعلت نشسته اند

[illegible]

(۳) ترجمہ - میری ہمت کے [illegible] ہے یعنی کہ جان نے اس قد بالا کی آرزو اختیار کی ہے

یعنی میں روز الست سے ہی معشوق مطلق کی آرزو اور اشتیاق میں گرفتار ہو چکا ہوں تھا اور ہوا کی معنی ظاہر

ہوا۔ بمعنی (۱) باد ساکن۔ جوف فلک یعنی زمین و آسمان کے درمیان خالی جگہ (۳) آرزو و اشتیاق ہمت کو ہوا بنا کر اڑایا ہے۔ چند دنوں سے معروف پرواز ہے۔ مگر معشوق کے قد بالا کی رفعت کو اب تک نہیں پہنچا۔ انسان ہی صبح میثاق سے اشک محبوب حقیقی کی حقیقت کو سمجھنے کا آرزومند ہے۔ اسمیں کوشاں رہا ہے۔ مگر حق تو یہ ہے کہ اب تک حق معرفت حاصل نہ ہوا

(۴) ترجمہ۔ میں اسکے قد بلند پر عاشق ہوا ہوں۔ عاشقوں کے کاروبار عشق کو رفعت نصیب ہوئی ہے مطلب ہے کہ اسکے قد بلند کو عشق کرنے سے عاشقی کو بھی بلندی نصیب ہوئی ہے یعنی ترقی حاصل ہوئی ہے۔ مولانا شبلی جو تشبیہ ایسا ہی ذکر کرتے عالم بالا سے چنانچہ

مستعلی از قامت زیبای تو میگیرد سخن	پا تو گوئی از عالم بالا میگیرد

(۵) ترجمہ۔ جب ہم اس کے الطاف کے سایہ میں ہوں تو اسنے ہم کو سایہ کیوں اٹھا لیا ہے

(۶) ترجمہ۔ نسیم صبح آج عنبر کی خوشبو پھیلتی ہے۔ شاید میرے معشوق نے صحرا کا رستہ لیا ہے یعنی آج نسیم صبح معنبر ہے۔ شاید میرا معشوق صحرا کو گیا ہے اور وہاں سے نسیم نے زلف عنبرین سے خوشبو اڑائی ہے

(۷) ترجمہ۔ میری دو آنکھوں کے دریا سے گوہر اشک نے جہاں کو لولوئے لالا سے پر کر دیا۔

لولوئے لالا۔ آبدار موتی۔ لالا بمعنی درخشان و درخشان۔ اکثر لفظ لولو کے ساتھ بطور صفت واقع ہوتا ہے میری آنکھوں کے دریا سے آنسوؤں کے موتی اسقدر نکلے کہ تمام جہاں کو موتیوں سے بھر دیا یعنی میں اسقدر رویا کہ تمام جہاں کو تر آب کر دیا۔

طرفہ سانچا ہے غم و درد محبت جس سے (میر) ڈھلتے ہیں آٹھ پہر موتی سے آنسو دل میں

(۸) ترجمہ۔ اے چنبیلی کی خوشبو والے سر حافظ کے کلام کو تیرے قد کی تعریف میں بلندی حاصل ہوئی ہے یعنی اے معشوق تیرے قد بالا کی تعریف کرنے سے حافظ کے کلام کو مخلوق میں شہرت اور رفعت نصیب ہوئی ہے دیکھو شعر (۴) غزل ہذا

غزل (۱۴۵)

صبحدم مرغ چمن با گل نوخاستہ گفت	۱	ناز کم کن کہ درین باغ بسی چون تو شگفت
گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولے	۲	ہیچ عاشق سخن تلخ بمعشوق نگفت
گر طمع داری ازان جام مرصع می لعل	۳	در و یاقوت بنوک مژہ ات باید سفت
تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد	۴	ہر کہ خاک در میخانہ برخسارہ نرفت

در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا	۵	زلف سنبل بنسیم سحری می آشفت
گفتم ای مسند جم جام جہان بینت کو	۶	گفت افسوس کہ آن دولت بیدار بخفت
سخن عشق نہ آن ست کہ آید بزبان	۷	ساقیا می دہ و کوتاہ کن این گفت و شنفت

(۸) اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت
چہ کند سوز غم عشق نیارست نہفت (۸)

(۱) ترجمہ ۔ صبح کے وقت بلبل نے گل نوخاستہ کو کہا ۔ ناز نہ کر کہ اس باغ میں تجھ جیسے بہت پھول کھل چکے ہیں

مرغ چمن ۔ بلبل (نقاش نغمات) گل نوخاستہ ۔ وہ پھول جو ابھی کھلا ہے ۔ کم ۔ بمعنی اندک و بمعنی نفی

(۲) ترجمہ ۔ پھول ہنسا کہ ہم سچی بات سے ناراض نہیں ہوتے ۔ لیکن کبھی کسی عاشق نے معشوق سے تلخ بات نہیں کہی

(۳) ترجمہ ۔ اگر اس جام مرصع سے شراب سرخ کی آرزو ہے ۔ تو تجھے در و یاقوت پلکوں کی نوک سے پرونے چاہئیں ۔

مرصع ۔ صاد مشدد ۔ اسم مفعول از ترصیع ۔ از مادہ رصع ۔ بمعنی چسپیدن ۔ عام اصطلاح میں اس چیز کو کہتے ہیں جس پر زردوزی کے کام میں جواہرات جڑے جائیں ۔ جڑاؤ ۔ در ۔ موتی ۔ **یاقوت** ۔ جوہر مشہور ۔ سرخ زرد کبود اور سفید چار قسم کا ہوتا ہے ۔ **سفتن** ۔ پرونا ۔ بیندھنا ۔ سوراخ کرنا

مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے عشق میں کامیابی منظور ہے اور ساقی کے ہاتھ سے جام مے کی آرزو ہے تو تجھ کو مدت تک پلکوں سے موتی اور یاقوت پرونے پڑینگے ۔ یعنی لہو کے آنسو بہانے پڑینگے (در سے مراد اشک اور یاقوت سے مراد اشک خون)

(نوٹ) ۔ جام مرصع سے دہن معشوق بھی مراد لیجا سکتی ہے کیونکہ در دندان سے مرصع ہے اس صورت میں مے لعل سے مراد بوسہ لب لعل ہوگی ۔ یہ بھی ظاہر ہے ۔ کہ موتی اور یاقوت جیسی سخت چیز میں پلکوں سے سوراخ کرنا نہایت اعلی درجہ کی ریاضت مشقت اور محنت کا کام ہے اسلئے ساقی کوثر کے ہاتھ سے بھی جام مرصع میں شراب طہور کی امید صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ طالب میں ایثار اور ریاضت بدرجہ کمال ہو اور احکام الہی کی تعمیل میں ہر طرح کی تکلیفیں اور محنتیں برداشت کرنے پر تیار ہو

تصور میں [illegible] کر دیا گیا

[illegible] کر دیا گیا

(۴) ترجمہ ۔ اندک تو محبت اسکے دماغ میں نہیں پہنچیگی جسنے در میخانہ کی خاکروبی اپنے رخسار سے نہ کی ۔

اس شعر کا مطلب بھی وہی ہے، جو گذشتہ شعر کا ہے یعنی بغیر ریاضت۔ ایثار و محنت شانہ زلف محبوب [illegible]

عمر خیام کی طرز دیکھو

در دہر کسے بگلعذارے نرسید
تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید
در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نہ شد
دستش بسر زلف نگارے نرسید

(۵) ترجمہ۔ باغ ارم میں کل جب لطف ہوا سے۔ زلف سنبل نسیم سحری سے بکھر رہی تھی

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے مسند جم تیرا جام جہاں کیا ہوا۔ کہا افسوس کہ وہ بخت بیدار سو گیا

ارم۔ بکسر۔ نام شہر عاد۔ نام پدر عاد۔ بہشت شداد کا نام بھی ارم ہے۔ ارم کو آٹھواں بہشت سمجھنا غلط ہے۔ تاریخ بہجت العالم میں لکھا ہے کہ ارم شداد صنعا اور حضرموت کے درمیان واقع ہے اور بارہ فرسنگ مربع ہے (غیاث) جام جہاں بین کی تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف ۳۲۔ مسند۔ تکیہ گاہ بالش بزرگ۔ جم۔ نام بادشاہ جمشید۔ یہ لفظ مختلف موقعوں پر مختلف بادشاہوں کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ جہاں اسکے ساتھ خاتم نگین۔ آصف۔ ماہی۔ طیور وغیرہ کا ذکر ہو حضرت سلیمان علیہ السلام سے مراد ہوگی۔ جہاں سد آب حیات وغیرہ لوازم ہوں سکندر اعظم کیطرف اشارہ ہوگا اور جہاں بزم عشرت وغیرہ کی باتیں لفظ جم کا استعمال ہو وہاں جمشید سمجھنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ سنبل۔ گیاہ سیاہ خوشبودار۔ زلف کے تشبیہ دیتے ہیں اسکی ماہیت کے متعلق مختلف روایتیں ہیں

[illegible] نہیں اور دنیا کی بے ثباتی پر کچھ کہیں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ کل باغ ارم میں جب نسیم سحری سے سنبل کی زلف پریشان ہو رہی تھی۔ میں نے مسند شاہی (جو خالی پڑی تھی) سے پوچھا کہ تیرا جمشید اور اسکا جام جہاں بین یعنی تیرا بادشاہ اور اسکا جاہ و حشم [illegible] کہاں گئے افسوس سے کہا کہ مدت ہوئی کہ موت کی نیند سو گئے

اعتبر یا ایہا المغرور بالعز المدید
این شداد بن عاد صاحب القصر المشید

جام جہاں بین کو اگر آنکھ سے تشبیہ دیجائے تو لفظ سپید [illegible]

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
خزاں کے دن جو پھر دیکھا نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا تھا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

(۷) ترجمہ عشق کی باتیں ایسی نہیں ہیں جو زبان پر لائی جائیں اے ساقی شراب لا اور اس گفت و شنید کو بند کر

(۸) ترجمہ۔ حافظ کے آنسوؤں نے عقل اور صبر کو دریا میں ڈالدیا کیا کرے غم عشق کی سوزش کو نہیں چھپا سکتا۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ نتیجہ یہ ہوا کہ صبر اور ہوش جاتا رہا لیکن سوز عشق کو پنہاں رکھنے کی تاب بھی میں نہیں لا سکتا تھا اسلئے ڈالدیا

غزل (۵۵)

گر ز دست زلف مشکینت خطاے رفت رفت	۱	ور ز ہندوی شما بر ما جفاے رفت رفت
برق عشق ار خرمن پشمینہ پوشی سوخت سوخت	۲	جور شاہ کامران گر بر گداے رفت رفت
گر دلے از غمزۂ دلدار باری برد برد	۳	در میان جان و جانان ماجراے رفت رفت
در طریقت رنجش خاطر نباشد مے بیار	۴	ہر کدورت را کہ بینی چون صفاے رفت رفت
عشق بازی را تحمل باید اے دل پایدار	۵	گر ملالی بود بود و گر خطاے رفت رفت
از سخن چینان ملالتہا پدید آید ولے	۶	چون میان ہمنشینان ماجراے رفت رفت

(۷) عیب حافظ گو مکن واعظ کہ رفت از خانقاہ (۷)
پاے آزادان چہ بندی گر بجاے رفت رفت

(۱) ترجمہ۔ اگر تیری مشکین زلف کی جانب سے کوئی خطا ہوگئی تو ہوگئی۔ اور اگر تیری ہندو سے ہم پر کوئی جفا ہوگئی ہوگئی
یعنی تیری زلف مشکین نے اگر کوئی غلطی کی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسنے ہم پر کوئی ظلم کیا ہے تو کیا ہوا ہندو سے ہم لوگ بھی [illegible]

[illegible]

خطا ایک شہر کا نام بھی ہے۔ خطا اور ختن کے نافے مشہور ہیں لہذا رعایت زلف مشکین و خطا ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ برق عشق نے اگر کسی پشمینہ پوش کے خرمن کو جلا دیا تو جلا دیا کامران بادشاہ اگر کسی گدا پر ظلم کر بیٹھا تو کر دیا۔
یعنی اگر عشق کی بجلی نے کسی نام پشمینہ پوش کے خرمن ہستی کو آگ لگا دی تو کیا برا ہوا اور اگر کوئی منصور و مظفر بادشاہ کسی گدا پر کوئی جور کر بیٹھے تو کونسی بڑی بات ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر کوئی دل غمزۂ معشوق سے بازی لیگیا تو لیگیا جان و جاناں کے درمیان کوئی بات ہوگئی تو ہوگئی
عاشق کے دل کا غمزۂ معشوق سے بازی لیجانا تو مشکل ہے مگر خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ایسا ہو بھی گیا تو
جانے دو عاشق و معشوق کے درمیان نزاع ایسی [illegible] اچھی ہی باتیں ہیں

(۴) ترجمہ۔ طریقت میں رنجش خاطر (جائز) نہیں ہوتی۔ شراب لا۔ جو کدورت تو دیکھی جب صفائی ہوگئی تو دور ہوگئی

صفا۔ بفتح۔ پاک۔ بے غش اور بے کدورت ہونا۔ صاف اور صافی شراب صاف کو بھی کہتے ہیں۔

یعنی طریقت میں کدورت نہ چاہئے اور شراب دے تاکہ شراب صاف کا دور چلنے سے باہم صفائی ہوجائے صفا بمعنی صفائی

اگر کوئی کدورت ہو تو صفائی ہو جائے کدورت جاتی رہتی ہے یا یہ کہ کوئی کدورت ہے تو شراب صاف کا دور چلنے سے جاتی رہتی ہے

(۵) ترجمہ۔ اے دل عشقبازی میں تحمل ضروری ہے استقلال۔ کہ اگر کوئی بلا تھی تو تھی اور اگر غلطی ہوگئی تو ہوگئی۔

مطلب یہ ہے کہ اگر عشق بلا ہے تو اب تو نے یہ بلا اپنے گلے ڈال لی ہے۔ اور اگر عشق اختیار کرنا غلطی تھی تو اب یہ غلطی تجھ سے سرزد ہو چکی ہے اب سوائے تحمل اور استقلال کے کچھ چارہ نہیں۔ خواجہ صاحب ایک اور غزل میں فرماتے ہیں۔

ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال ۔ مرغ زیرک چون بدام افتد تحمل بایدش

(۶) ترجمہ۔ سخن چینوں سے بہت رنجیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن ہم نشینوں کے درمیان اگر کوئی بات ہوگئی تو ہوگئی

مطلب یہ ہے کہ دوستوں کے درمیان ذرا ذرا شکر رنجی کی باتیں ہو جاتی ہیں جن سے کسی قسم کی کوئی دوامی ملالت یا مستقل کدورت پیدا نہیں ہوتی البتہ سخن چین لوگوں کی شرارت سے کچھ نہ کچھ فساد ہو جاتا ہے

میان دو کس جنگ چون آتش است ۔ سخن چین بدبخت هیزم کش است
کنند این و آن خوش دگر باره دل ۔ وی اندر میان کوربخت و خجل
(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ زاہد حافظ کی عیب جوئی نہ کر کہ وہ خانقاہ سے چلا گیا آزاد کو کیوں باندھتا ہے اگر کہیں چلا گیا تو چلا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ کی خانقاہ سے نکل جانے یعنی طریق زہد کو ترک کرکے راہ محبت و عشق اختیار کرنے پر زاہدان ظاہر بیں اعتراض کرتے ہیں انکو کہو کہ وہ (حافظ) آزاد منش اور آزاد خیال آدمی ہے اگر ایک مقام سے نکل کر دوسرے جگہ چلا گیا تو تم اسکے پاؤں باندھ سکتے ہو

غزل (۵۶)

بکوی میکده هر سالکی که ره دانست ۱ دری دگر زدن اندیشهٔ تبه دانست
زمانه افسر رندی نداد جز بکسی ۲ که سرفرازی عالم درین کله دانست
بر آستانهٔ میخانه هر که یافت رهی ۳ ز فیض جام می اسرار خانقه دانست
هر آنکه راز دو عالم ز خط ساغر خواند ۴ رموز جام جم از نقش خاک ره دانست

۵ دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان
چرا کہ شیوۂ آن ترک دل سیہ دانست

۶ ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب
کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست

۷ ز جور کوکب طالع سحرگہان چشمم
چنان گریست کہ خورشید دید و مہ دانست

۸ خوش آن نظر کہ لب جام و روی ساقی را
ہلال یکشبہ و ماہ چاردہ دانست

۹ بلند مرتبہ شاہی کہ نہ رواق سپہر
نمونہ ز خم طاق بارگہ دانست

(۱۰) حدیث حافظ و ساغر کہ می‌زند پنہان
چہ جای محتسب و شحنہ پادشہ دانست (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ میخانہ کی کوچہ میں جس سالک نے راہ معلوم کر لیا پھر اسنے دوسرے دروازہ پر کھٹکھٹانا کو تباہ کن خیال جانا۔

مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے ایکدفعہ مئے عشق پیلیا اور کوئے محبت میں پاؤں رکھدیا اسکے نزدیک پھر معشوق کے بغیر دوسرے کے دروازہ پر جانا خطرناک اور تباہ کن ہے۔

(۲) ترجمہ۔ زمانہ رندی کا تاج سوائے اس آدمی کے کسیکو نہیں دیتا جس نے جہاں کی سرفرازی اسی کلاہ میں سمجھی۔

مطلب یہ ہے کہ عشقمیں صرف وہی آدمی کامیاب ہو سکتا ہے جسنے تمام دنیا کی راہ و رسم کو ترک کر کے اسی مسلک کو اختیار کیا اور اپنی عزت و سرفرازی اسی میں سمجھی۔

(۳) ترجمہ۔ جو آدمی کہ شراب خانہ کی آستان تک رستہ نکل گیا فیض جام سے خانقاہ کے اسرار کو معلوم کر لیا۔

یعنی شراب محبت خانقاہ کے اسرار سے واقف کر دیتی ہے اور بادۂ عشق خواجہ کو زاہد و صوفی کا راز دار بنا دیتی ہے [illegible]

مے قوت جسم و قوت جان است مرا
مے کاشف اسرار نہان است مرا (خیام)

عرفی نے اسی مضمون پر کہا ہے

شعار ملت اسلامیان بگذار اگر خواہی
کہ در دیر مغان آئی و اسرار نہان بینی

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے دونو جہان کا راز خط ساغر سے پڑھا اسنے جام جم کے اسرار کو نقش خاک راہ سے جانا۔

مطلب یہ ہے کہ سالک میں اسقدر کشف اسرار ہو گیا کہ وہ نقش خاک راہ سے بھی جام جم کی تمام اشیاءات کو سمجھ جاتا ہے یعنی اسکیلئے خاک بھی جام جم کا کام دیتی ہے یا یہ کہو کہ ہنوز جام جم کو وہ نقش خاک راہ کے برابر سمجھتا ہے یعنی اسکے نزدیک جام جم کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں وہ خود اسقدر روشن ضمیر ہو جاتا ہے کہ کسی جام جہاں نما کی ضرورت نہیں رہتی جام جم یہی ہے جام جہاں نما ہے لفظ جم جیسا کہ اسمیں لکھا جا چکا ہے دو شخصوں پر مستعمل ہے جمشید کیلئے استعمال ہوا جام جہاں بین عمر کیلئے دیکھو شعر الف۔ خواجہ صاحب نے خط ساغر کی کیفیت

یوں بیان فرماتی ہیں۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم	اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما

عاشقان حق کو جب یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر انکو مشاہدہ بالذات کی ضرورت نہیں رہتی عالم تعینات انکیلئے آئینہ جام جہاں نما کا کام دیتا ہے کیونکہ وہ اسی میں اسی نور محبوب کا جلوہ دیکھتے ہیں لیکن یہ مرتبہ ہر ایک کو نہیں ملتا بلکہ ہزاروں میں کسی کو یہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے۔

قرآن کہ مہین کلام خوانند او را	گہ گاہ نہ بر دوام خوانند او را	
در خط پیالہ آیتے روشن ہست	کاندر ہمہ جا مدام خوانند او را	(خیام)

(۵) ترجمہ میرے دل نے چشم ساقی سے جان کی پناہ مانگی کیونکہ وہ اس ترک سیہ دل کے شیوہ سے واقف تھا۔

ترک دل سیاہ - یعنی ترک سیاہ دل - ظالم - جفا جو ترک - مراد چشم معشوق سے - مطلب یہ ہے کہ میرے دل نے خود ہی معشوق کی آنکھوں سے جان کی پناہ مانگی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایسے ظالم سے درخواست کرنی بیہودہ ہے۔ چشم معشوق کو ترک کہا۔ کیونکہ اسکے پاس خنجر مژگان اور تیغ ابرو موجود ہے اور سیاہ دل اسواسطے کہا کہ مردم چشم بھی سیاہ ہے اور آنکھ خود سیاہ ہوتی ہے۔

(۶) ترجمہ - دیوانوں کی بندگی کے علاوہ ہم سے کچھ نہ ڈھونڈھ۔ کیونکہ ہمارے مذہب کے شیخ نے عقلمندی کو گناہ خیال کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مذہب عشق میں عاقل ہونا گناہ ہے۔ عشق میں شوق بے پرواہ چاہئے عقل کی جو پیچ اسکی راہ میں گنجائش نہیں ہم دیوانے عشق میں اور یہی عشق کی دیوانگی ہماری عبادت ہے۔ اس سے زیادہ [illegible] ترجیح پر عقل و عشق کیلئے دیکھو شعر الف۔

تو ترا باش کہ عشق [illegible]	[illegible] عشق [illegible]	
در معرض عشق بے محابا	عاجز شدہ عقل خیرہ ماندہ	(عرفی)

(۷) ترجمہ - نصیب کے ستارہ کی ظلم سے صبح کے وقت میری آنکھ - اتنی روئی کہ سورج دیکھا اور چاند جانا!

کوکب - ستارہ روشن و بزرگ - طالع - لغوی معنی باہر نکلنے والا - چڑھنے والا - اصطلاح منجمان میں وہ برج جو بوقت ولادت یا بوقت سوال افق مشرق پر نمودار ہو اور بارہ بروج کا اثر سعد و نحس میں علیحدہ علیحدہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بخت بد کے ہاتھوں میں اتنا رویا اور میری آنکھوں سے اتنا پانی آیا کہ آنکھیں بے نور ہو گئیں اور سورج بھی چاند کی طرح نظر آیا اور دنیا آنکھوں میں اسقدر تاریک ہو گئی کہ دن کو بھی رات سمجھا۔

ظاہر ہے کہ آنکھوں میں آنسو ہونیکی وجہ سے سورج اتنا منور اور روشن نظر نہیں آتا جتنا معمولی طور پر۔

(۸) ترجمہ - وہ آنکھیں کیسی خوش نصیب ہیں جنہوں نے لب جام اور روئے ساقی کو پہلی رات کا ہلال اور چودھویں کا چاند سمجھا

لب جام کو پہلی رات کا چاند اور ساقی کے چہرہ کو چودھویں رات کا چاند کہا۔ وجہ تشبیہ مشابہت صوری ہے۔

لب جام و روی ساقی اور ہلال و ماہ میں لف و نشر مرتب ہے

(۹) ترجمہ۔ وہ بادشاہ بلند مرتبہ والا ہے جسنے آسمان کے نو رواق کو۔ اپنی بارگاہ کے طاق کے خم کا نمونہ سمجھا۔

رواق۔ بکسر و بضم۔ سقف جو مکان کے سامنے بنایا جاتا ہے پیشگاہ خانہ جو دوسری منزل پر بنایا جاتا ہے۔

طاق۔ محراب دار دیوار۔ وہ بلند دروازہ جس کے اوپر نصف دائرہ کا خم ہوتا ہے۔

اگر مبالغہ سے کام نہ لیا جائے تو وہ بادشاہ جو نو آسمانوں کو اپنی طاق بارگاہ کے خم کا ایک حصہ سمجھتا ہو صرف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ یا محبوب خدا سے مراد ہو سکتی ہے جسنے ایک رات میں نو آسمانوں کو عبور کیا۔

یا استعارتاً اس عاشق حق کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے جسکی آنکھوں میں نو آسمان کی قدر و منزلت اور بساط و وقعت ہیچ ہے

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ اور اسکی پوشیدہ پوشیدہ شراب پینے کی بات محتسب اور شحنہ تو کیا بادشاہ تک کو معلوم ہے۔

شحنہ۔ بکسر۔ وہ آدمی جسکو بادشاہ انتظام کردہ بار اور سیاست رعایا کیلئے مقرر کرے کوتوال بھی کہتے ہیں۔

محتسب۔ ممنوعات شرعی سے روکنے والا اور حساب لینے والا اہلکار۔ اس شعر میں خواجہ صاحب نے اشارتاً دو باتوں کا اظہار کیا ہے۔ ایک کہ زاہدان پشمینہ پوش گرچہ بظاہر اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ مگر خلوت میں پیتے ہیں دوسرے کہ عام مشہور ہے کہ حافظ پوشیدہ پوشیدہ شراب پیتا ہے گویا اسے پیتا تو کسی نے دیکھا نہیں اور نہ پیتا ہے صرف لوگوں نے بہتان باندھ رکھا ہے

غزل (۵۷)

[illegible]	۱	[illegible] شمیم افتادہ است
چشم جادوی تو در عین سواد سحر ست	۲	این قدر ہست کہ این نسخہ سقیم افتادہ است
در خم زلف تو آن خال سیہ دانی چیست	۳	نقطۂ دودہ کہ در حلقہ جیم افتادہ است
سایہ سرو تو بر قالبم ای عیسی دم	۴	عکس روحیست کہ بر عظم رمیم افتادہ است
زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار	۵	چیست طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است
دل من در ہوس روی تو ای مونس جان	۶	خاک راہیست کہ در پای نسیم افتادہ است
ہمچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست	۷	از سر کوی تو زان رو کہ عظیم افتادہ است
آن کہ جز کعبہ مقامش نبد از یاد لبت	۸	بر در میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است
حافظ گم شدہ را با غمت ای جان عزیز	۹	اتحادیست کہ از عہد قدیم افتادہ است

(۱) **ترجمہ**۔ جب سے تیری زلف کا سر نسیم کے ہاتھ میں پڑا ہے۔ سودا زدہ دل غصہ سے دو نیم ہو گیا ہے۔

غصہ۔ اندوہ گلوگیر۔ اگرچہ عام محاورہ میں مطلق **خشم و قہر** کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ لفظ غصہ کے یہی معنی وہ خشم ہے جو کسی کے خوف سے ضبط کیا جاوے۔ یعنی قہر درویش بر جان درویش۔

یعنی جب سے تیری زلف باد نسیم کی وجہ سے پریشان ہونی شروع ہوئی ہے ہمارے دیوانہ دل کی حالت یہ ہے کہ وہ غصہ سے دو نیم ہو گیا ہے شکستگئ دل کے دو سبب ہیں ایک تو زلف کی پریشانی سے عاشق کے دل میں بھی پریشانی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ رشک کہ زلف معشوق غیر کے ہاتھ میں ہے یعنی نسیم کے ہاتھ میں، زلف کی پریشانی اور دل عاشق کی پریشانی کیلئے دیکھو شعر الف ۵۲ وغیرہ زلف و سودا کی رعایت ظاہر ہے

(۲) **ترجمہ**۔ تیری جادوگر آنکھ عین جادو کا مسودہ ہے صرف اتنا ہے۔ کہ یہ نسخہ بیمار واقعہ ہوا ہے

عین۔ بالکسر۔ زنان نوش چشم و بالفتح چشمہ آب۔ آفتاب۔ دینار زرسرخ۔ باراں۔ وہ بادل جو قبلہ کی طرف سے اٹھے۔ آنکھ برگزیدہ۔ ذات ہر شی کی۔ حقیقت وغیرہ وغیرہ۔ بعض کتابوں میں اس لفظ کے پچاس مختلف معنی لکھے گئے ہیں۔ **سواد** بفتح۔ سیاہی رنگ۔ حوالی شہر۔ نواحی۔ ملکہ۔ ذہن مسودہ۔ **نسخہ**۔ بضم۔ نوشتہ لکھا ہوا۔ پارہ کاغذ جس پر بیمار کیلئے ادویات کے نام لکھے جاتے ہیں نیز بمعنی کتاب۔ وہ ادویات جو بیماری کیلئے تجویز ہوں۔ سقیم بیمار۔ چیز ناقص

مطلب ہے کہ تیری آنکھ جادو کا ایک مسودہ ہے یعنی جادو کی ایک کتاب ہے مگر جادو کا یہ نسخہ بیمار واقع ہوا ہے چشم معشوق کو بیمار کہتے ہیں۔ مگر نسخہ ہی سقیم ہوا تو بیمار عشق کی خیر نہیں۔ ۔ ۔ الفاظ عین۔ سواد نسخہ۔ سقیم۔ چشم۔ جادو سحر کی رعایت ظاہر ہے

(۳) **ترجمہ**۔ تیری زلف کے خم میں وہ خال سیاہ تو جانتا ہی کیا ہے؟ نقطہ کاجل ہے۔ جو حلقہ جیم میں پڑا ہے

دودہ۔ یعنی دود چراغ۔ کاجل۔ سیاہی

خم زلف کو حلقۂ جیم سے تشبیہ دی ہے اور خال کو جیم کا نقطہ کہا ہے۔ زلف کے خم کو دیگر حروف تہجی سے بھی تشبیہ دیجاتی ہے جن میں خم ہو۔ مثلاً

لام نستعلیق کا ہے اس بت خوشخط کی زلف
ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اس لام کے

اسلام

مولانا جامی سر زلف کو دال سے تشبیہ دے کر لکھتے ہیں۔

[illegible]
[illegible]

(۴) **ترجمہ**۔ ای عیسیٰ کے دم والے تیرے سبزہ کا شاملے [illegible]

مطلب یہ ہے کہ اے مسیحا دم معشوق تیرا اسا میرے لئے جان بخش ہے۔ دم عیسیٰ یعنی قم باذن اللہ جس سے حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں صرف تیرے سیب [illegible] کی طرح تھا۔ مجھ میں جان اور روح معشوق کا دیا ہوا ہے

عظم رمیم قرآنی الفاظ ہیں۔ چنانچہ سورہ یٰسین میں ہے قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ۔ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ (کہا کون ہے جو زندہ کرے ہڈیوں کو جو پرانی اور بوسیدہ ہو گئی ہوں۔ کہو کہ ان کو زندہ کرتا ہے۔ وہ خدا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا۔)

احیائے روان مردگان را	بوئیت نفس مسیح مریم

(۵) ترجمہ۔ تیری مشکین زلف فردوس عارض کے گلشن میں۔ کیا ہے ایک مور ہے جو باغ جنت میں پھر رہا ہو

عارض معشوق کو باغ نعیم اور زلف پریشان کو طاؤس سے تشبیہ دی ہے جو باغ بہشت میں پھر رہا ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اے جان کے مونس تیرے چہرہ کی آرزو میں میرا دل۔ خاک راہ بن کر بادِ نسیم میں گرا پڑا ہے

بادِ نسیم کی راہ میں اسکو خاک نشین کہا ہے آرزو یہ ہے کہ شاید بادِ نسیم یار معشوق سے ہو کر آئی ہو اور اس کے عارض سے خوشبو لائی ہو جس سے مشام جان میں پہنچکر عاشق کیلئے موجب تسکین خاطر ہو دیکھو شعر الف ۳

عمری در قدم تو خاک گشتم	باشد که تو بر سرم نہی گام	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ گرد کیطرح میں جا سے نہیں اٹھ سکتا تیرے کوچہ سے۔ کیونکہ اسکی افتاد گراں ہے

یعنی میرا تن خاکی تیرے کوچہ میں اس گرانی سے گرا پڑا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا اور گرد کیطرح وہاں سے اڑکر دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔

نقش بیٹھا ہے مرا کوچۂ جانان میں اسیر	کیا گھسیاؤں کی طاقت کہ نہ چھٹنے مجھ کو

(۸) ترجمہ۔ وہ شخص جس کا کعبہ بغیر کوئی [illegible]

یعنی وہ آدمی جو ہر وقت معتکف کعبہ رہتا تھا اب تیرے ابروؤں کی یاد میں کعبہ کو چھوڑ کر میخانہ کو دروازہ پر مقیم ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سیکڑوں پارسا اور زاہد جو پہلے قیود شرع کے پابند اور آداب ظاہری کے مقید تھے وہ اب تیرے عشق میں ایسے دیوانے ہو گئے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک ۔ ع ۔ ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت

(۹) ترجمہ۔ اے جان عزیز تیرے عشق کے ساتھ حافظ گمراہ کو ایک اتحاد ہے۔ جو عہد قدیم سے قائم ہوا ہے

یعنی میں روز میثاق ہی سے تجھ پہ عاشق ہوں اور اتحاد قدیمی رکھتا ہوں گمشدہ اس واسطے کہا کہ قالوا بلیٰ کی بلا کے گئے ازل الی [illegible]

غزل (۵۸)

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست	۲	گفت ما را جلوۂ معشوق در این کار داشت

یار اگر ننشست با ما نیست جائی اعتراض	۳	بادشاہ کامراں بود از گدایاں عار داشت
عارفے کو سیر کرد اندر مقام نیستی	۴	مست شد چوں مستی از عالم اسرار داشت
در نمیگیرد نیاز و عجز ما با حسن دوست	۵	خرم آں کز نازنیناں بخت برخوردار داشت
خیز تا بر کلک آں نقاش جاں افشاں کنیم	۶	کیں ہمہ نقش عجب در گردش پرکار داشت
گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن	۷	شیخ صنعاں خرقہ رہن خانہ خمار داشت
وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر	۸	ذکر و تسبیح ملک در حلقہ زنار داشت

(۹) چشم حافظ زیر بام قصر آں حوری سرشت (۹)
شیوہ جنات تجری تحتہا الانہار داشت

(۱) ترجمہ۔ ایک بلبل کی چونچ میں ایک خوشرنگ پھول کی پتی تھی اور اس کے باوجود وہ عجیب نالہ ہائے زار کر رہی تھی

(۲) میں نے پوچھا کہ عین وصل میں یہ نالہ و فریاد کیا ہے؟ کہا کہ ہمکو جلوہ معشوق نے اس کام میں لگایا ہے

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ بلبل کی چونچ میں گل خوشرنگ موجود تھا اور پھر وہ نالہ ہائے زار میں مشغول تھی میں نے پوچھا کہ تجھے وصال معشوق حاصل ہو گیا ہے اب کس لئے فریاد کر رہی ہے تو اسنے جواب دیا کہ وصال ہی نے مجھے بیقرار کر رکھا ہے ان دو نو شعروں میں خواجہ صاحب نے ایک کیفیت بیان کی ہے جو عشق [illegible] وہ یہ ہے۔ کہ عین وصال میں بھی عاشق کو قرار نہیں ہوتا اور اسکی آتش تیز تر ہوتی جاتی ہے

اگر در عشق قرار بایستی [illegible]	در آرزوئے یار دگر [illegible]

میرزا بیدل نے بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے

محو یاریم و آرزو باقی ست	وصل ما انتظار را ماند

اسی مضمون پر ہے

غرض دو گونہ عذاب است جان مجنوں را	بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

رباعی ذیل بھی اسی مضمون میں ہے

من شمع جاں گدازم تو صبح دلکشائی	سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکت ایں چنینم دور آں چناں کہ گفتم	نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

شیخ علی حزیں نے بھی اسی کیفیت کا ذکر کیا ہے

دیروز حزیں از مئے وصلش دل و جان سوخت
امروز ز مخموری دیدار خرابم

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بھی اسی مضمون پر فرماتے ہیں

دلارام در بر دلارام جوی
لب از تشنگی خشک بر طرف جوی
نگویم که بر آب قادر نیند
که بر ساحل نیل مستسقی اند

مثنوی مولانا روم میں ہے کہ

گر [illegible] بی گناه
[illegible]
چون ننالد زار بی شکر و گله
افتد اندر هفت گردون غلغله
(از دفتر اول)

مولانا عبد العلی بحر العلوم ان اشعار کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "مرغ سے یہاں انسان کامل مراد ہے جب انسان کامل نالہ کرتا ہے زمین و آسمان میں جوش پیدا ہو جاتا ہے یہ نالہ حصول نعمت پر ہے نہ فوت نعمت پر کیونکہ انسان کامل کا مطلوب صرف مشاہدۂ حق ہے اور مشاہدۂ حق اسکو حاصل ہے اور اسی نالہ کی طرف خواجہ حافظ نے اس شعر گفتمش در عین وصل الخ میں اشارہ کیا ہے عاشق کے اس نالہ کا سبب یہ ہے کہ ذات حق کامل حقیقت کیساتھ مرئی اور مشہود نہیں ہوتی۔ اگرچہ بذریعہ تجلیات مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ [illegible] صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اسی قسم کا مشاہدہ تھا اور مشاہدہ بذریعہ تجلیات یا شہود اسمائی مفصل اور مکمل حاصل ہونا ممکن ہے چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب ایک تجلی کا مشاہدہ ہوتا ہے تو عاشق کو اس سے سیری نہیں ہوتی بلکہ اس سے زیادہ مانگتا ہے اسطرح زیادہ اور اور زیادہ کی خواہش رکھتا ہے اور ہمیشہ پیاسا رہتا ہے"

[illegible]
[illegible]

تحقیق۔ لسان [illegible] ہندوں ایک
[illegible]

بلبلی [illegible] در منقار داشت
[illegible] برگ و نوا خوش ناله‌های زار داشت
گفتمش در عین وصل این ناله و فریاد چیست
گفت ما را خوف [illegible] کس در این کار داشت

(۳) ترجمہ۔ اگر معشوق ہمارے ساتھ نہ بیٹھا تو اعتراض کا مقام نہیں کیونکہ وہ ایک ملک کا بادشاہ تھا اور ہم گدائے در تھے مطلب یہ ہے کہ معشوق کے مقابلہ میں ہماری کیا ہستی ہے کہ اسکی بے توجہی کی شکایت کریں کوئی گدا یہ نہیں کہہ سکتا کہ بادشاہ کیوں اسکے پاس نہ بیٹھا

(۴) ترجمہ۔ جب عارف نے مقام ہستی کی سیر کی تو مسرت پیدا ہوئی کہ عالم اسرار کی ہستی [illegible]
مقام ہستی پر اور مقام فنائی اللہ پر جو عارف اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ بالکل مستغنی ہو جاتے ہیں اور انکو اپنی ہستی کی کچھ خبر نہیں رہتی

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بی خبرانند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد
(سعدی)

(۵) ترجمہ۔ ہمارا عجز و نیاز حسن دوست پر کچھ اثر نہیں کرتا وہ شخص [illegible]
مطلب ہے کہ ہمارا عجز و نیاز تو معشوق پر کچھ اثر نہ کیا اور صرف عجز و نیاز سے فائدہ حاصل نہیں [illegible] پیدا کی چاہیے
اور معشوق کی عنایت ورنہ صرف کوشش کارگر نہیں ہوتی

(۶) ترجمہ۔ اٹھ کہ اس نقاش کی قلم پر جان قربان کریں جس کی پرکار کی گردش میں اسقدر عجیب و غریب نقش تھے
نقاش سے مراد صانع قدرت یعنی خداوند کریم ہے دنیا میں اسقدر نقاشی کی ہے۔ اور اسکی پرکار نے کیا کیا عجیب و غریب
صورتیں پیدا کی ہیں کہ اسکی اس حسن رقم قلم پر جان قربان کریں نقاش قدرت کے متعلق شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

[illegible]
[illegible]
از ان قطرہ لولوئے لالا کند
وزیں صورتے سرو بالا کند۔

[illegible]

[illegible]
جز او بصنع کہ آرد چو عیسی ابن مریم
جز او بلطف کہ ساند چو موسیٰ ز علق
کہ برفراز دہر بامداد مطلع صبح
کہ بر فروزد ہر شب بنفشہ صبح شفق
کہ پاشد از دم ابر بہمن لولو
کہ پوشد از اثر باد در چمن قرطق

مرزا غالب نے بھی اسی نقاش کے متعلق لکھا ہے

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

[illegible]
گردش پرکار [illegible] تشبیہ دیتے ہیں [illegible] اسقدر مختلف صورتیں پیدا [illegible]

[illegible]

(۷) ترجمہ۔ اگر تو عاشق کا مرید ہے تو بدنامی کی فکر نہ کر۔ شیخ صنعان نے خرقہ رہن میخانہ کیا تھا۔

شیخ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جنکے مریدوں کی تعداد [illegible] سو تھی۔ شیخ فریدالدین عطار بھی ان ہی مریدوں کے میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی بددعا سے وہ ایک عیسائی لڑکی پر عاشق ہو گئے اور اسلام کو ترک کر دیا آخر کار تائید غیبی نے پھر انکی دستگیری کی اور وہ دوبارہ مشرف باسلام ہوئے اور بیش از بیش فیض تقرب الٰہی سے بہرہ اندوز ہوئے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو کوئی عشق میں قدم رکھتا ہے تو نیک نامی اور بدنامی کی فکر کو چھوڑ دے اور یہ خیال نہ کر کہ لوگ تجھ کو کیا کہیں گے۔ شیخ صنعان جیسے بزرگ جنکی استعداد بہت تھی اور جو اپنی پارسائی میں مستند و مقتدائے زمانہ تھے۔ بدنام ہوئے اور بدنامی کو گوارا کی اور تو کہ عشق میں جا کر خرقہ پارسائی کو رہن کر گیا تو تجھے بدنامی کا کیا فکر۔

(۸) ترجمہ۔ اس شیریں کار قلندر کا وقت خوش ہو جس نے طریقہ سلوک میں حلقہ زنار میں ذکر تسبیح ملک کیا۔

قلندر۔ در اصل کلندر ہے بمعنی کندۂ ناتراشیدہ۔ مجازاً بمعنی رند۔ وہ آدمی جو بظاہر اچھا نہ ہو مگر اہل دل ہو اور نیک باطن **سیر**۔ بفتح اول و سکون ثانی چلنا۔ رفتار۔ طریقہ سلوک۔ **ملک** بفتحتین۔ فرشتہ۔ بفتح اول و کسر ثانی بادشاہ۔ شرح اصطلاحات صوفیہ میں ہے کہ ملک بالضم سے مراد ماسوا اللہ۔ ممکنات موجودہ و مقدورہ عالم شہادت چنانچہ ملکوت عالم غیب۔ جبروت عالم انوار قاہرہ۔ لاہوت عالم ذات حق۔ زنار جنیو

مطلب یہ کہ اس خوش مزاج قلندر کا خدا وقت خوشی سے گزارے۔ جس نے طریقہ سلوک میں بظاہر زنار بند نظر آتا اور لباس رندانہ ہو۔ مگر حقیقت میں ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتا ہو تسبیح ملک سے مراد تسبیح ذات باری۔ [illegible] زلفوں کے جنکی نسبت شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اے پارسایان [illegible]	[illegible]

لفظ حلقہ مجلس درویشان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اصطلاح رعایت لفظی ہے۔ زنار سے مراد اصطلاح صوفیہ میں [illegible] ہے۔

نظر کردم بدیدم اصل ہر کار	نشان خدمت آمد عقد زنار
میان در بند چون مردان بمردی	درآ در زمرۂ اوفوا بعہدی

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی آنکھ اس حوری سرشت کے محل بام کے نیچے۔ اسطرح تھی جیسے باغ جنکے نیچے نہریں جاری ہوں۔

حوری۔ منسوب بحور۔ بالضم۔ جمع حوراء بالفتح۔ [illegible] جسکی جسم اور آنکھوں کی سفیدی نہایت سفید ہو اور بالوں اور آنکھوں کی سیاہی بھی نہایت سیاہ ہو۔ معشوق و مستان [illegible] لفظ حور جمع ہے مگر عام استعمال میں بطور واحد استعمال ہوتا ہے

تو خواجہ صاحب نے اس منظر کو کہ عاشق معشوقہ کے ہمراہ لب جو کنار دریا پر اسطرح بیٹھا ہے بیان کیا ہے کہ گویا باغ بہشت میں حوروں کے محلوں کے نیچے نہریں جاری ہیں "عین جاریہ" کثرت گریہ ظاہر کرتی ہے۔ قرآن کریم میں بہشت کی انہار کا بہت جگہ ذکر آیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (انکے لئے بہشت ہونگی جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی) سورہ حجر رکوع ع (۱) سورہ رعد رکوع ع (۵) سورہ محمد رکوع ع (۲) سورہ رحمٰن رکوع ع (۳) سورہ دہر رکوع ع (۱) سورہ مطففین رکوع ع (۱) سورہ الغاشیہ رکوع ع (۱) میں بہشت کی انہار کا ذکر آیا ہے۔ لفظ قصر اور حور بھی بہشت کے لوازمات ہیں لہذا رعایت ظاہر۔

غزل (۵۹)

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن ست	۱	بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن ست
گرت ز دست برآید مراد خاطر ما	۲	بکوش زود کہ خیری برای خویشتن ست
بجانت ای بت شیریں دہن کہ ہمچو شمع	۳	شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن ست
چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل	۴	مکن کہ این گل خودرو برای خویشتن ست
بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج	۵	کہ نافہاش ز بند قبای خویشتن ست
مرو بخانہ ارباب بی مروت دہر	۶	کہ گنج عافیت در سرای خویشتن ست

(۷) بسوخت حافظ و در شرط عشق و جانبازی (۷)
ہنوز بر سر عہد و وفای خویشتن ست

(۱) ترجمہ۔ تیری زلف کے جال میں دل اپنے آپ میں مبتلا ہے اسکو غمزہ سے قتل کر۔ کیونکہ اسکی خودی کی یہی سزا ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ حالانکہ دل تیری زلفوں کے دام میں اسیر ہے۔ مگر تاحال اسنے اپنی خودی کو قائم رکھا ہوا ہے اور باوجود تیری قید کردہ اپنی خودی کی قید میں بھی مبتلا ہے اسلئے اسکی خودی کا یہی اچھا علاج ہے کہ اسکو تو خنجر غمزہ سے قتل کردے تاکہ اسکی خودی رہے اور نہ وہ اپنی خودی کا اسیر رہے۔ یعنی اسی قید پندار ہستی سے رہا کردے۔ اور صرف اپنا قیدی بنا

ترا تا حق آں آشنائی دہد — کہ از دست خویشت رہائی دہد
کہ تا باخودی با خدا راہ نیست — درین نکتہ جز بیخود آگاہ نیست (سعدی)

اگر مبتلائی خویشتن اور سزای خویشتن میں ترکیب اضافی کا خیال نہ کیا جائے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تیری زلف کے جال میں خود

بخود مبتلا ہوا ہے اسکو غمزہ سے قتل کر کیونکہ یہ اسکی تقصیر ہے اور وہ سزاوار ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگر کسی کے دل کی مراد تیرے ہاتھ سے پوری ہو سکے تو جلدی کر کہ یہ نیکی تو اپنے لئے کریگا۔

اس شعر میں عاشقانہ اور ناصحانہ دونو پہلو ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے

کار درویش مستمند بر آر	کہ ترا نیز کارہا باشد

من عمل صالحا فلنفسہ ۔ جو نیکی کرتا ہے۔ اپنے لئے کرتا ہے

(۳) ترجمہ۔ اے میرے شیریں معشوق تیری جان کی قسم ہے کہ شمع کیطرح اندھیری راتوں کے مارے میری وجود کی تباہی ہے

شباں۔ بمعنی شب۔ رات۔ آں زائد مثلاً

[illegible] تیرہ شبانم ولوند (غالب) شمع کشتہ و خورشید نشانے ندہند

مطلب یہ ہے۔ کہ جسطرح اندھیری راتوں میں شمع جلتی رہتی ہے اور آخر کار فنا ہو جاتی ہے اسیطرح عاشق بھی ہجر کی تاریک راتوں میں آتش فراق سے جلکر تباہ ہو جاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے بلبل جب تو نے عشق کا اظہار کیا تو میں نے کہا تھا کہ احتیاط کر کہ یہ گل خودرو خودسر ہے

گل خودرو۔ مختلف متعارفہ نباتات کے پھول جو صحرا میں یا باغ کے ارد گرد خود بخود نکل آتے ہیں مثلاً [illegible] گل خودرو کو گل بیگانہ بھی کہتے ہیں اسیطرح سبزہ بیگانہ سے مراد بھی سبزہ خودرو ہے (غیاث)

ظاہر ہے کہ گل خودرو فی الحقیقت گل بیگانہ ہوتا ہے اور رسم و رہ عشق کے قواعد سے ناآشنا۔ گویا وہ کسی بلبل کیلئے نہیں ہوتا۔ صرف اپنے لئے ہوتا ہے۔ خود معشوق ہے اور خود عاشق۔ اسکی جگہ صحرا ہے اور اگر باغ میں بھی ہوا۔ تو کسی دور دراز گوشہ میں جہاں اسکو نغمہ عندلیب کی آواز بھی نہیں پہنچتی اور نہ اسے کسی بلبل کی پرواہ ہے نہ ضرورت اور نہ اسکی طرف کچھ التفات۔ عاشق ہمیشہ اپنے معشوقوں کی عدم توجہی کی شکایت کرتے ہیں۔ اور اسلئے انکو گل خودرو یا گل بیگانہ لکھتے ہیں یہانتک کہ معشوق کے سبزہ خط کو بھی سبزہ بیگانہ کہتے ہیں یعنی ناآشنا۔ نامہربان۔ بیوفا۔

حسن خط سبز نے کیسا مجھے دھوکا دیا	میں نہ سمجھا کہ یہ سبزہ سبزہ بیگانہ تھا

خواجہ صاحب گویا انکو خطاب کرتے ہیں کہ [illegible] ناآشنا نامہربان اور بیوفا ہوتے ہیں عاشق کی پرواہ نہیں کرتے۔ دیدہ و دانستہ تو نے یہ کام کیا۔ اب بیقرار کیوں ہے اور شکایت کیوں کرتا ہے خدا کے [illegible] خودرو ہی ہیں۔ واللہ غنی حمید

(۵) ترجمہ۔ پھول کا حسن چین و چگل کی کستوری کا محتاج نہیں کیونکہ اسکی اپنی قبا کے بند میں نافہ موجود ہیں۔

چگل - بکسر تین - ترکستان میں ایک حسن خیز شہر ہے - اس علاقہ کے آدمی بھی مشہور ہیں - قبا جبادو [illegible] معروف -
مطلب یہ ہے کہ پھول کی اپنی گرہ میں کتنی نافوں کی خوشبو موجود ہے اسکو نافہ یا مشک کی ضرورت نہیں - یعنی ہمارے معشوق کی خوبصورتی خود مکمل ہے اور اسکو کسی بیرونی لوازمہ حسن کی پرواہ نہیں ہے - خواجہ صاحب کا اپنا شعر ہے

	ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است	بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبا را

(۶) ترجمہ - زمانہ کے بےمروت لوگوں سے کنارہ کر جا کیونکہ تیرا گنج عافیت اپنے گھر میں ہے -

نہایت اعلیٰ اصول ہے اور آزاد منش لوگوں کا دستور العمل بھی یہی ہے کہ انسان کو آرام صرف اپنے گھر میں [illegible] بےمروت اہل زمانہ کی [illegible] عزت کو برباد نہیں کرنا چاہئے اس شعر میں خواجہ صاحب کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی کو اپنے دست و بازو پر [illegible] امرائے وقت کی خوشامد میں اپنے وقار اور آزادی کو ضائع نہیں کرنا چاہئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

	بہ دست آہک تفتہ کردن خمیر	بہ از دست بر سینہ پیش امیر
	قناعت کن ای نفس بر اندکی چرا پیش خسرو بہ خواہش روی وگر خود پرستی شکم طبلہ کن	کہ سلطان و درویش بینی یکی چو یک سو نہادی طمع خسروی در خانہ این و آن قبلہ کن

بہاؤالدین آملی کے یہ شعر اسی مضمون پر ہیں

	گر تو خواہی عزت دنیا و دین گر نباشد خانہائے زرنگار	عزلتے از مردم دنیا گزین مے توان کردن بسر در کنج غار

(۷) ترجمہ - [illegible]

مطلب یہ ہے کہ باوجود [illegible] آتش عشق نے جلا دیا ہے وہ اپنے عہد و پیمان پر قائم ہے اور جان قربان کر رہا ہے اب بھی آمادہ ہے راہ عشق کے مصائب نے اسکے ارادہ کو کمزور نہیں کیا۔ بلکہ اور پختہ کر دیا ہے -

غزل (۶۰)

شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند و بس	۲	کہ نہ ہر کو ورقی خواند معانی دانست

عرضه کردم دو جهان بر دل کار افتاده ۳ بجز از عشق تو باقی همه فانی دانست
آن شد اکنون که ز افواه عوام اندیشم ۴ محتسب نیز ازین عیش نهانی دانست
دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید ۵ ورنه از جانب ما دل نگرانی دانست
سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق ۶ هر که قدر نفس باد یمانی دانست
ای که از دفتر عقل آیت عشق آموزی ۷ ترسم این نکته به تحقیق ندانی دانست
می بیاور که ننازد به گل باغ جهان ۸ هر که غارتگری باد خزانی دانست

(۹) حافظ این گوهر منظوم که از طبع انگیخت
اثر تربیت آصف ثانی دانست (۹)

(۱) ترجمہ۔ صوفی نے شراب کے پرتو سے رازِ پوشیدہ جان لیا۔ اس لعل سے ہر شخص کا اصل (جوہر) معلوم ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صوفی نے جب شراب پی تو اسکو تمام اسرار نہانی کا علم ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ شراب ہر ایک آدمی کے جوہر کو ظاہر کر دیتی ہے یعنی انسان مست ہو کر اپنی اصلی حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے اور اسکے دل کی بات کا بھی پتہ لگ جاتا ہے ورنہ عام طور سے آدمی باطن میں خواہ کتنا ہی ناپاک ہو ظاہر میں لوگوں کے سامنے اچھی صورت میں ہوتا ہے۔ فقیہِ مدرسہ نے بھی مستی ہی کی حالت میں یہ فتویٰ دیا تھا۔ ع۔ کہ مے حرام ولے بہ ز مالِ اوقاف است۔ ورنہ اسکی زبان اتنی صاف گوئی کی اہل نہ تھی اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۲/۵۔ گوہر و لعل کی لفظی رعایت ظاہر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مجموعۂ گل کی شرح ہر طالب نہیں جانتا۔ کیونکہ ہر ایک آدمی جس نے ورق پڑھا ہے اسکے معانی نہیں جانتا۔ مجموعۂ گل سے مراد پھول۔ چونکہ پھول کی پنکھڑیاں اسطرح یکجا ہوتی ہیں جسطرح کتاب کے ورق جلد میں اسلئے مجموعۂ گل کہا۔ پھول کو کتاب اور برگِ گل کو ورق سے تشبیہ دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کتابِ گل کی حقیقت و معانی کو صرف بلبل ہی سمجھ سکتی ہے ورنہ باغ میں اور ہزاروں پرندے ہوتے ہیں شاخِ گل پر بیٹھتے ہیں لیکن اسکو نہیں۔ پھر دوسرے مصرعہ میں کہا ہے کہ جو شخص کتاب کو پڑھ لے ضروری نہیں کہ وہ اسکے معانی بھی سمجھ سکے ہزاروں ایسے موجود ہیں جو پڑھ سکتے ہیں مگر کتاب کی حقائق و معارف کو بالکل نہیں سمجھتے۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں کہ رموزِ عشق کو صرف عاشق ہی سمجھ سکتے ہیں اور حسنِ معشوق کو بھی صرف [illegible] ہی [illegible] بوالہوس کا کام نہیں۔

سرِ عشق بوالہوس را ندہند ‍ سوزِ شمع پروانہ مگس را ندہند

[illegible] ورق اور معانی کی رعایت لطیف اور ستائش طلب ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے دو نو جہاں کو تجربہ کار دل کے پیش کیا۔ اس نے تیرے عشق کے سوا باقی تمام چیزوں کو فانی سمجھا۔

کار افتادہ۔ یعنی کار دیدہ۔ نرم و گرم زمانہ چشیدہ۔ تجربہ کار۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے [illegible] اختیار دیا کہ دو نو جہاں میں سے تجھے جس چیز کی ضرورت ہو اسکی آرزو کر۔ مگر میرے تجربہ کار دل نے دو نو جہاں کو بنظر غور دیکھ کر معلوم کر لیا کہ کوئی چیز سوائے تیرے عشق کے اس قابل نہیں کہ اسکو اختیار کیا جائے کیونکہ تیرے عشق کے سوا باقی سب چیزیں فانی ہیں صرف تو باقی ہے اور تیری محبت۔ اسلئے میرے دل نے دو نو جہانوں کو چھوڑ کر تیری محبت کو اختیار کیا اور اب میں اور تیری محبت باقی دنیا اور مافیہا بلکہ عاقبت تک کی کچھ پرواہ نہیں۔

کونین تک تھی ملتی جس دل کی مجھکو قیمت ۔۔۔ افسوس اک نگہ پر میرا اسکو ٹال آیا

لفظ باقی ضد فانی بھی ہے۔ اس لیے لفظ فانی کے ساتھ بطور ایہام آیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اب وہ زمانہ گیا۔ کہ میں عالم کی باتوں کا فکر کروں محتسب بھی اب اس عیش نہانی کو جانتا ہے۔

افواہ۔ جمع فوہ۔ بمعنی دہن۔ مجازاً بمعنی شہرت۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اب مجھ لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں رہی۔ بدنامی کا خیال نہیں رہا۔ لوگ جو چاہیں کہیں۔ میں نے عشق میں عیش نہانی حاصل کی ہے۔ اور پوشیدہ پوشیدہ مے نوشی کرتا ہوں اور اب تو محتسب کو بھی خبر ہے۔ لہذا افواہ عام سے اب کیا ڈر۔

(۵) ترجمہ۔ معشوق نے ہماری آسائش کو مصلحت وقت نہ سمجھا۔ ورنہ وہ ہمارے دل کا انتظار و شوق جانتا تھا۔

نگراں بکسر اول و فتح ثانی۔ دیکھنے والا انتظار کرنے والا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ معشوق کو ہماری آتش اشتیاق کا علم تو ضرور تھا۔ مگر اس نے ہمیں آسائش میں رکھنا اور وصال سے بہرہ اندوز کرنا خلاف مصلحت وقت سمجھا ہوگا کہ ہر موسم کیا دنیا میں انسان بسا اوقات اپنی تنگدستی شکستہ حالی اور دیگر مصائب کا شاکی رہتا ہے۔ اور آرام کا خواہشمند۔ مگر حکیم مطلق کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور جو کچھ کرتا ہے آدمی کے فائدہ کو [illegible] قصور العقل ہونیکی وجہ سے مصلحت کو نہیں سمجھتا۔ اور شکایت کرتا ہے۔

انچہ بر سر آید ز دست حبیب ۔۔۔ نہ بیمار دانا تر ست از طبیب

(۶) ترجمہ۔ پتھر اور کیچڑ کو بنظر لعل و عقیق کر سکتا ہے۔ وہ شخص جس نے باد یمانی کی قدر پہچانی۔

عقیق۔ ایک سرخ رنگ قیمتی پتھر کا نام ہے۔ یمانی۔ منسوب بہ یمن ملک [illegible] کے دائیں ہاتھ کی طرف واقع ہے اسلئے یمن نام ہوا۔ یہاں کے لعل مشہور ہیں۔

باد یمانی۔ یعنی باد یمن سے جو ہوا۔ جو یمن کی طرف سے آتی ہے۔ [illegible]

کیطرف اشارہ ہے۔ وہو ہذا ۔ انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن ۔ یعنی مجھے یمن کیطرف سے نفس الرحمن کی خوشبو آتی ہے ۔ یہ خوشبو اویس قرنی قدس سرہ کی تھی ۔ گویا یہ خوشبو ایک خوشخبری تھی ۔ کہ اسطرف کوئی عاشق حق ہوگا ۔ جو فنا فی اللہ ہو کر بقائے ابدی حاصل کریگا ۔ نفس الرحمن اسواسطے کہا ۔ کہ نفس عاشق جو فنا فی المعشوق ہو جائے نفس معشوق کہا جاسکتا ہے ۔ اس حدیث کے متعلق مولانا روم فرماتے ہیں ۔

تا پیمبر گفت بر دست صبا	[illegible]
بوئے رامین می رسد از جان ویس	بوئے یزداں می رسد ہم از اویس
از اویس و از قرن بوئے عجب	مصطفی را مست کرد و بے طرب
چوں اویس از خویش فانی گشتہ بود	آں زمینی آسمانی گشتہ بود

مراد یہ ہے ۔ کہ جس آدمی نے نفس الرحمن اور ان لوگوں کے انفاس کی جو [illegible] کی قدر کی ۔ اسکی نظروں میں اسقدر یمن و برکت پیدا ہو جاتی ہے ۔ کہ وہ پتھر پر بھی اگر نظر [illegible] ڈالے تو [illegible] ہو جائے اور اگر ایک گنہگار شریر پر بھی اپنی کیمیا اثر نظر ڈالے ۔ تو اس کے دل کو انوار الٰہی سے منور کردے ۔ الفاظ یمن و یمن لعل و عقیق کی تخئیل اور باہمی نسبت ظاہر ہے

(۵) ترجمہ ۔ اگر تو دفتر عقل سے عشق کی نشانی سیکھنا چاہتا ہے مجھے ڈر ہے کہ تو یہ نکتہ تحقیق سے نہیں سمجھ سکیگا ۔

مطلب یہ ہے کہ تو اگر کتاب عشق کو بذریعہ عقل حل کرنا چاہے ۔ تو مجھے ڈر ہے کہ تو کامیاب نہیں ہوگا ۔ کیونکہ عقل ناقص ہے اور عشق [illegible] راہوں میں وہ پہنچ نہیں سکتی ۔ اسلئے [illegible] عشق میں [illegible] چون و چرا ۔ اپنے حقیقی راہنما اور معشوق کے حکم و رضا پر راضی ہو کر چلتا جا ۔ حجت و دلیل کا جویا نہ ہو ۔ قاآنی کا شعر ہے ۔

[illegible]	[illegible]

[illegible]

تکلیفیں پیش آتی ہیں اور آخر ناکامی کا سامنا ہوتا ہے عشق بے پرواہ [illegible] کیلئے سنگ راہ منزل مقصود اور [illegible] کے حاصل کرنے کیلئے صرف شوق بکار ہے عقل یہاں بیکار ہے ۔ مرزا [illegible] فرماتے ہیں ۔

محصول مقصد عافیت نہ دلیل جو نہ عصا طلب	ز تلاش کم نہ کہ قدم مزن آبلہ پا طلب
ز مراد عالم آب و گل بہ جنون بہ سعی اگسل	[illegible] طلب

اسی مضمون پر خاقانی نے کہا ہے

علم تحصیل [illegible]	[illegible]

فلسفه در سخن میامیزید
وانگهی نام آن جدل منهید
نقد هر فلسفی کم از فلس است
فلس در کیسهٔ عمل منهید
مرکب دین که زاده عربست
داغ یونانش بر کفل منهید
قفل اسطورهٔ ارسطو را
بر در احسن الملل منهید

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر (د ۳۵)

(۸) ترجمہ۔ شعر الا۔ کہ باغ دنیا کے پھول پر ناز نہیں کرتا۔ وہ شخص جس نے باد خزاں کی غارتگری کو جانا۔ شعر صاف ہے مطلب یہ ہے کہ باغ دنیا ناپائدار ہے۔ آج جہاں پھول غنچہ اور سبزہ زار ہیں کل وہاں باد خزاں کے اثر سے نہ پھول ہے نہ سبزہ۔ اسلئے دانا وہ ہے۔ جو دنیا کی چند روزہ بہار پر مست نہ ہو بلکہ مے عشق سے مستی حاصل کرے۔ کیونکہ عشق کو بقا ہے۔ اور دنیا فانی ہے۔ علاوہ ازیں مے عشق تجھے بہار و خزاں کے تفکرات سے متأثر نہیں ہونے دیگی۔

عمرت تا کے بخود پرستی گذرد
یا در پے نیستی و هستی گذرد
مے خور که چنین عمر که غم در پے اوست
آن به که بخواب یا به مستی گذرد

(۹) ترجمہ۔ حافظ نے جو یہ گوہر منظوم طبع سے پروئے ہیں۔ وہ اسی آصف ثانی کی تربیت کا نتیجہ سمجھنا ہے۔ گوہر منظوم۔ پروئے ہوتے موتی۔ اشعار آبدار۔ آصف ثانی سے مراد عماد بن محمود ہے۔ جو خواجہ صاحب کے وقت میں ایک علم دوست وزیر تھا۔ اسکی طرف خواجہ صاحب کی کلام میں اور بھی کئی جگہ اشارہ ہے خواجہ صاحب ہمیشہ اسکو آصف عہد اور آصف ثانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں (آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا مشہور وزیر) مطلب یہ ہے کہ حافظ کی خوش بیانی آصف ثانی (ممدوح خواجہ صاحب) کی صحبت اور تربیت کا نتیجہ ہے۔

غزل (۶۱)

حاصل کارگه کون و مکان این همه نیست ۱ باده پیش آر که اسباب جهان این همه نیست
از دل و جان شرف صحبت جانان غرض است ۲ همه آنست وگرنه دل و جان این همه نیست
منت سدره و طوبی ز پی سایه مکش ۳ که چو خوش بنگری ای سرو روان این همه نیست
دولت آنست که بی خون دل آید بکنار ۴ ورنه با سعی و عمل باغ جنان این همه نیست

پنج روزے کہ دریں مرحلہ مہلت داری ۵ خوش بیاسای زمانی کہ زمان این ہمہ نیست
بر لب بحر فنا منتظریم اے ساقی ۶ فرصتی داں کہ ز لب تا بدہاں این ہمہ نیست
زاہد ایمن مشو از بازی غیرت زنہار ۷ کہ رہ صومعہ تا دیر مغاں این ہمہ نیست
دردمندئ چو من سوختہ زار و نزار ۸ ظاہرا حاجت تقریر و بیاں این ہمہ نیست
از تہتک مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش ۹ زانکہ تمکین جہاں گذراں این ہمہ نیست

(۱۰) نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے
پیش رنداں رقم سود و زیاں این ہمہ نیست (۱۰)

اسی بحر اور اسی قافیہ و ردیف میں ظہیر فاریابی نے بھی ایک غزل کہی ہے جسکا مطلع یہ ہے

با غم من نفس مردہ دلاں این ہمہ نیست
مستی حرکت ہیں خواب گراں این ہمہ نیست

(۱) ترجمہ - کون و مکاں کے کارخانہ کا حاصل کچھ چیز نہیں شراب لا کہ جہاں کا اسباب کچھ وقعت نہیں رکھتا - کارگاہ - چیزوں کے بنانے کی جگہ - خصوصاً کپڑے بننے کی جگہ - کارخانہ - کون - ہونا - ہست ہونا - بمعنی دنیا و این جہاں عالم موجودات کو کون اسلئے کہتے ہیں کہ عدم سے وجود میں آیا - برہان قاطع میں لکھا ہے - کہ حادث چیز کو کہتے ہیں یعنی جو پہلے نہ ہو اب پیدا ہو گئی ہو - مکان - رہنے کی جگہ - جائے بودن - اسم ظرف مشتق از کون - جگہ - کون و مکاں بمعنی دنیا - مطلب یہ ہے - کہ دنیا ناپائدار چیز ہے اسکی محبت میں گرفتار نہ ہو - شراب پی اور خوش رہ - وہی مضمون ہے جو گذشتہ غزل کے شعر (۸) میں ہے

(۲) ترجمہ - دل و جان سے مطلب صرف معشوق کی صحبت کا شرف حاصل کرنا ہے کچھ ہے ورنہ دل و جان تو کچھ چیز نہیں مطلب یہ ہے کہ ایسی ہستی کا جو صرف یہی ہے کہ معشوق حقیقی کے وصال سے شرفیاب ہوں اور دل و جان اسی غرض کیلئے ہیں کہ اس پر نثار کیے جائیں ورنہ دل و جان کچھ چیز نہیں جو کچھ ہے وہی ہے اور دل و جان بھی اسی کا مال ہے مولوی حالی مرحوم کا شعر ہے

دل و جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھیئے
دل ہے سو چیز تیری جان ہے سو مال تیرا

[illegible]

(۳) ترجمہ - سدرہ و طوبیٰ کا احسان سایہ کیلئے نہ اٹھا کیونکہ اگر تو غور سے دیکھے تو اے سرو رواں سب ہیچ ہے -

سدرہ۔ بکسر درخت کنار۔ درخت کنا جو ساتویں آسمان پر ہے اور اسے سدرۃ المنتہی کہتی ہیں مخلوقت کو اس سے اوپر کا علم نہیں ہو سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے اوپر نہیں گئے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے آگے گئے ہیں۔ طوبیٰ اموث طیب۔ خوشبو دار بہشت کا درخت جسکی شاخ ہر اہل جنت کے مکان میں ہوگی۔ گوناگوں میوے اور خوشبوئیں اس سے پیدا ہونگی۔

مطلب یہ کہ طوبی و سدرہ کا احسان منت ہو محبوب حقیقی کے مشاہدہ و وصال کی طلب کر بہشت و طوبی بغیر لذت مشاہدہ کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ دیکھو شعر ب ۲ اور شعر الف ۱ (کوائف بہشت)

نہ جنت کمّی نہ حور د نہ انہار نجو اہم	[illegible] ای زاغ ہمہ من نہ رنجو اہم

(۴) ترجمہ۔ دولت وہ ہے جو دل کا خون کئے بغیر حاصل ہو ورنہ سعی اور عمل کے مقابلہ میں باغ بہشت کیا چیز ہے

مطلب یہ ہے کہ دولت فی الحقیقت وہی ہے جو دل کا خون کئے بغیر حاصل ہو ورنہ سعی و عمل کے مقابلہ میں تو دولت کیا باغ بہشت بھی کچھ چیز نہیں۔ خواجہ صاحب کا اصول یہ ہے۔ ع۔ دمی با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد یعنی ایک دم بھی غم میں بسر کرنا اچھا نہیں خواہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا مل جائے دل کا خون کئے بغیر اگر بہشت نہیں مل سکتا تو نہ ملے ہم اس کیلئے اپنے دل کو عذاب میں ڈالنا نہیں چاہتے

جانیے جی نجات کہ غم میں	الیسی جنت گئی جہنم میں

سعی و عمل [illegible]

باخریداراں بگو کن باغ جنت کہ بہت	مفلساں را درین بازار سودائے دگر

دولت اسکو سمجھتے ہیں جو بلا بدل ہو اور وہ دولت دولت بیدار ہے آسائش ہمسائگی حق ہے۔ اور وہ دولت سعی و عمل پر منحصر نہیں صرف طلب کی طالب ہے۔ شوق پیدا کرو۔ اصلی آتش آرزو کو دل میں شعلہ زن کرو اسکی طلب میں ہمہ تن سوال ہو جاؤ تو فوراً مل جائیگی

تشنگاں کو آب جوئند از جہاں	آب ہم جوئند بعالم تشنگاں

(۵) ترجمہ۔ چند روزہ ہے بھی اس منزل میں مہلت ہے تھوڑی دیر آرام کر لے کہ وقت زیادہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ زندگی چند روزہ ہے۔ اسلئے یہ چند روزہ خوشی سے گذارنے کی کوشش کر۔

[illegible] خفتے کہ زرقالب تو خولید بود	[illegible] تشناں [illegible] دیو ابر آ دیگراں خواہد بود

ترجمہ: جہاں ساقی ہم بحر فنا کے کنارہ پر منتظر کھڑے ہیں فرصت کو غنیمت جان کہ لب سے دہن تک کوئی زیادہ فاصلہ نہیں کنارہ بحر کو لب بحر و دہن بحر کو دہن کہا جس طرح لب و دہن کے درمیان کچھ فاصلہ نہیں ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسی طرح کنارہ بحر فنا اور بحر فنا کے درمیان بھی کوئی فاصلہ نہیں یعنی ہستی اور نیستی۔ زندگی اور موت کے درمیان کچھ بعد نہیں۔

یک گام بیش نیست وادیٔ فنا		ایں رشتہ را نفس گسستہ اش دراز کرد

ہم دریائے فنا کے کنارہ پر کھڑے ہیں اور ممکن ہے کہ ابھی بحر فنا کی موجیں ہم کو آغوش میں لے لیں اس لئے اے ساقی یہ وقت غنیمت جان۔ زندگی کا بالکل کچھ بھروسہ نہیں جام شراب عنایت کر کہ ہم پی کر مست ہو جائیں اور اپنے روزہ زندگی کو خوشی سے گذاریں۔

(۷) ترجمہ: اے زاہد غرور بازی غیرت سے بیفکر نہ ہو کیونکہ مسجد کا اور دیر مغاں کے درمیان کوئی دور کی مسافت نہیں مطلب یہ کہ اے زاہد تو اپنے مشرب و طریقہ پر مغرور نہ ہو کیونکہ غیرت الٰہی کے نزدیک مسجد و دیر میں کوئی فاصلہ نہیں۔ یہ وہی غیرت ہے۔ جس کی نسبت شیخ فخر الدین عراقی نے لکھا ہے۔

"غیرت معشوق آں اقتضا کرد کہ عاشق غیر او را دوست ندارد و بغیر او محتاج نشود لاجرم خود را عین اشیا کرد تا ہر چہ او را دوست دارد و بہر چہ محتاج شود او بود"

[illegible]		[illegible]

گویا محبوب حقیقی نے اپنی غیرت سے پسند نہ کیا کہ عاشق اس کے سوا کسی چیز سے محبت کرے [illegible] اب عاشق جس چیز پر نظر ڈالیگا۔ جس سے محبت کریگا جسکی پرستش کریگا وہ چیز گویا خود ذات محبوب کا پرتو ہوگی خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے زاہد تو اپنی مسجد پر کیوں مغرور ہے غیرت الٰہی نے تو کوئی ایسی چیز چھوڑی ہی نہیں جس میں اپنا پرتو نہ [illegible] عین وجود وہ خود نہ ہو اب مسجد میں اگر خدا ہی جسکی تو پرستش کرتا ہے تو دیر میں بتا کون ہے جس کی پرستش ہوتی ہے

[illegible] اے شمع حرم		آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بتخانہ تھا

[illegible] اور مسجد سے دیر مغاں کچھ دور ہی نہیں تو آج اگر یہاں ہے تو کل وہاں جا سکتا ہے تو مغرور نہ ہو کہ تو مسجد میں ہے اور خدا کی پرستش کرتا ہے بلکہ خدا کا شکر کر کہ اس نے تجھے مسجد میں کھڑا ہوا ہے وہ تجھے دیر میں بھیج سکتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت پذیر ازو کہ بخدمت بداشتت

سورہ اعراف میں ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْ آتَيْنٰهُ آيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا انکو اس آدمی کی خبر دو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم دیا ہوا تھا پس ان آیات کا علم اس سے جاتا رہا)

کہتے ہیں کہ اس آیت میں بلعم باعور کنعانی کیطرف اشارہ ہے۔ اس نے صحف ابراہیمؑ پڑھی تھی اور اسم اعظم جانتا تھا اپنی عورت کے کہنے پر موسیٰؑ اور ان کی قوم پر نفرین کہی اسپر خدا تعالیٰ نے اس سے اسم اعظم واپس لیلیا۔ اسم اعظم بھول جانیپر اس کے دل میں نور ایمان بھی نہ رہا۔ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں۔ کہ ڈرنا چاہیے۔ کہ تقدیر کی ہوا کس رخ سے چلتی ہے اور کیا بوالعجبی ظاہر کرتی ہے۔ اگر جانب فضل سے چلے تو بہرام گبر کو مصطفائی دین پر کمربستہ کردے اور اگر طرف عدل سے چلے تو بلعم باعور سے رسم توحید دور کرکے اسے سگ خسیس کے برابر کردے۔

آں ابرہی ز صومعہ در دیر گبراں افگنی
دیں آگہی از بتکدہ سر حلقہ مرداں کنی
چوں و چرا در کار تو عقل نبود را کہ رسد
فرماں دہ مطلق توئی حکمی کہ خواہی آں کنی

(۸) ترجمہ۔ مجھ جیسی جلی ہوئی زار و نزار کی دردمندی۔ ظاہر ہے۔ کہ چنداں محتاج تقریر و بیان نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ جیسے سوختہ جاں زار و خستہ حال آدمی کے دل کا درد آپ جانتے ہیں۔ کہ محتاج بیان نہیں یعنی میرا درد عیاں ہے۔ نہاں نہیں کہ بیان کیا جائے۔

(۹) ترجمہ۔ پردہ دری سے نہ ڈر اور پھول کیطرح خوش رہ کیونکہ اس گذر جانیوالے جہاں کی عزت اتنی بڑی چیز نہیں

تہتک۔ بفتح اول و ثانی و ضم تائے فوقانی مشدد۔ پردہ دری کرنا۔ رسوائی۔ بدنامی۔ مادہ ہتک۔

مطلب یہ ہے کہ رسوائی اور بدنامی سے نہ ڈر اور پھول کیطرح خوش رہ اسکی بھی کھلتے ہی پتی پتی جدا ہوتی ہے۔ یعنی پردہ دری ہوتی ہے مگر وہ خوش و خرم اور خنداں رہتا ہے۔ دنیا ناپائدار ہے اس کی کسی چیز پر اعتبار نہیں اسلئے دنیا کی عزت و ذلت بھی کچھ وقعت نہیں رکھتی اصل عزت اور ہے۔ العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کے نام نے تحریر نیک اختیار کی ہے لیکن رندوں کے نزدیک سود و زیاں کی چنداں قیمت نہیں ہوتی

مطلب یہ ہے۔ کہ حافظ نے اگرچہ نیک نامی حاصل کرلی ہے۔ مگر وہ رند مشرب ہے اسے سود و زیاں کا کوئی خیال نہیں۔ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا (الجن) پس جو کوئی ایمان لاوے ساتھ رب اپنے پس نہیں ڈرتا کم کردینے سے اور نہ زیادہ رکھنے سے) پھر فرمایا ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتٰكُمْ (الحدید) (کہ نہ غم کھاؤ اس چیز کیلئے جو تم سے گئی۔ اور مت خوش ہو اس چیز پر جو تمہارے پاس آئی)۔

اور ننگ و نام کی بھی کچھ پرواہ نہیں

گر آئینهٔ خاطر ما آید بسنگ	نیندیشد از شیشهٔ نام و ننگ

غزل (۶۲)

بحریست بحر عشق که هیچش کناره نیست	۱	آنجا جز اینکه جان بسپارند چاره نیست
آندم که دل بعشق دهی خوش دمی بود	۲	در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست
ما را بمنع عقل مترسان و می بیار	۳	کان شحنه در ولایت ما هیچ کاره نیست
از چشم خود بپرس که ما را که میکشد	۴	جانان گناه طالع و جرم ستاره نیست
رویش بچشم پاک توان دید چون هلال	۵	هر دیده جای جلوه آن ماه پاره نیست
فرصت شمر طریقهٔ رندی که این نشان	۶	چون راه گنج بر همه کس آشکاره نیست

(۷) نگرفت در تو گریهٔ حافظ بهیچ روی
حیران آن دلم که کم از سنگ خاره نیست (۷)

(۱) ترجمہ - بحر عشق ایسی بحر ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں اسجگہ سوا اسکے کہ جان دیدیں کوئی چارہ نہیں یعنی عشق بحر بیکراں ہے اور اسمیں سے سلامت نکل آنے کی امید خیال خام اسلئے سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں کہ جان دیدی جائے ۔

[illegible]

مطلب یہ ہے کہ بحر عشق میں اگر تو قدم رکھنا چاہتا ہے تو پہلے جان سے ہاتھ دہو لے ۔ کیونکہ یہ بحر بیکران ہے اور اس سے زندہ واپسی ناممکن ۔

بے فنائی خود میسر نیست دیدار شما	مفلس و تشنه خونش را او خریدار شما

[illegible]

استخارہ - طلب خیر - اصطلاحا کسی کام کرنیکی نسبت غیب سے آگہی حاصل کرنا بعض آدمی جب کوئی اہم کام کرنا چاہتے ہیں تو راتکو سوتے وقت چند نفل پڑھ لیتے ہیں اور دعا پڑھکر سوتے ہیں راتکو جو خواب دیکھتے ہیں

اسکی مناسبت سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ کہ کام کا انجام کیا ہوگا۔ مختلف مذاہب اور طریقوں کے لوگ مختلف طریقوں سے استخارہ کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ نیک کام کیلئے استخارہ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ نیک کام کا نتیجہ ہمیشہ نیک ہوتا ہے اسلئے اگر تو دل عشق میں دینا چاہے۔ تو جسوقت یہ خیال آئے اسی وقت دل میں عشق کو جگہ دیدے۔ کیونکہ یہ نیک کام ہے اور جسوقت بھی تو اسے شروع کریگا۔ وہ ساعت نیک ہوگی۔ اور نتیجہ بھی حسب مراد۔

اس شعر کا دوسرا مصرع مشہور اور زبان زد خلائق ہے۔ بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔

ہیچ کاری بے تامل گرچہ صائب خوب نیست
بے تامل آستیں افشاندن از دنیا خوش است

(۳) ترجمہ۔ ہمکو عقل کی منع کرنے سے ڈراؤ اور شراب لاؤ۔ کیونکہ کوتوال ہمارے ملک میں برسرکار نہیں۔
مطلب یہ کہ ملک عشق میں محتسب عقل معزول ہوتا ہے۔ اسکا کوئی اختیار نہیں ہوتا اسلئے ہمیں [illegible] کہ عقل ہمکو کام سے منع کریگی شراب لاؤ کہ یہاں کسی کا ڈر نہیں۔ عقل و عشق کیلئے دیکھو شعر الف ۲۱ ت ۲۳ ت ۱۵ ق ۵۹ وغیرہ وغیرہ

عشق آمد و عقل ہمچو باد [illegible]
[illegible]

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ [illegible] عقل کو عشق کی [illegible] کہتے ہیں

چو عشق آمد از عقل دیگر مگوئے
کہ در دست چوگان اسیر است گوی

(۴) ترجمہ۔ تو اپنی آنکھوں سے پوچھ [illegible]

مطلب یہ۔ کہ سعد و نحس ستاروں کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور نہ گردش فلک پر منحصر ہے۔ سب کچھ اسی معشوق حقیقی کے ہاتھ میں ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تو اپنی آنکھوں سے پوچھ کہ ہمکو کون قتل کرتا ہے۔ آیا وہ [illegible] یعنی تیری آنکھیں ہمکو قتل کر رہی ہیں۔ ورنہ ستاروں کے ہاتھ میں کیا اختیار ہے۔ ستاروں سے پوچھو۔ تو وہ بھی یہی جواب دینگے۔

کس سے سیکھے ہیں طلسم پوچھو تو
اس کا نام آسمان سیکھے ہیں

اسی مضمون پر یہ بھی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

نیز دیکھو شعر ت ۱۲

(۵) ترجمہ۔ اس کا چہرہ ہلال کیطرح صاف آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہر آنکھ اس چاند کے ٹکڑے (معشوق) کے جلوہ کی جگہ نہیں۔
مطلب صاف ہے جسطرح ہلال صرف پاک اور صاف آنکھ سے دکھائی دے سکتا ہے۔ آنکھوں میں اگر [illegible] ہو تو ہلال نظر نہیں آتا۔ اسی طرح میرا معشوق بھی جو ہلال کیطرح چاند کا ٹکڑا ہے۔ صاف آنکھ سے نظر آسکتا ہے۔

یعنی جلوۂ محبوب حقیقی کیلئے ضروری ہے کہ آئینۂ دل صاف ہو اور اس پر کدورت کا بالکل نام نہ ہو۔ مرزا بیدل کہتا

حسن را اظہار شوخی رنگ تقصیرے نداشت
چشم ما غفلت نگہ شد جلوہ محو ناز ماند

(۶) ترجمہ۔ طریقۂ رندی کو غنیمت جان۔ کیونکہ یہ نشان۔ خزانہ کی راہ کیطرح ہر کسی پر ظاہر نہیں ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ طریقہ رندی عوام پر ظاہر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قیمتی خزانہ ہے۔ جو صرف چند خاص آدمیوں کو معلوم ہے۔ اور جیسا خزانہ کے متعلق علم وغیرہ کا علم عوام کو ہونا خطرناک ہے۔ اسی طرح طریقہ رندی کے نشان صرف چند مقربوں کو دئے جاتے ہیں۔ اسلئے اگر تجھ کو اس کے اسرار کا کچھ علم ہو جائے۔ تو غنیمت جان۔ ظاہر ہے کہ راہ عشق میں عاشقان حق کو جو اسرار ذات باری کی ذات و صفات کے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی اشاعت خطرناک ہے۔ کیونکہ دیوانہ کے ہاتھ میں خنجر دینا قرین مصلحت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام باوجود ان اسرار کی حقیقت سے واقف ہونیکے ان کی تلقین نہیں کرتے۔ اور ان کی اشاعت سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ آداب شریعت کی نہایت سختی سے پابند ہوتے ہیں۔ اور آداب کی پابندی کی تعلیم بھی ویسی ہی احتیاط سے کرتے ہیں۔ زیادہ تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف ۹/۳۰۲۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کی رونے نے تجھ پر کسی طرح کا اثر نہ کیا۔ میں اس دل پر حیران ہوں جو سنگ سخت سے کم نہیں ہے۔ جسطرح بارش کا پانی پتھر پر اثر نہیں کرتا۔ اسی طرح میری اشکباری نے بھی تیرے پتھر جیسے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔

غزل (۹۳)

۱ [illegible] — [illegible]
۲ بنوک خامہ رقم کردہ سلام مرا — کہ کارخانۂ دوران مباد بی رقمت
۳ نگویم از من بیدل بسہو کردی یاد — کہ در حساب خرد نیست سہو بر قلمت
۴ مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت — کہ داشت دولت سرمد عزیز و محترمت
۵ بیا کہ با سر زلفت قرار خواہم کرد — کہ گر سرم برود برندارم از قدمت
۶ ز حال ما دلت آگہ شود مگر وقتے — کہ لالہ بردمد از خاک کشتگان غمت
۷ روان تشنۂ ما را بجرعہ دریاب — چو میدہند زلال خضر بجام جمت
۸ صبا ز روی تو با ہر گلے حدیثے کرد — رقیب کی رہ غماز داد در حرمت
۹ دلم مقیم در تست حرمتش میدار — بشکر آنکہ خدا داشتست محترمت

ہمیشہ وقت تو ای عیسی صبا خوش باد	۱۰	کہ جان عاشق دلخستہ زندہ شد بدمت

(۱۱) کمین گداست و تو خوش تر میری حافظ
مکن کہ گرد برآید ز شہرۂ عدمت (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ کیا مہربانی تھی۔ کہ تیری قلم کے قطرے نے ناگاہ ہماری خدمت کے حقوق تیرے کرم کے آگے پیش کئے۔

(۲) ترجمہ۔ قلم کی نوک سے تو نے میرا سلام تحریر کیا ہے۔ خدا کرے۔ کہ کارخانہ جہاں تیری رقم کے بغیر نہ ہو۔

(۳) ترجمہ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تو نے مجھ بیدل کو بھول کر یاد کیا۔ کہ حساب عقل میں تیری قلم پر غلطی ممکن نہیں۔

رشحہ۔ بالفتح۔ پانی کا وہ قطرہ جو ایک جگہ سے ٹپک کر دوسری جگہ پر جا گرے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کی بڑی نوازش اور مہربانی ہے کہ آپ نے اپنے قدیمی غلام کے حقوق بندگی پر نظر فرما کر اس کی طرف خط لکھنے میں قلم سے ایک دو قطرے سیاہی کے صرف کئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے بھولے سے مجھے یاد کیا (نوٹ مطلب آخر خواجہ صاحب کا یہ ہے کہ سہوا آپ نے مجھے خط لکھا ہے مگر طرز بیان کی لطافت دیکھو) کیونکہ عقل نہیں مانتی کہ آپ کے قلم سے کوئی غلطی واقع ہو سکے آپ نے مہربانی سے مجھے سلام لکھا ہے خدا آپ کو جب تک زمانہ قائم ہے۔ اور کارخانہ دنیا جاری ہے سلامت رکھے۔ یہ اشعار خواجہ صاحب نے ضرور کسی دوست کے خط کے جواب میں لکھے ہونگے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے صرف بطور جوابی اشعار کی طبع آزمائی کی ہو۔ اور خاص کسی دوست کی طرف نہ لکھے ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ اس نعمت کے شکر میں مجھے ذلیل نہ کر۔ کہ دولت ازلی نے تجھے عزیز و محترم بنایا ہے

سرمد۔ یعنی ہمیشہ و دائم۔ از ازل تا ابد

مطلب یہ ہے۔ کہ خدا نے تجھے عزت اور حرمت بخشی ہے۔ اور دولت ازلی نصیب کی ہے۔ خدا کی اس مہربانی کے شکریہ میں تو مجھے بھی عزت بخش اور ذلت سے بچا

(۵) ترجمہ۔ اگر تیری زلف کے ساتھ میں قرار کرونگا کہ اگر میرا سر بھی جاتا جائے۔ تو تیرے قدموں سے سر نہیں اٹھاونگا۔

مطلب یہ ہے کہ میں اپنے دل کو تیری زلف میں اسیر کر کے ہمیشہ تیرا مطیع ہونگا۔ اور اگر سر بھی چلا جائے تو نہیں جاونگا۔

(۶) ترجمہ۔ ہمارے حال سے تیرا دل واقف ہو جائیگا۔ مگر اسوقت کہ لالہ تیرے عشق کے مقتولوں کی خاک سے اگیگا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ تجھے اسوقت ہمارے اشتیاق۔ ارمان اور حرمان کی خبر ہوگی۔ جب ہم نہ ہونگے اور ہماری قبروں پر گل لالہ ہوگا۔ گل لالہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اور بیچ میں ایک داغ [illegible]

درجسم داغ دل کو [illegible] تشبیہ دیتے ہیں [illegible] کا داغ و تعذر اور دل خون شدہ کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائینگے [illegible] ہماری مٹی سے لالہ پیدا ہوگا جس کے داغ دل اور خون دل سے گل لالہ اگیگا اسوقت معشوق کو معلوم ہوگا کہ ہمارے دل کا کیا حال ہے۔ مگر اس علم سے ہمیں کیا فائدہ؟۔

شعرا عموماً یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد قبر پر جو سبزہ یا درخت ہوگا وہ بھی مرنے والے کو دل کی حالت کے مطابق ہوگا۔ یہ دل کی حالت کا مبالغہ آمیز بیان ہے۔ مثلاً

[illegible]	[illegible] حسرت دیدار کا

اسی قبیل سے ہے

[illegible]	کہ اس کی مٹی سے بھی [illegible] پیدا ہو

(۲) ترجمہ۔ ہماری پیاسی جان کو ایک گھونٹ سے حاصل کر (یا ایک گھونٹ کے ذریعے سے بچالے) جبکہ زلال خضر جام جم میں بہتے ہیں

زلال۔ بضم اول۔ ایک کیڑے کا نام ہے جو برف میں ہوتا ہے اور ایک انگلی کے برابر ہوتا ہے اور وہ مثل ایک جھلی ہوتی ہے۔ جو صاف پانی سے پر ہوتی ہے اس کیڑے کی حیات و حرکت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ چونکہ عرب میں آب شیریں کم ہوتا ہے عرب کے لوگ ان کیڑوں کو نچوڑ کر پانی نکالتے ہیں اور پیتے ہیں۔ کیونکہ یہ پانی نہایت سرد اور میٹھا ہوتا ہے مجازاً ہر شیریں پانی کو کہتے ہیں۔ زلال خضر سے مراد آب خضر یا آب حیات۔

مطلب یہ ہے کہ جب تیرے جام جم میں آب خضر ہے۔ یعنی جب تیرے جام ہی میں آب حیات ہے۔ تو ایک گھونٹ مجھ تشنہ جان کو بھی پلا دے اور حیات ابدی بخش۔ یعنی مئے محبت پلا کر بقائے دوام نصیب کر۔

(۳) ترجمہ۔ صبا ہر پھول کیساتھ تیرے رخسار کی باتیں کرتی تھی۔ پاسبان نے اس چغل کو تیرے حرم میں کب جانے دیا۔

غماز۔ بالفتح۔ و تشدید میم۔ سخن چین۔ آنکھ سے اشارہ کرنیوالا۔ طعنہ زن۔ رقیب۔ بمعنی نگہبان و پاسبان (غیاث اللغات) مطلب یہ ہے کہ باد صبا تیرے رخسار کی نزاکت۔ رنگت۔ خوشبو اور لطافت کا ذکر پھولوں سے کر رہی تھی اس غماز کو (یعنی باد صبا کو) دربان نے تیرے حریم حرم میں کسطرح جانے دیا۔

ایک صاحب جو حقیقی معنوں کے بہت شائق ہیں فرماتے ہیں "صبا سے مرشد۔ گل سے مراد مرید۔ رقیب سے مراد شیطان ہے تیری حرم میں یعنی مرشد نے مرید دل سے تیری مشاہدہ تجلی کی بابت سب کچھ کہدیا ہے اب رقیب یعنی شیطان کو تیری حرم میں یہ چغلخوری کا موقع نہیں" بلند پروازی قابل داد ہے۔

(۹) ترجمہ - میرا دل تیری دو چشم ہے۔ اسکی عزت کر اسباب کی تسکین میں کہ خدا نے تجھے محترم کیا ہے۔ یعنی خدا نے تجھے حرمت و عزت نصیب کی ہے ہم خاک نشینان آستان کو تو عزت بخش۔ دیکھو غزل ۱۸ شعر (۴)

(۱۰) ترجمہ - اے صبا کی عیسیٰ ہمیشہ تیرا وقت خوش گذرے۔ کیونکہ عاشق خستہ دل کی جان تیرے نفس سے زندہ ہوگئی
مطلب یہ ہے کہ اے بادصبا کی عیسیٰ یعنی اے عیسیٰ دم والی بادصبا خدا تجھے خوش رکھے کہ تیرے دم سے خستہ حال عاشق کو از سر نو زندگی حاصل ہوئی۔ ہمیشہ عاشق بادصبا کو معشوق کا قاصد اور پیام بر کہتے ہیں۔ جو معشوقوں کی طرف سے ان کو جلد پیام پہنچاتا ہے۔ اور ان پیغاموں سے عاشقوں کو از سر نو زندگی بخشتا ہے۔ معشوق حقیقی اور عاشق کے درمیان پیغام بری کا کام پیغمبر کرتے ہیں اسلئے صبا سے مراد پیغمبر یا مرشد بھی لیجا سکتی ہے۔
سورہ انفال یا ایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو پکار کا قبول کرو واسطے اللہ کے اور واسطے رسول کے جب پکارے تمکو واسطے اس کے کہ زندہ کرے تمکو۔

(۱۱) ترجمہ - اے حافظ یہ کمین گاہ ہے اور تو بہت تیز جا رہا ہے۔ نہ کر۔ (تیزی نہ کر) کہ عدم کی شاہراہ سے تیری گرد اٹھے گی
کمین گاہ۔ کمین کسی جگہ دشمن یا شکار کے قصد پر چھپ کر بیٹھنا۔ کمین گاہ وہ جگہ جہاں قصد دشمن پر چھپ کر بیٹھا جائے صرف لفظ کمین بھی بمعنی کمین گاہ استعمال ہوتا ہے۔
مطلب یہ ہے۔ کہ دنیا ایک کمین گاہ ہے۔ جہاں تیرے سیکڑوں دشمن (اور دست اجل خاص کر) گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تجھے آہستہ اور ہوشیاری سے قدم سنبھال کر رکھنا چاہئے۔ اسقدر تیز روی نہ کر ورنہ تیری گرد شاہراہ عدم سے اٹھیگی۔ یعنی تو معدوم ہو جائیگا۔ مارا جائیگا۔ راہ عشق میں بھی سالک کو ہر قدم پر سنگ راہ کا مقابلہ ہے۔ اور چپہ چپہ پر دشمن ہیں۔ احتیاط لازم ہے۔ امیر خسرو اسی راہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

راہ پر از چاہ و تو زاں بے خبر
تا چہ شود مور ضعیف بسیل در

رہ نعت کے متعلق جہاں رہ عشق سے بھی زیادہ احتیاط لازم ہے۔ عرفی کہتا ہے۔

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

مگر مرزا عبد القادر بیدل کو دیکھئے کہ شاہراہ عدم پر کس تیز رفتاری سے گذرا چاہتے ہیں

بدل شکستہ ازیں چمن زدہ ایم بال گذشتنی
کہ شتاب گر ہمہ خون شود نرسد بگرد درنگ ما

کچھ بھی نہیں۔ اب اپنی ناداری اور بیخودی کے ذریعہ وصال معشوق کو حاصل کرنا چاہتا ہے گویا ایک مفلس ہے۔ جو قارون کے خزانہ کا طلبگار ہے۔ پاس تو کچھ بھی نہیں اور آرزو اتنی بڑی۔

قمار عشق میں ایسا لگا بیٹھے آزاد | جو نقد دل تھا وہ پہلے ہی ہار بیٹھے ہیں

غزل (۶۵)

زاں یار دلنوازم شکریست با شکایت ۱ گر نکتہ داں عشقی خوش بشنو ایں حکایت
بے مزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردیم ۲ یارب مباد کس را مخدوم بی عنایت
رنداں تشنہ لب را آبے نمی دہد کس ۳ گویا ولی شناساں رفتند از ولایت
در زلف چوں کمندش ای دل مپیچ کانجا ۴ سرہا بریدہ بینی بی جرم و بی خیانت
ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست ۵ کش صد ہزار منزل بیش است در بدایت
چشمت بغمزہ ما را خوں خورد و می پسندی ۶ جانا روا نباشد خوں ریز را حمایت
ہر چند بردی آبم رو از درت نتابم ۷ جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت
اے آفتاب خوباں میسوز داندرونم ۸ یک ساعتم بگنجاں در سایہ عنایت
درایں شب سیاہم گم گشتہ راہ مقصود ۹ از گوشہ بروں آ ای کوکب ہدایت
از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود ۱۰ زنہار ازیں بیاباں وین راہ بی نہایت

(۱۱) عشقت رسد بفریاد گر خود بساں حافظ (۱۱)
قرآں ز بر بخوانی با چاردہ روایت

(۱) ترجمہ۔ اس یار دلنواز سے مجھ کو شکر اور شکایت ہے۔ اگر تو عشق کے نکات کو جانتا ہے۔ تو یہ بات اچھی طرح سن۔ ظاہر ہے کہ جب محل شکر ہو تو شکایت بے موقع ہوتی ہے۔ اور جہاں مقام شکایت ہو وہاں جائے شکر چہ معنی؟۔ خواجہ صاحب اپنے محبوب کا شکایت آمیز شکریہ ادا کرتے ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں تو شکایت اور شکوہ بالکل جائز ہی نہیں۔ مگر یہ قواعد اور پابندیاں آداب والوں کیلئے ہوتی ہیں۔ سوختہ روانوں کیلئے نہیں ہیں۔ شریعت میں احکام آداب کی پابندی لازم ہے۔ مگر راہ محبت میں عاشق و معشوق کے درمیان جو راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں ان کا طور تو بالکل ہی علیحدہ ہے

ع — این زمین را آسمانے دیگر است

ایک طرح خدا کے پاس شکایت کرنا شرعاً جائز بھی ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیقراری اور غم کی شکایت خدا کی ہے سورہ یوسف۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (سوائے اسکے نہیں کہ میں شکایت کرتا ہوں بیقراری اپنی کی اور غم اپنے کی طرف اللہ کی) اور لوگوں کے اعتراض پر کہ یہ شکایت ناجائز ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرماتے ہیں۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اور جانتا ہوں میں خدا کی طرف سے جو کچھ کہ تم نہیں جانتے) یعنی تم مجھ صبر کی تعلیم کیا سکھاؤ گے۔ بے صبر تو وہ ہے۔ جو خالق کی شکایت خلق کے آگے کرے۔ میں تو اسی سے کہتا ہوں۔ جس نے مجھے درد دیا۔ گویا خدا کی درگاہ میں شکایت بھی ایک عرض اور درخواست ہے اور بمنزلہ دعا کی ہے۔ شکایت وہ ہے جو لوگوں سے کی جائے۔ ڈاکٹر اقبال کے مشہور و معروف شکوہ پر بھی ایک مولوی صاحب نے یہی اعتراض کیا تھا۔ کہ بارگاہ الٰہی میں شکوہ ناجائز ہے ہر حال میں شکر چاہیئے۔ مگر نکتہ شناسانِ عشق جانتے ہیں۔ کہ

[illegible]
هر چه زبیش است وز کم باز دان
در رہِ الفت کہ بود هیچ هیچ

[illegible]
سجده و تعظیم ز هم باز دان
یا چه نهی بر تو نگیریم هیچ

(۲) ترجمہ۔ جو خدمت ہم نے کی وہ بے مزد اور بے احسان تھی۔ اے خدا کسی کا مخدوم بے عنایت نہ ہو۔ بے مزد۔ یعنی بے اجرت بغیر حق خدمت لیے۔ مفت

خدمت اور حق خدمت کا ذکر بھی صرف عاشقانہ گفتگو میں جائز ہے ورنہ

منت منه که خدمت سلطان همی کنی
منت پذیر ازو که بخدمت بداشتت

(۳) ترجمہ۔ رندان تشنہ لب کو کوئی پانی بھی نہیں دیتا گویا ولی شناس [illegible] ولایت سے چلے گئے۔

رندوں کو آتش شوق فرو کرنے کیلئے کوئی جام بھی نہیں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ان کے شوق کی شدت سے واقف نہیں۔ گویا ولی ولایت سے اٹھ گئے۔ ورنہ ولی را ولی می شناسد۔ اگر کوئی ولی ہوتا۔ تو ضرور انکو پہچان لیتا اور ان کی آتش شوق کو فرو کرنے کی کوشش کرتا۔ یہ رند ولی ہیں۔ مگر ان کو کوئی نہیں پہچانتا۔

(۴) ترجمہ۔ اسکی کمند جیسی زلف میں اے دل تو پیچ نہ کھا کیونکہ اس جگہ تو کئی سر بے جرم اور بے خطا کٹا ہوا دیکھیگا۔ مطلب یہ ہے کہ زلف معشوق کے خم میں گرفتار نہ ہو کیونکہ وہاں بے جرم اور بے گناہ سر کاٹے جاتے ہیں تیرا بھی یہی انجام ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ اس راستہ کے انجام کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ جب اسکی آغاز ہی میں سو ہزار سے زیادہ منزلیں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ راہ عشق اس قدر طول و طویل ہے کہ اسکی ابتدائی منازل کی تعداد بھی لاکھوں سے زیادہ ہے۔ انتہائی مراحل کا کیا ذکر۔

(۶) ترجمہ۔ تیری آنکھوں نے غمزہ سے ہمارا خون کیا اور تو اسکو پسند کرتا ہے اے جانان خونریز (قاتل) کی حمایت جائز نہیں

خواجہ صاحب بے شک حق بجانب ہیں۔ اعانت جرم بذاتہ ایک جرم ہے

(۷) ترجمہ۔ ہر چند تو نے میری آبرو بربادی کی میں تیرے دروازہ سے منہ نہیں پھیرونگا۔ کیونکہ دوست کا ظلم دشمن کی مہربانی سے اچھا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ گرچہ تیرے عشق میں بدنام ہوا اور رسوا ہوا۔ لیکن تیری محبت میرے دل سے پھر بھی دور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دوست جو سلوک کرے وہ اچھا ہے اور اچھا نہ بھی ہو تو چارہ کیا ہے۔

آنکہ بے او بسر نشاید برد
گر جفائے کند بباید برد

(۸) ترجمہ۔ اے خوبصورتوں کے آفتاب میرا سینہ جل رہا ہے۔ کچھ دیر کیلئے مجھ کو اپنی مہربانی کے سایہ کے نیچے جگہ دے۔

یعنی اے معشوق آتش ہجر سے میرا سینہ جل رہا ہے آپ وصال سے اس آگ کو فرو کر۔ مگر جیسے آفتاب سے سایہ کی درخواست بے سود ہے۔ ویسے ہی معشوق سے لطف کی درخواست بے فائدہ۔

(۹) ترجمہ۔ اس اندھیری رات میں راہ مقصود گم ہو گیا ہے۔ اے ہدایت کے تارے کسی گوشہ سے باہر نکل۔

دنیا فی الحقیقت ایک اندھیری رات کی مثال ہے۔ جو سالک (مسافر) کو طے منازل میں پیش آئے اور ظاہر ہے کہ اندھیری رات میں گمراہ ہونیکا بہت ڈر رہتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ستارہ روشن ہو کر اسکو مشرق و مغرب کا نشان دے تو منزل مقصود پر پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ جہاز رانوں اور مسافروں کیلئے ستاروں کی اہمیت ظاہر ہے۔

دنیا میں آدمی کو گمراہ کرنے کیلئے کئی غول راہ اور کئی شیطان ہیں اسلئے خواجہ صاحب راہ ہدایت کے رہبر پر زور دیتے ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

نیست پرواز خطر رہ عشق
بے بدرقہ عنایت تو۔
آنجا ہمہ رہزنان بے باک
نتوان شد ازیں رہ خطرناک۔

(۱۰) ترجمہ۔ جس طرف کہ میں گیا وحشت ہی بڑھی۔ خبردار! اس بیابان اور اس بے پایاں راہ سے خبردار!

بیابان۔ (بے آبان) وہ جنگل جس میں پانی نہ ہو۔ مطلق صحرا۔ خواجہ صاحب نے پھر راہ عشق کی بے پایاں ہونے اور اس بیابان کی وحشت افزا ہونیکا ذکر کیا ہے۔ اس راہ کے بے پایاں ہونیکا بیان غزل ہذا کے شعر (۵) میں بھی گذر چکا ہے۔

مولانا غنیمت فرماتے ہیں کہ راہ عشق جوں جوں چلو گے بڑھتا جائیگا

[illegible]
[illegible]

(۱۱) ترجمہ۔ عشق تیری فریاد کو پہنچیگا۔ اگر تو بھی حافظ کیطرح قرآن شریف کو ان سب چودہ روایتوں کی ساتھ پڑھے

زیر۔ یاد از بر یعنی حفظ۔ زبانی یاد کر لینا

چاردہ روایت۔ قرآن شریف کے پڑھنے کی سات مشہور قرأتیں ہیں خلفائے راشدین کے بعد بعض آدمی قرآن شریف کے پڑھنے میں غلطیاں کرتے تھے۔ اکابر زمانہ نے یہ اتفاق کیا کہ جس شہر میں مصحف امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہو اسجگہ کے ماہران قرآن اس مصحف کی رو سے تعلیم دیں۔ ورنہ تعلیم قابل اعتبار نہ ہوگی۔ چنانچہ (۱) امام نافع۔ مدینہ منورہ میں (۲) امام کثیر مکہ معظمہ میں (۳) امام ابو عمر بصرہ میں (۴) امام ابن عامر شام میں (۵) امام عاصم (۶) امام حمزہ (۷) امام کسائی کوفہ میں مقرر ہوئے۔ انمیں سے ہر ایک اس نہج کے مطابق جو ان تک رسول کریمؐ سے بواسطہ استادوں کے پہنچی تھی۔ تعلیم دیتے تھے۔ ان سب اماموں کے نام رباعی ذیل میں مذکور ہیں

در مکہ ابن کثیر است امام
در بصرہ ابو عمرو علا دارد نام
نافع ز مدینہ ابن عامر از شام
عاصم و حمزہ کسائی ہمہ از کوفہ تمام

ان سات اماموں میں سے ہر ایک امام کے دو راوی ہیں۔ گویا کل چودہ راوی اور چودہ روایتیں ہوئیں۔ ہندوستان کی مروجہ قراءت امام عاصم کی قرأت ہے۔ ان کے دو راویوں کا نام ابوبکر اور حفص ہے (ماخوذ از رسالہ البیان الجلیل الترتیل لمرتبہ [illegible])

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو بھی حافظ کی طرح قرآن شریف کو حفظ کرے اور اسے چاردہ روایت کے مطابق پڑھ سکے اور پڑھے۔ تو عشق الٰہی تیری مدد کریگا اور تیری فریاد سنیگا۔ سبحان اللہ! عاشق و معشوق کے درمیان صرف یہی ایک وسیلہ ہے۔ اسی وسیلہ کی ذریعہ وصال محبوب ممکن ہے اور فی الحقیقت اگر طالبان حق کو وصال و مشاہدہ کی کوئی امید ہو سکتی ہے تو اسی ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت اور اس کے احکام کی تعمیل اور اوامر و نواہی کی پابندی کے بغیر کوئی مسلمان نجات کا حقدار نہیں ہو سکتا اور جمال ایزدی کے انوار و مشاہدہ ذات رب الارباب سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک پیغام ہے جو معشوق حقیقی کیطرف سے عاشقان حق کو بذریعہ قاصد صبا آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچا ہے اور اس پیغام پر عاشق ایک جان کیا ہزار جانیں ہوں تو قربان کر دے۔ خواجہ صاحب نے تو منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے اور حصول وصال کے لئے یہ طریق العمل تجویز کیا۔ ان کے معترض اب کوئی اور طریقہ بھی تجویز فرما دیں (ظاہر ہے کہ وہ طریقہ روش اسلام کے خلاف ہوگا۔)

چوں تو در قرآن حق بگریختی
با روان انبیاء آمیختی
ہست قرآں جانہاے انبیاء
ماہیان بحر پاک کبریا
ور بخوانی و نہ قرآں پذیر
انبیاء و اولیا را دیدہ گیر

در پذیرای بو بر نوائی قفس مرغ جانت تنگ آید در قفس

غزل (۶۶)

یارب سببی ساز کہ یارم بسلامت ۱ باز آید و برہاندم از چنگ ملامت
خاک رہ آں یار سفر کردہ بیارید ۲ تا چشم جہاں بیں کنمش جای اقامت
فریاد کہ از شش جہتم راہ ببستند ۳ آں خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت
امروز کہ در دست توام مرحمتی کن ۴ فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت
ای آنکہ بتقریر و بیان دم زنی از عشق ۵ ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت
درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا ۶ کایں طائفہ از کشتہ ستانند غرامت
در خرقہ زن آتش کہ خم ابروی ساقی ۷ بر می شکند گوشہ محراب امامت
حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ۸ بیداد لطیفاں ہمہ لطف ست و کرامت

(۹) کوتہ نکند بحث سر زلف تو حافظ
پیوستہ شد ایں سلسلہ تا روز قیامت (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے خدا کوئی سبب کر کہ میرا یار سلامتی سے واپس آجاوے اور پنجۂ ملامت سے مجھے رہائی دے۔
ملامت سے مراد لوگوں کی لعن طعن ہے

(۲) ترجمہ۔ اس سفر کرنے والے دوست کی خاکِ راہ لاؤ۔ تاکہ جہاں کو دیکھنے والی آنکھ میں اسے جگہ دوں۔
یعنی سرمۂ چشم بناؤں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جہاں بین آنکھ میں خاکِ راہِ معشوق ڈالوں تاکہ وہ جہاں بینی چھوڑ کر طرف محبوب بینی اختیار کرے۔

(۳) ترجمہ۔ فریاد کہ شش جہات سے میرا رستہ بند کر دیا ہے اس خال و خط زلف و رخ۔ عارض و قامت نے۔
مطلب یہ ہے کہ معشوق کی ان چھ چیزوں نے مجھے اور کسی مطلب کا نہیں چھوڑا۔ اور مجھے گرفتار کر لیا ہے اور میرے لئے ان چھے دربانوں نے شش جہات بند کر دئیے ہیں۔ میں کسی طرح ان کی قید سے باہر نہیں نکل سکتا۔
شش جہات سے مراد مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب۔ اوپر۔ نیچے۔ امیر مینائی نے چھ پہ بھی ایک اضافہ کیا ہے۔

ناز۔ ادا۔ آن۔ حیا۔ غمزہ۔ کرشمہ۔ شوخی	لے گیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتوں میں

(۴) ترجمہ۔ آج کہ میں تیرے اختیار میں ہوں رحم کر۔ کل جب میں خاک ہو جاؤنگا۔ ندامت کے آنسوؤں سے کیا فائدہ ہوگا

مضمون صاف ہے غالب کا شعر ہے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۵) ترجمہ۔ اے وہ شخص جو تقریر و بیان سے عشق کا دم مارتا ہے۔ ہم تجھ سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ خیر و سلامت۔

یعنی اے مدعی تو صرف تقریر و بیان میں ہی عاشقی کا دعوی کرتا ہے ورنہ دل میں عشق سے ناآشنا ہے ہمارا حال برعکس ہے اس لئے ہماری تمہاری باہمی گفتگو سے کیا فائدہ۔ ہم تجھ سے قطع تعلق کرنا چاہتے ہیں۔ خیر ما خیر شما۔

(۶) ترجمہ۔ اے درویش دوستوں کی تلوار سے فریاد نہ کر کیونکہ یہ لوگ اپنے معشوق سے بھی تاوان لیا کرتے ہیں۔

غرامت۔ تاوان پشیمانی۔ عذاب۔

مطلب یہ ہے کہ معشوقوں کے جور و ستم سے نالاں نہ ہو۔ یہ لوگ جور و ستم کرنیکو بھی مہربانی سمجھتے ہیں اور اس مہربانی پر صلہ اور احسانمندی کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ شعر ابنائے وقت کی شکایت میں بھی ہو سکتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ خرقہ کو آگ لگا کہ ساقی کا خم ابرو۔ امامت کے گوشہ محراب کو توڑ دیتا ہے

محراب۔ مسجد کی مغربی دیوار کا وہ خمدار حصہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے بوجہ خمیدگی ابرو معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ خرقہ زہد و پارسائی کو آگ لگا کیونکہ محراب ابروئے یار محراب امامت کو توڑ دیتا ہے یعنی زہد خشک کو چھوڑ اور عشق الہی اختیار کر کیونکہ عشق تمام عبادتوں سے افضل ہے۔

طاق ابروئے تو شد قبلہ من سر بسجود	چشم بد دور کہ ہستم بنمازی عجبے

ملا جلال الدین کا شعر ہے

سرچشمہ زندگی لب دلجوئے تست	محراب نماز عارفاں ابروئے تست

(۸) ترجمہ۔ ہرگز میں تیرے جور و جفا سے نہیں روتا۔ معشوقوں کا ظلم بھی لطف و کرم ہوتا ہے۔

حاشا۔ بمعنی پناہ۔ دور۔ پاکی۔ خالی۔ مگر بطور کلمہ استثنا۔ **حاشا و کلا**۔ عموماً اکٹھے آتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ تیری سر زلف کی بخشش کو کوتاہ نہیں کرتا۔ یہ سلسلہ روز قیامت تک قائم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ روز قیامت تک تیرے زلف و رخ کی تعریف میں مشغول رہیگا۔ اور کبھی تیرے عشق سے سر نہیں پھیریگا۔ اور تیری زلفوں کا سلسلہ بھی اسقدر طویل ہے کہ اسکا ذکر تمام عمر آدمی کرتا رہے۔ تو بھی ہنوز روز افزوں ہوتا ہے۔ [illegible]

غزل (۶۷)

ساقیم خضر ست و مے آب حیات	۱	توبہ از مے چوں کنم ہیہات ہات
بادہ تلخ از لب شیریں لبان	۲	در حلاوت می برد آب از نبات
چون دم عیسیٰ نسیم او ز لطف	۳	مردہ صد سالہ را بخشد حیات
جز بآب آتشیں یعنی شراب	۴	حل نگیرد گر دو مرا ایں مشکلات
روز می بینم کہ از دیوان عشق	۵	جز می حمرا نشد مارا برات
شاد باد ارواح آن رندی کہ او	۶	بر سر کوی مغاں یابد وفات

(۷) حاصل عمر تو حافظ در جہاں
بادہ صافیست باقی ترہات (۷)

(۱) ترجمہ - ساقی میرا خضر ہے - اور شراب آب حیات - شراب سے توبہ کسطرح کروں - توبہ! توبہ! اتراد ہیہات - ہیات (اسم فعل ہے یعنی ایسا اسم جو بمعنی فعل ماضی استعمال ہوتا ہے) بمعنی دور ہو گیا - مقام تاسف ہیہا ہیہات استعمال کرتے ہیں یعنی ہیہات مقصود سے دور ہو گیا - افسوس فارسی محاورہ میں بمعنی تعجب و تحیر بھی استعمال کرتے ہیں یہاں ہی ہیہات کا ترجمہ توبہ! توبہ! کیا ہے - یعنی توبہ! توبہ! شراب میں کب چھوڑ سکتا ہوں شراب سے کب توبہ کر سکتا ہوں -

(۲) ترجمہ - شیریں لبوں کے لب سے بادہ تلخ شیرینی میں مصری سے بھی آگے جاتا ہے -

یعنی شیرینی میں قند و نبات سے بڑھ کر ہے - آب یعنی آبرو - رونق - مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ہاتھ سے شراب پینا یا معشوق کے منہ کی کڑوی بات یا لب معشوق کا بوسہ طبرزد اور قند سے شیریں تر ہے -

نہ بذوق لعل تو تواں یافت شکر (خسرو) نہ بشکل دہنت غنچہ خنداں روید

(۳) ترجمہ - دم عیسیٰ کی طرح معشوق کی نسیم لطافت سے سو سال کے مرے ہوئے کو زندہ کرتی ہے -

یعنی معشوق کے انفاس اسکی خوشبو اسکا پیغام عاشقوں کیلئے دم عیسیٰ کے برابر ہے - جس سے انکے مردہ اور افسردہ دلوں کو از سر نو زندگی حاصل ہوتی ہے - لطف بمعنی مہربانی - لطافت - پاکیزگی - روح پروری -

(۴) ترجمہ - آب آتشیں یعنی شراب کے سوا میری مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں - دیکھو شعر الف ۱ و شعر ۳ غزل ۵۷

(۵) ترجمہ۔ ہماری قسمت دیکھو کہ دیوان عشق سے سوائے شراب سرخ کی ہمارے حصے میں کچھ نہ آیا۔

براۃ۔ دیکھو شعر ب ۱۵ **دیوان**۔ دیکھو شعر ت ۳۴

یعنی روز الست سے عشق ہمارے حصہ میں آیا۔ بعض نسخوں میں مے ہجران لکھا ہے۔ یعنی شراب فراق۔ مطلق فراق۔ ہجر۔

(۶) ترجمہ۔ اس رند کی روح خوش ہو جسنے کوئے مغاں میں وفات پائی۔ مروجہ نسخوں میں شاد باد ارواح الخ لکھا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری عمر کا حاصل جہاں میں شراب صاف ہے۔ باقی واہیات۔

ترہات۔ بضم اول و را مشددہ۔ سخنہائے باطل۔ لہو آمیز جمع ترہت۔ یعنی انسانی زندگی کا حاصل عشق الٰہی ہے اور کنت کنزا (الف ۱) کے رو سے آفرینش کائنات کی علت غائی یہی ہے۔ باقی تمام قصے باطل۔

غزل (۶۸)

شربتی از لب لعلش نچشیدیم و برفت	۱	روی مہ پیکر او سیر ندیدیم و برفت
گوئی از صحبت ما نیک بتنگ آمدہ بود	۲	بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت
بس کہ ما فاتحہ و حرز یمانی خواندیم	۳	وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت
سر ز فرمان خطم گفت مکش تا نروم	۴	ما سر خویش ز خطش نکشیدیم و برفت
عشوہ میداد کہ از کوی ارادت نروم	۵	دیدی آخر کہ چسان عشوہ خریدیم و برفت
شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن	۶	در گلستان وصالش نچمیدیم و برفت
گفت از خود ببرد ہر کہ وصالم طلبد	۷	ما بامید وی از خویش بریدیم و برفت
صورت او و لطافت اثر صنع خدا است	۸	ما برویش نظر سیر ندیدیم و برفت

(۹) ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردیم
کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت (۹)

غزل ہذا میں مسلسل مضمون موجود ہے۔ اور ایک ہی واقع کے متعلق غزل معلوم ہوتی ہے۔ کسی خاص واقعہ کی طرف بھی اشارہ ممکن ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اسکے لب لعل سے ہم نے شربت نہ چکھا تھا۔ کہ وہ چلا گیا۔ اسکے چاند جیسے چہرہ کو سیر ہو کر نہ دیکھا تھا کہ وہ چلا گیا۔
مطلب یہ ہے کہ ہم ابھی اس کے وصل و دید سے سیر نہیں ہوئے تھے کہ وہ چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ عاشق کبھی سیر نہیں ہوتا۔ دیکھو شعر ا ۵ (۱۳۵)۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

(۲) ترجمہ۔ گویا ہماری صحبت سے بہت تنگ آگیا تھا۔ اسباب باندھ لیا اور ہم اس کے پاس نہیں پہنچے کہ وہ چلا گیا۔

نیک۔ علاوہ معروف معنی کے اصطلاحاً زیادہ۔ بسیار کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے بہت سورہ فاتحہ اور دعائے یمانی پڑھی اور اس کے بعد (یا اس کے پیچھے) سورہ اخلاص بھی پڑھ کر پھونکی۔ مگر وہ چلا گیا۔

فاتحہ۔ سورہ فاتحہ۔ قرآن شریف کی پہلی سورۃ (الحمد للہ) **اخلاص**۔ سورہ اخلاص۔ یعنی (قل ہو اللہ) تیسویں سیپارہ میں ہے۔ **حرز یمانی**۔ چند دعائیں ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سفر کے وقت پڑھائی تھیں۔ سورہ اخلاص محبت و اخلاص کیلئے اور سورہ فاتحہ کشائش مشکلات کیلئے پڑھا کرتے ہیں۔ حرز یمانی سفر کی مشکلات کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری دعاؤں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ چلا گیا۔

میں چاہتا تھا اسی دن کہ ہاں میری جگہ بھی نہ جا تو جانے دوں
کہنے لگا کہ مہر فریب گر و فسوں نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

(۴) ترجمہ۔ کہا کہ میرے خط و حکم سے سر نہ پھیرو تو میں نہیں جاؤں گا۔ ہم نے اس کے خط سے سر نہیں پھیرا لیکن پھر بھی وہ چلا گیا۔

یعنی مجھ سے کہا کہ میرے ناز و ادا کو بسر و چشم قبول کرو اور میرے احکام سے سرتابی نہ کرو تو میں نہیں جاؤں گا لیکن اسکے احکام کی تعمیل پر بھی وہ مجھ کو چھوڑ کر چلا گیا

(۵) ترجمہ۔ وہ ناز و ادا کرتا تھا (یا فریب دیتا تھا) تاکہ میں کوچہ فرمانبرداری سے باہر جاؤں تو نے دیکھا کہ ہم نے آخر کس طرح دھوکا کھایا اور وہ چلا گیا

عشوہ۔ بکسر۔ ناز۔ فریب۔ حرکت معشوق جو عاشق کو فریفتہ کرے۔ پچھلے شعر کے ساتھ تسلسل مضمون ہے یعنی معشوق نے ہم سے وعدہ کیا کہ اگر ہم فرمانبردار رہے۔ تو وہ ہم سے کبھی جدا نہ ہوگا یہ صرف فریب تھا تاکہ ہم اسکی ارادت پر قائم نہ رہیں اور اسکے مطیع فرمان۔ ہم یہ دھوکہ کھا گئے۔ اور مطیع فرماں رہے۔ مگر وہ آخرکار چلا گیا۔

(۶) ترجمہ۔ وہ باغ حسن و لطافت میں خراماں ہوا لیکن ہم اس کے وصال کے باغ میں ابھی خراماں نہیں ہوئے تھے کہ وہ چلا گیا۔

چمان۔ بفتح از مصدر چمیدن۔ ناز سے خراماں ہونا۔ رفتار میں ناز کی سبب سے ادہر ادہر جھکنا اور مائل بہر سو ہونا۔ **چمن**۔ باغ میں ایک خاص مقام جہاں ہر طرح کے پھول ہوتے ہیں۔ باغ میں وہ چبوترہ جس کے چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں ہوں۔ ایک محقق کی رائے ہے کہ چمن دراصل بمعنی بستانِ چمیدن یعنی جائے خرام و جائے رفتار ہے۔ جو باغ کی گرد بنائی جاتی ہے اور جسے اصطلاح میں روش کہتے ہیں۔ مجازاً بمعنی خیابان باغ استعمال ہوتا ہے۔

مطلب ہے کہ ہمارا معشوق کمال حسن و لطافت میں ہے۔ مگر ہمیں اسکا وصال نصیب نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اس نے کہا کہ جو شخص میرا وصال چاہتا ہے اسے اپنے سے قطع کرے۔ ہم نے اس کی امید میں اپنی خودی کو چھوڑا (لیکن وہ پھر بھی چلا گیا۔ یہ تو درست ہے کہ

بے فنائی خود میسر نیست دیدار شما | می فروشد خویش را اول خریدار شما

لیکن وجود ترک خودی اور ترک خود رائی کے بھی اگر دیدار نصیب ہو۔ تو افسوس۔

(۸) ترجمہ۔ اسکی صورت لطافت میں خدا کی صنعت کا نشان ہے۔ ہم نے اسکو نظر بھر کر نہ دیکھا تھا کہ وہ چلا گیا۔

اثر۔ نشان پا۔ نشان زخم۔ مطلق نشان۔ یعنی اسکی لطیف اور خوبصورت شکل دیکھکر صنعت خدا کی شان نظر آتی ہے۔ مگر ہم نے سیر ہو کر اسکی صورت کو نہ دیکھا تھا کہ وہ چلا گیا۔

دل چاہتا ہے کہ قدرت صانع پہ ہوں نثار | تجھ کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کروں

(۹) ترجمہ۔ حافظ کسطرح تمام رات ہم نے نالہ و فریاد کی کہ افسوس ہے کہ ہم اسکو الوداع بھی کہنے نہ پہنچ سکے کہ وہ چلا گیا

دوسرے مصرع میں وہی مضمون ہے جو شعر (۲) کے مصرع ثانی میں ہے۔
بود اعش کی جگہ اگر بود حالش پڑھا جاوے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

غزل (۶۹)

مارا ز آرزوی تو پروای خواب نیست	۱	بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست
در دور چشم مست تو ہشیار کس ندید	۲	کو دیدۂ کز تو حشمت بخواب نیست
در ہر کہ بنگری بغمے از تو مبتلاست	۳	یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست
ہر کو بدست عشق تو شد کشتہ بر درت	۴	او را در آں جناب سوال و جواب نیست

(۵) حافظ چو زر بوتہ در افتاد و تاب یافت
عاشق نباشد آنکہ چو زر او بتاب نیست (۵)

(۱) ترجمہ۔ ہمکو تیری آرزو میں نیند کی پرواہ نہیں ہے۔ تیرے دلفریب چہرہ کے بغیر رہنا درست نہیں ہے۔
یعنی تیری صورت اگر آنکھوں کے سامنے ہو۔ تو پھر جی چاہتا ہے کہ اسی دیکھتے ہی رہیں۔ نیند کافور ہو جاتی ہے اور یوں بھی تیرے دیدار کے بغیر زندگی بسر کرنا ناجائز ہے۔ عاشقان حق کی شب خیزی غالباً اسی وجہ سے ہوتی ہے۔
قرآن مجید میں ہے۔ **تتجافی جنوبھم عن المضاجع** ان کی کروٹیں بستروں سے دور رہتی ہیں۔
(۲) ترجمہ۔ تیری مست آنکھوں کے دور میں کسی نے ہشیار آدمی نہیں دیکھا۔ وہ آنکھ کہاں ہے جو تیری آنکھوں

کے تصور سے خواب آلودہ نہیں (مست نہیں) - یعنی تیری مست آنکھوں کی مستی تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے - اور کسی کو ہشیار نہیں چھوڑا - وہ آنکھ ہی کہاں ہے - جو تیری آنکھوں کی مستی سے مست نہ ہو -

ع	ز چشم اوست دلہا مست و مخمور	دیکھو شعر [illegible] الف

(۳) ترجمہ - جسکو دیکھو تیری کسی غم میں مبتلا ہوگا - میں نے ایک ایسا دل نہیں دیکھا - جو تیرے عشق میں خراب ہو - چونکہ آفرینش عالم کا باعث یہی تھا کہ کائنات خالق کو پہچانے اور اسکا عاشق ہو - اسلئے ہر دل میں کم و بیش اس کی محبت موجود ہے -

(۴) ترجمہ - جو شخص تیرے عشق کی ہاتھ سے تیرے دروازہ پر قتل ہوا - اسکو حساب میں سوال و جواب نہوگا - مطلب یہ ہے کہ کشتگان عشق کا روز حساب کوئی حساب نہ ہوگا - کیونکہ جو خنجر تسلیم کے کشتے ہیں وہ شہید ہیں اسلئے وہ بغیر کسی باز پرس کے بہشت میں چلے جائینگے

(۵) ترجمہ - حافظ سونے کیطرح کٹھالی میں پڑا اور تاب حاصل کی - وہ عاشق نہیں جو سونے کیطرح پاتاب ہو -

بوتہ - بواو مجہول - ایک چھوٹا سا گلی ظرف جو سونا چاندی گلانے کیلئے بناتے ہیں - کٹھالی -

مطلب یہ ہے - کہ جسطرح سونا کٹھالی میں پڑنے سے اور آگ دینے سے معلوم ہو جاتا ہے - کہ خالص ہے یا ناخالص - اسی طرح عاشق حق بھی مصائب اور تکالیف عشق میں پڑکر اپنی خامی یا پختگی ظاہر کر دیتا ہے -

سورہ رعد میں ہے - کہ " ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ - کذلک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الزبد فیذھب جفاء - واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض - (اور اس چیز میں کہ دہونکتے ہیں اسپر آگ میں زیور یا اسباب کی خاطر جھاگ ہے - مانند اسکے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ حق اور باطل - پس جو کہ جھاگ ہے ناکارہ جاتا رہتا ہے اور جو چیز کہ لوگوں کو نفع دیتی ہے رہ جاتی ہے - زمین میں) یعنی آگ ایک امتحان ہے - جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے -

اسی طرح منازل عشق کی دشواریاں عاشق کیلئے امتحان ہوتی ہیں اور جو عاشق ان دشواریوں پر غالب نہ آیا یا بمقابلہ ان تکلیفوں کے جو اسے طلب معشوق میں پیش آتی ہیں - دل میں استقلال قائم نہ رکھا - وہ گویا عاشق نہیں -

غزل (۵۰)

خم زلف تو دام کفر و دین است	۱	ز کارستان او یک شمہ این است
جمالت معجز حسن است لیکن	۲	حدیث غمزہ ات سحر مبین است

بران چشم سیه صد آفرین باد ۳ که در عاشق کشی سحر آفرین ست
عجب راهیست راه عشق هیهات ۴ که چرخ هفتمش هفتم زمین ست
تو پنداری که بدگو رفت و جان برد ۵ حسابش با کرام الکاتبین ست
ز چشم شوخ تو کی جان توان برد ۶ که دائم با کمان اندر کمین ست
لبت را آب حیوان گفتم اما ۷ چه جای آب کان ماء معین ست
مشو ای جان به کید زلفش ایمن ۸ که دل بردو کنون دربند دین ست

(۹) ز جام عشق می نوشید حافظ
مدام مستی و رندی ازین ست (۹)

(۱) ترجمہ۔ تیری زلف کا خم کفر و دین کا جال ہے۔ اسکی کارستانی کا یہ صرف ایک ذرا سا حصہ ہے
مطلب یہ ہے۔ کہ تیری خم زلف میں کیا مسلمان اور کیا کافر سب گرفتار ہیں اور تیری زلف کی کارناموں
کا یہ ایک معمولی سا نمونہ ہے۔
مذہب عشق کفر و اسلام سے علیحدہ ہے اور عاشقان حق ہر رنگ میں موجود ہیں۔ یعنی حقیقت کفر و اسلام سے بالا تر ہے
لب دریا ہمہ کفر است دریا جملہ دینداری (عطار) ولیکن گوہر دریا ورائے کفر و دین باشد

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا است — عاشقاں را مذہب و ملت خدا است
ہندیاں را اصطلاح ہند مدح — سندیاں را اصطلاح سند مدح
چیست الفاظ و اضمار و مجاز — سوز خواہم سوز با آں سوز ساز

یعنی [illegible]

(۲) ترجمہ۔ تیرا جمال حسن کا معجزہ ہے لیکن تیری غمزہ کی بات سحر مبین ہے۔
معجزہ۔ بضم میم و سکون عین و کسر جیم۔ عاجز کرنیوالا۔ خرق عادت۔ نبی کی کرامات۔ معجزہ
سحر مبین۔ یعنی آشکارا جادو۔ ظاہر جادو۔ یہ الفاظ قرآنی ہیں۔ جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
معجزات پر کفار نے کہا۔ کہ جیسا نظر آرہا ہے کہ جادو ہے فلما جاءھم الحق من عندنا قالوا ان ھذا

لسحر مبین ہے (یعنی جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق بات آئی تو انہوں نے کہا کہ بیشک یہ صاف جادو ہے) (سورہ یونس) شعر کا مطلب صاف ہے کہ تیرا جمال تو حسن کا ایک معجزہ ہے مگر تیرے غمزے جادو ہیں۔ معجزہ اور جادو کا مقابلہ لطیف ہے۔ معجزہ خرق عادت ہے۔ جو انبیا سے ظاہر ہوتا ہے اور سحر کفر ہے۔ جیسے پیغمبروں کے مقابلہ میں جادوگر ظاہر کیا کرتے تھے۔ گویا معشوق کے جمال و غمزہ میں معجزہ اور سحر دونوں موجود ہیں اور مطلع کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اس کے خم زلف میں کفر و ایمان دونوں گرفتار ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اس سیاہ آنکھ پر صد آفرین ہو کہ وہ عاشق کشی میں جادو پیدا کرنیوالی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیری سیاہ آنکھیں قابل تحسین و آفرین ہیں کیونکہ وہ اشاروں (غمزوں) سے جادو کرتی ہیں اور عاشق کو قتل کرنے کیلئے نئے نئے جادو ایجاد کرتی ہیں۔ آفریں اور آفریں میں صنعت تجنیس تام ہے عاشق کشی اور سحر آفرینی (قتل کرنا اور پیدا کرنا) کا مقابلہ ظاہر ہے

(۴) ترجمہ۔ افسوس کہ راہ عشق عجب راستہ ہے۔ کہ اسکا ساتواں آسمان ساتویں زمین ہے۔

ساتواں آسمان سب آسمانوں سے اوپر ہے۔ اور ساتویں زمین سب زمینوں کے نیچے ہے۔ گویا وہ سدرۃ المنتہی ہے۔ اور یہ تحت الثری۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ راہ عشق عجیب راہ ہے کہ جسکا سدرۃ المنتہی بھی تحت الثری کے برابر ہے گویا یہ راستہ بہت طویل دور و دراز۔ اور غیر منتہی ہے۔ کہ اگر اس راہ پر چلتے چلتے [illegible] پہنچ جاؤ تو یہی معلوم ہو [illegible] زمین ہی پر چلے (دیکھو شعر ۹۵)

اسی مضمون پر مولانا غنیمت نے لکھا ہے

نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدن ہا
کہ می بالد بخود این راہ چون تاک از بریدن ہا

یعنی یہ راستہ [illegible]
کی ابتدا ہے۔ چنانچہ دوسرے فرقد پر پہنچتے ہی معلوم ہو گا کہ ابھی ایک منزل اور باقی ہے [illegible] علی ہذا القیاس۔

یکی بر فرق فرقد پا نہے وہم تا بینی
چنین با صد ہزاران قیل و قال رہ پوئی چنان یابی
وصال
از آنجا فرقد دیگر بہ چشم آسمان پیدا
کہ ہر یک شان بود نسبت بہم پست و ہم بالا

جس شاعر نے [illegible]

کمال عشق یہی ہے کہ جو بطالب حال
بیگانہ بیٹھے ہیں وہ کبھی خود سے بیٹھے ہیں
(آزاد)

[illegible]

(۵) ترجمہ۔ تو سمجھتا ہے کہ بدگو (مر) گیا اور جان سلامت لیگیا۔ اسکا حساب کراماً کاتبین کے ساتھ ہے۔

کراماً کاتبین - دو فرشتے جو ہر ایک انسان کے دائیں بائیں شب و روز موجود رہتے ہیں اس کے اعمال نیک و بد کو لکھتے رہتے ہیں نیک اعمال کا لکھنا دست راست کے فرشتے کے سپرد ہے اور بری کاموں کی یادداشت بائیں ہاتھ والے فرشتے کے سپرد ہے - چنانچہ سورہ زخروف میں ہے وَرُسُلُنَا لَدَیْھِمْ یَکْتُبُوْنَ (اور ہمارے فرشتے ان کے نزدیک لکھتے ہیں) - مطلب یہ ہے کہ بندہ کو محبوب کی ہدایت اور عنایت سے کر کے ان افعال قبیحہ کی سزا پائیں جن کے تمام اعمال کا حساب کراماً کاتبین کے پاس موجود ہے -

(۶) ترجمہ - تیری شوخ آنکھ سے کب جان بچا سکتے ہیں - کیونکہ ہمیشہ وہ کمان لیکر گھات میں بیٹھی رہتی ہے -

آنکھ کو صیاد - ابرو کو کمان پلکوں کو تیر سمجھو - خانۂ چشم کو کمین - مطلب یہ ہے - کہ تیری شوخ آنکھیں ہر وقت ہماری جان کے درپے رہتی ہیں اور تیر و کمان لیکر گھات میں لگی رہتی ہیں - اسلئے جان بچانا مشکل ہے - کمان اور کمین میں تجنیس ہے -

(۷) ترجمہ - میں نے تیرے لب کو آبحیات کہا لیکن - جو جانتے ہیں آب اگر وہ تو ماء معین ہے -

ماءِ معین - (قرآنی الفاظ میں - قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یاتیکم بماءٍ معین سورہ الملک) جاری پانی - آب روان معین - صیغہ اسم مفعول از عین - صاحب [illegible] نے لکھا ہے جو پانی ظاہر اور روئے زمین پر جاری ہو اسے معین یا ستم کہتے ہیں - شعر کا مطلب یہ ہے کہ آبحیات تو ظلمات میں بند ہے جس سے کسی کو فیض نہیں پہنچتا تیرے لبوں کا آب حیات آب روان ہے - جو ظاہر ہے اور جاری ہے اور اس سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے -

(۸) ترجمہ - اے جان اسکی زلف کے فریب سے بے فکر نہ ہو - کہ دل تو لے گئی ہے - اب دین کے فکر میں ہے -

یعنی معشوق کی زلف دل تو لے چکی ہے - اب دین بھی لینا چاہتی ہے -

(۹) ترجمہ - حافظ نے جام عشق سے شراب پی - اسکی مدامی مستی اور رندی اسی وجہ سے ہے -

یعنی حافظ ہمیشہ مست رہتا ہے اور رندانہ زندگی بسر کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ اس نے معشوق کے عشق کی شراب پی ہے یہاں خواجہ صاحب نے پھر اپنی رندی اور مستی کی وجہ بتا دی ہے اور اپنی شراب کی حقیقت بھی ظاہر کر دی ہے یہ شراب عشق الٰہی کی شراب ہے جو عاشقوں کو صبح ازل سے شام اجل تک مست رکھتی ہے

غزل (۱۷)

دیدی کہ یار جز سر جور و ستم نداشت	۱	بشکست عہد و از غم ما ہیچ غم نداشت
یارب مگیرش ار چہ دل چون کبوترم	۲	افگند و کشت و حرمت صید حرم نداشت
بر من جفا ز بخت بد آمد وگرنہ یار	۳	حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت

دل [illegible]

۵ ساقی بیار باده و با مدعی بگو — انکار ما مکن که چنین جام جم نداشت

۶ هر ره روی که ره بحریم درش نبرد — مسکین برید وادی و ره در حرم نداشت

۷ خوش وقت رند مست که دنیا و آخرت — بر باد داد و هیچ غم از بیش و کم نداشت

(۸) حافظ ببر تو گوی فصاحت که مدعی — هیچش هنر نبود و خبر نیز هم نداشت (۸)

(۱) ترجمہ۔ تو نے دیکھا کہ معشوق [illegible] اور کوئی خیال نہیں [illegible] وعدہ تو ہم [illegible] کیا تو وہ پورا نہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق نے وفاداری کا جو وعدہ ہم سے کیا [illegible] ہمیشہ جور و ستم پر آمادہ رہتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اے خدا اس سے باز پرس کر اگرچہ میرے کبوتر حریم دل کو گرا دیا۔ مار ڈالا اور شکار حرم کی حرمت کا خیال نہ کیا۔

خانہ کعبہ کی چاردیواری کے اندر شکار حرام ہے وہ جائے امان ہے۔ جو داخل ہو گیا اسے قتل ناجائز ہو جاتا ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران رکوع ۱۳) (جو اس گھر یعنی خانہ کعبہ میں داخل ہوا امن میں ہو گیا۔)

خواجہ صاحب اپنے دل کو شکار کعبہ کہتے ہیں کیونکہ ع

[illegible]

گویا معشوق نے کعبۂ دل میں شکار کیا۔ گناہ کیا۔ مگر خدا اسے معاف کرے کبوتر کا لفظ اسلئے استعمال ہوا کہ خانہ کعبہ اور مقدس مقاموں میں۔ خانقاہوں اور مزاروں میں کبوتر اکثر رہتے ہیں۔ اور وہاں شکاریوں کی دستبرد سے محفوظ ہوتے ہیں

تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی — طپیدن دل مرغان رشتہ برپا را

مگر خواجہ صاحب کا کبوتر بام حرم بھی محفوظ نہ رہا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

[illegible] — [illegible]

[illegible]

[illegible] — [illegible] کبوتر حرم [illegible]

(۵) ترجمہ۔ [illegible] معشوق [illegible] ستم نہ رکھتا تھا۔

عاشق نہیں چاہتا کہ معشوق پر کسی قسم کا کوئی الزام آئے۔ [illegible] پرسش [illegible] کوئی بات پرسش کی۔ اسلئے اپنی بخت کو تمام جور و ستم کا ذمہ دار کر رہا ہے۔ اور معشوق کو بری الذمہ قرار دیتا ہے۔ ورنہ حقیقت تو سب کو معلوم ہے

از چشم تو هیچ پرسش [illegible] شد
[illegible] در جرم [illegible] ستاده [illegible]

(۴) ترجمہ۔ دل نے اسقدر ظلم کہ خواری اسکی [illegible] برداشت کی جس جگہ گیا۔ کسی نے اسکی عزت نہ کی یعنی عشق میں اسقدر ظلم اٹھائے اور اتنا ذلیل ہوا۔ کہ اب اور کسی جگہ بھی میری عزت نہیں رہی۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی جام شراب لا اور مدعی کی بات کا انکار نہ کرے۔ کیونکہ جم کے پاس بھی ایسا جام نہ تھا یعنی معترض کو کہو کہ ہمیں حقارت سے نہ دیکھے اور ہماری بادہ نوشی کو برا نہ کہے۔ ہمارا جام ایسی چیز ہے۔ جو جمشید کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ ہمارا جام جام جم سے زیادہ قیمتی اور زیادہ مفید ہے۔ اسمیں میٔ محبت ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جو رہرو (مسافر) اس کے دروازے کی حریم کی طرف راہ طے کرتا ہوا نہ گیا۔ اس غریب نے گویا وادی کو طے کیا مگر حرم میں نہ پہنچا یعنی وہ سالک جو در معشوق کی طرف نہ جا رہا ہو۔ اسکی مثال وہی ہے۔ کہ حجاز کی وادیوں کو تو اس نے طے کر لیا اور ہزاروں مشکلات کا سامنا بھی کیا۔ مگر کعبہ تک نہ پہنچے۔ گویا کوشش بے سود اور سفر لاحاصل ہوا۔ وہ لوگ جنکی عبادت اور زہد میں ریا کا شائبہ ہو اور جنکے اعمال میں اخلاص نہ ہو۔ ان کی بھی یہی مثال ہے کہ عرب کی وادیوں اور بیابانوں کو طے کیا۔ مگر حج نصیب نہ ہوا۔ اور ان کی محنت بار آور نہ ہوئی۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کاین رہ کہ تو میروی بترکستان است

(۷) ترجمہ۔ وہ مست مدہوش درست ہے۔ جس نے دنیا و آخرت کو مفت ہاتھ سے دیا۔ اور بیش و کم کا کچھ فکر نہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ رندان مست دنیا و عاقبت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور سود و زیان اپنے دل کو متاثر نہیں ہونے دیتے وہ اپنا وقت خوشی سے گزارتے ہیں۔

ای دوست غم جہان بیہودہ مخور
چون بود گذشت نیست نابود پدید
بیہودہ غم جہان فرسودہ مخور
خوش باش غم جہان نابودہ مخور
(خیام)

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو گو کہ فصاحت اچھی کیونکہ مدعی میں کوئی ہنر نہیں اور اسے کچھ خبر نہیں۔

فصاحت۔ کشادہ سخن ہونا۔ تیز زبانی۔ خوش گوئی۔ علم معانی کی اصطلاح میں فصاحت سے یہ مراد ہے۔ کہ کلام ان الفاظ سے خالی ہو جو بلغا کے زبان زد نہ ہوں۔ اور کلمات کی ترکیب میں ضعف نہ ہو۔ غیر مانوس ترکیبیں ثقیل اور درشت الفاظ نہ ہوں۔ نہ ان میں حروف کے اجتماع سے ثقل پیدا نہ ہو مثلاً "جمع علم اور صدق قول" وہ

[illegible] اجتماع سے نقل ہو گیا ہے [illegible] کو خالی رکھا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شاعر اپنے ہنر اور جوہر میں تو میدان فصاحت و بلاغت میں گوئے سبقت لیجا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس غزل میں خواجہ صاحب سب شاعروں سے سبقت لے گئے ہیں۔

غزل (۶۲)

برو ای زاہد و دعوت مکنم سوی بہشت	۱	کہ خدا در ازل از اہل بہشتم نہ سرشت
یک جو از خرمن ہستی نتواند بر داشت	۲	ہر کہ در راہ فنا و رہ حق دانہ نکشت
تو و تسبیح و مصلی و رہ زہد و ورع	۳	من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت
منعم از می مکن ای صوفی صافی کہ حکیم	۴	در ازل طینت ما را ز می صاف سرشت
صوفی صاف بہشتی نبود زانکہ چو من	۵	خرقہ در میکدہ ہا رہن می ناب بہشت
لذت از حور بہشت و لب حوضش نبود	۶	ہر کہ او دامن معشوق خود از دست بہشت

(۷) حافظا لطف حق ار با تو عنایت دارد
باش فارغ ز غم دوزخ و شادی بہشت (۷)

[illegible] پیدا نہیں کیا۔

مکنم - یعنی نکن مرا - دعوت - طعام وغیرہ کیلئے بلانا - بلانا - مطلب یہ ہے کہ ہم عاشق ہیں اور ہمارا مقصود شاہد محبوب ہے - ہم تیرے بہشت کے خواہاں نہیں اور نہ ہم اس کیلئے پیدا کئے گئے ہیں -

(۲) ترجمہ - ہستی کے خرمن سے ایک جو بھی نہیں اٹھا سکتا وہ شخص جس نے راہ فنا اور راہ حق میں دانہ نہ بویا -

مطلب یہ ہے - کہ جو شخص راہ فنا میں قدم نہ رکھے - یعنی اپنی خودی کو چھوڑ کر فنافی اللہ ہونیکی کوشش نہ کرے اور راہ حق میں جد وجہد نہ کرے - وہ اپنی زندگی کو گویا بے سود گذار رہا ہے - اور اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا -

(۳) ترجمہ - تو اور تسبیح مصلی - رہ زہد اور پرہیزگاری - میں اور میخانہ - ناقوس - رہ دیر اور کنشت -

مطلب یہ ہے کہ تو تسبیح و زہد میں مشغول ہے اور میں بادہ خواری میں مصروف ہوں تو اپنے کام میں لگا ہے - اور میرا اپنا کام ہے - تو اسی زہد خشک کو وسیلہ نجات سمجھتا ہے اور میں صرف عشق کو ذریعہ [illegible] تیرا اور رستہ ہے اور میرا یہ

تو و طوبی و ما و قامت یار		فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ع- ہر کسی بہ خیال خویش خبطے دارد

(۴) ترجمہ- اے صوفی صافی مجھے شراب سے منع نہ کر کہ حکیم نے ازل میں ہماری طینت کو شراب صاف سے بنایا۔

مطلب یہ ہے کہ حکیم مطلق نے خمیر بناتے وقت ہماری مٹی میں شراب ازل ہی سے ملائی ہے۔ شراب جو ہماری سرشت اور طینت میں ہے ہم اسکو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں شراب سے منع کرنا بے سود ہے کیونکہ ہمارے خمیر میں ہی عشق ہے اور انسان کا خمیر تو عشق ہی سے ہے بغیر عشق ممکن نہیں

[illegible]	[illegible] عشق [illegible]	[illegible]
[illegible] حضرت [illegible]	[illegible]	[illegible] شراب [illegible]

اسی مضمون [illegible]

ساقی [illegible]	زاہد	[illegible] خمیر [illegible] ہے شراب [illegible]

[illegible]

صرف ظاہر دار زاہدوں کے متعلق ہے کہ وہ بھی اگرچہ بظاہر منع کرتے ہیں مگر فی الحقیقت خود مے خوار ہیں اور ریاکار۔ یا یہ بات بھی ہے کہ یہ لوگ مستحق بہشت نہیں۔

(۶) ترجمہ- اس شخص کو جو بہشت اور لب حور کی لذت حاصل ہوگی۔ جس نے دامن معشوق کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔

مطلب یہ ہے کہ مشاہدہ محبوب کے بغیر بہشت بھی رہنے کے قابل نہیں۔

[illegible]	[illegible]

(۷) ترجمہ- اے حافظ [illegible] غم دوزخ اور شادی بہشت سے فارغ ہو جا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تجھ پر مہربان ہو تو بہشت و دوزخ کی پرواہ نہ کر۔

غزل (۴۳)

ای نسیم سحر آرامگہ یار کجاست	۱	منزل آن مہ عاشق کش عیار کجاست
شب تارست و رہ وادی ایمن در پیش	۲	آتش طور کجا وعدہ دیدار کجاست
ہر کہ آمد بجہان نقش خرابی دارد	۳	در خرابات بپرسید کہ ہشیار کجاست

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند	۴	نکتہ‌ہا ہست بسی محرم اسرار کجاست
ہر سر موی مرا با تو ہزاران کارست	۵	ما کجائیم و نصیحت گر بیکار کجاست
عاشق خستہ ز درد غم ہجر تو بسوخت	۶	خود نپرسی تو کہ آن عاشق غمخوار کجاست
بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولے	۷	عیش بی دوست مہیا نشود یار کجاست
عقل دیوانہ شد آن سلسلۂ مشکین کو	۸	دل ز ما گوشہ گرفت ابروی دلدار کجاست
دلم از صومعہ و صحبت شیخ است ملول	۹	یار ترسابچہ کو خانۂ خمار کجاست

(۱۰) حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج (۱۰)
فکر معقول بفرما گل بی خار کجاست

(۱) ترجمہ ـــ [illegible] کی [illegible] ہے ـ
لفظ منزل (برج) اور ماہ کی رعایت ظاہر ـ

(۲) ترجمہ ـ رات اندھیری ہے اور وادی ایمن کا رستہ سامنے ـ آتش طور اور وعدہ دیدار کہاں ہے ـ
وادی ایمن ـ اس صحرا کا نام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ کے ساتھ رات کے وقت جا رہے تھے ـ اتفاقاً زوجہ کو وضع حمل کے سبب آگ کی جستجو کرنے لگے ناگاہ دور سے روشنی نظر آئی ـ جب نزدیک پہنچے تو کوہ طور پر ایک درخت پہ نور دیکھا اسجگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غیب سے ندا آئی ـ اور انکا سب سے پہلا معراج یہی ہے ـ
لفظ ایمن بمعنی صاحب یمین ہے صفت مشبہ ہے ماخوذ از یمین ـ یعنی دائیں ہاتھ کیطرف چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں طرف تھی اور بعض کہتے ہیں ـ کہ چونکہ کوہ طور سے دائیں طرف تھی ـ اسلئے یہ نام ہوا ـ
مطلب یہ ہے کہ دنیا وادی ایمن کیطرح ہے ـ جہاں تاریکی چھائی ہوئی ہے اور روشنی کی سخت ضرورت ہے آتش طور یعنی مشعل ہدایت اور وعدہ وصال محبوب کے بغیر اس تاریک راستہ کو طے کرنا مشکل ہے ـ

(۳) ترجمہ ـ جو اس جہان میں آیا خرابی میں رہتا ہے ـ خرابات میں پوچھو ـ کہ ہوشیار کہاں ہے ـ
یعنی دنیا دار فانی ہے اور اسکا انجام فنا ہے اور جو کچھ اسمیں ہے وہ بھی اسی طرح فنا اور برباد ہوتا ہے جسطرح خرابات میں کوئی ہوشیار نہیں ملتا ـ سب مخمور اور مست ہی ہیں ـ اسی طرح دنیا میں بھی کوئی شے باقی نہیں سب فانی ہیں ـ کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (سورہ رحمٰن)

کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب بقا
بقا کا ذکر ہی کیا اس جہان فانی میں

(۴) ترجمہ۔ وہ شخص اہل بشارت ہے۔ جو اشارہ سمجھے۔ نکات تو بہت ہیں مگر اسرار کا واقف کہاں ہے۔

بشارت۔ بالضم و کسر۔ بمعنی خبر خوش۔ ان معنوں میں بالفتح پڑھنا غلط ہے

مطلب یہ ہے کہ اشارات اور نکات بہت ہیں مگر انکو سمجھنے والے کم ہیں اور وہ لوگ جو ان اشارات کو سمجھتے ہیں خوش قسمت اور صاحب بشارت ہیں۔

ہر کس شناسندہ راز است و گر نہ
این ہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

مرزا غالب نے بھی اسی نکتہ کیطرف اشارہ کیا ہے۔

واقف نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
ورنہ یہاں حجاب پردہ ہے ساز کا

(۵) **ترجمہ**۔ میرے ہر سرمو کو تجھ سے ہزاروں کام ہیں۔ ہم کہاں اور بیکار (بیہودہ گو) ناصح کہاں؟۔

مطلب یہ ہے کہ ناصح مجھے تیرے عشق سے منع کرتا ہے۔ مگر اسکی بیہودہ باتوں کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میرے دل و جان کو تجھ سے ہزاروں کام ہیں۔ اور میرا بال بال تیرے لطف و احسان کا زیر بار ہے۔ اور مزید لطافت یہ ہے کہ کار و بیکار کا تقابل ظاہر

(۶) **ترجمہ**۔ خستہ جان عاشق تیرے فراق کے غم کے درد میں جل گیا تو بالکل نہیں پوچھتا کہ وہ غمخوار عاشق کہاں ہے۔

غمخوار۔ یعنی غم کھانیوالا غمگین (نہ بمعنی ہمدرد)۔ امیر مینائی اسی مضمون میں ایک قدم اور آگے بڑھ گئے۔

درد ہی تھا دل بیمار کا غمخوار قدیم
اب یہ شورش ہے کہ وہ بھی نہیں پرسان ہوتا

(۷) **ترجمہ**۔ شراب۔ مطرب۔ پھول سب مہیا ہیں لیکن۔ بغیر معشوق کے عیش مہیا نہیں ہو سکتی معشوق کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سامان عیش و عشرت تو سب موجود ہے۔ مگر بغیر معشوق کے مجھے کسی چیز کا لطف نہیں آتا۔ اگر معشوق پاس ہو تو گل و مل سے حظ اٹھائیں۔ معشوق کے بغیر بہشت بھی دوزخ ہے۔

جب وہی حور نہیں خلد میں تو داور حشر
جھونک دیتا مجھے دوزخ میں تو احسان ہوتا

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عہد کردیم کہ بے دوست بگلزار نرویم
بے تماشاگہ رویش بتماشا نرویم
بوستان خانۂ عیش است و چمن کوی نشاط
تا مہیا نشود عیش مہنا نرویم

نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

بے تو ہر گاہ تماشائے گلستان کردم
ہمچو گل دامن خود ریز گریبان کردم

عاشقان حق بھی بہشت کی حور و انہار۔ کوثر و اشجار اور گل و ثمار پر قانع نہیں بلکہ مشاہدہ محبوب حقیقی [illegible]

آسایش [illegible] تو [illegible]	(عرفی) از [illegible] ما

(۸) ترجمہ۔ عقل دیوانی ہوگئی وہ مشکیں گیسوؤں کی خوشبو والی زنجیر کہاں ہے دل نے ہم سے کنارہ کیا معشوق کی ابرو کہاں ہے سلسلہ مشکین یعنی زلف عنبریں۔ دیوانوں کو باندھنے کیلئے زنجیر کی ضرورت ہے اسلئے عقل دیوانہ کیلئے زنجیر زلف کی ضرورت بیان کی ہے

دل جا کے اسکی زلف گرہ گیر میں الجھا	اچھا ہوا دیوانہ تھا زنجیر میں الجھا

دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ دل ہم سے کنارہ کش ہوگیا اب اس کی جگہ گوشہ ابروئے معشوق ہے دیکھو وہاں ہوگا۔

(۹) ترجمہ۔ میرا دل عبادتگاہ اور شیخ کی صحبت سے ملول ہے معشوق ترسا بچہ کدھر ہے اور میخانہ کہاں ہے۔

یار ترسا بچہ سے مغبچہ بادہ فروش مراد ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ باد خزاں سے باغ جہاں میں رنجیدہ نہ ہو فکر معقول کر پھول بغیر کانٹوں کے کہاں ہے۔

فکر معقول بفرما یعنی ذرا غور سے سوچ عقل سے کام لے۔

مطلب یہ ہے کہ باغ دہر میں اگر خزاں آئی تو رنجیدہ نہ ہو۔ سوچ تو سہی۔ کہ کانٹے کے بغیر پھول کہیں ہوتا ہے؟

کدام باد بہاری وزید در آفاق	که یار [illegible] جنت [illegible] خزانی نیست

غزل (۴۷)

خواب آں نرگس فتاں تو بی چیزی نیست	۱	تاب آں زلف پریشاں تو بی چیزی نیست
از لبت شیر رواں بود کہ من می گفتم	۲	کایں شکر گرد نمکداں تو بی چیزی نیست
چشمہ آب حیات ست دہانت اما	۳	زیر لب چاہ زنخداں تو بی چیزی نیست
جان من باد فدائے تو یقین میدانم	۴	در کماں ناوک مژگاں تو بی چیزی نیست
مبتلائی بغم و محنت و اندوہ و فراق	۵	ای دل ایں نالہ و افغاں تو بی چیزی نیست
دوش باد از سر کویت بگلستاں بگذشت	۶	ای گل ایں چاک گریباں تو بی چیزی نیست

(۷)
درد عشق ارچہ دل از خلق نہاں میدارد
حافظا ایں دیدہ گریاں تو بی چیزی نیست
(۷)

(۱) ترجمہ — تیری چشم فتاں کی نیند خالی از علت نہیں اور تیری زلف پریشاں کا خم بلا وجہ نہیں ہے۔

فتان - بفتح و تشدید فوقانی فتنہ انگیز - مطلب یہ ہے کہ تیری فتنہ انگیز آنکھوں کی مستی (خواب آلودگی) اور زلف پریشان کے پیچ و تاب بلا وجہ نہیں - یہ ضرور عاشق کو بے خود کرینگی - اور اس کے دل کو گرفتار -

(۲) ترجمہ - ابھی تیری لبوں سے دودھ ٹپکتا تھا - کہ میں کہتا تھا - کہ یہ شکر تیرے نمکدان کے گرد بے سبب نہیں -

یعنی تو ابھی بچہ تھا - کہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ ع

آج فتنہ ہے اور آگے یہ قیامت ہوگا

دہن کو نمکدان اور لبوں کو شکر کہا ہے - اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۲۵ -

(۳) ترجمہ - تیرا دہن آب حیات کا چشمہ ہے - لیکن زیر لب تیرا چاہ زنخدان بھی بے وجہ نہیں -

یعنی عاشق کیلئے تیرا دہن آب حیات کا چشمہ ہے مگر اس چشمہ کا راہ پر خطر ہے - کیونکہ چاہ زنخدان اس راہ میں حائل ہے - دیکھو شعر الف ۵۹ -

(۴) ترجمہ - میری جان تجھ پر قربان ہو - مجھے یقین ہے - کہ کمان میں تیری پلکوں کے تیر بیکار نہیں ہیں -

یعنی تیری کمان ابرو میں تیر مژگان بیکار نہیں - عاشق کشی پر تیار بیٹھے ہیں (اور خواجہ صاحب تو پہلے ہی جاں نثاری کیلئے آمادہ ہیں)

(۵) ترجمہ - تو غم محنت اندوہ اور ہجر میں مبتلا ہے - اے دل تیرا نالہ و فغان فضول نہیں -

خواجہ صاحب نے فرمایا ہیں کہ ہمارا نالہ و فغان بلا وجہ نہیں ہے - غم ہجر میں مبتلا ہیں - اسلئے نالہ و فریاد کرنے پر مجبور ہیں -

(۶) ترجمہ - کل ہوا تیرے کوچہ کی باغ میں گئی - اے پھول تیرا چاک گریبان بلا وجہ نہیں -

پہلے مصرع میں مخاطب معشوق اور دوسرے مصرع میں خطاب گل ہے - کوئٹ کی جگہ اگر کوئیت پڑھا جائے تو ترکیب زیادہ واضح ہو جائیگی - مطلب یہ ہے کہ کل کوچہ معشوق سے ہو کر ہوا گلشن میں گئی اور چونکہ معشوق کی زلف عنبرین کی خوشبو ساتھ اڑا لیگئی تھی - اس خوشبو کیوجہ سے پھول ہوش از ذات میں دیوانہ ہو کر چاک گریبان کرنے لگا -

ظاہر ہے - کہ پھول کی چاک گریبان کا موجب ہوا ہی ہے یعنی ہوا غنچہ کو شگفتہ کرکے پھول بناتی ہے اور اسکی پنکھڑیوں کی گرہ کو کھولتی ہے - خواجہ صاحب نے وجہ اچھی بیان کی ہے صنعت حسن تعلیل ہے -

(۷) ترجمہ - اگرچہ درد عشق کو دل لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے - مگر اے حافظ یہ تیری دیدہ گریاں بلا وجہ نہیں -

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دل ضبط راز کرتا ہے اور درد عشق کی بیقراری لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا - مگر پھر بھی آنکھوں کی اشکباری نے راز عشق کا افشا کر دیا ہے - کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس گریہ و زاری کی بھی تو ضرور کوئی وجہ ہو گی خواجہ صاحب خود آبدیدہ کی غمازی کے متعلق کہتے ہیں -

ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز
وگرنہ عاشق و معشوق رازدار انند

اسی مضمون پر ہے۔

الفت کا راز ان سے چھپایا تو تھا مگر		آنسو تھما نہ دیدہ تر سے نکل گیا	

غزل (۵۔)

دیدمش دوش کہ سرمست و خراماں میرفت	۱	جام مے برکف و در مجلس رنداں میرفت
چوں ہمی گفتمش ای مونس دیرینۂ من	۲	سخت میگفت و دل آزردہ پریشاں میرفت
نقش خوارزم و خیال لب جیحوں می بست	۳	با ہزاراں گلہ از ملک سلیماں میرفت
می شنید آنکس کہ چو او جان سخن کس نشناخت	۴	من ہمیدیدم و از کالبدم جاں میرفت
گفتمش اکنوں سخن خوش کہ بگوید با ما	۵	کاں لب شکر لہجہ خوشگوی سخنداں میرفت
لابہ بسیار نمودم کہ مرو سود نداشت	۶	زانکہ کار از نظر رحمت سلطاں میرفت
پادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر	۷	چہ کند سوختہ از غایت حرماں میرفت

(۸) چوں بغدآں صنم از دیدہ حافظ بشتاب
اشک ہموارہ ز رخسار بداماں میرفت (۸)

اس غزل میں خواجہ صاحب نے کسی سخن فہم دوست کے سفر پر جانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ مگر انداز بیان۔ الفاظ کی نشست اور ترکیب خواجہ صاحب کی معلوم نہیں ہوتی اور غزل الحاقی نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کسی اور صاحب نے مشق سخن کی ہو۔ اور خواجہ صاحب کے دیوان میں غزل کو جگہ دی ہو۔ چنانچہ مطلع کے مختلف نسخے دیکھو۔

دیدمش دوش کہ سرمست و خراماں میرفت	۱	جام مے برکف و در مجلس رنداں میرفت
ہمچو جاں از برم آں سرو خراماں میرفت	۲	متنفر شدہ از بندہ گریزاں میرفت
یار ماہ چہرۂ من بادل گریاں میرفت	۳	متنفر شدہ و ز بندہ گریزاں میرفت

(۱) ترجمہ۔ میں نے اسے کل دیکھا کہ مست اور خراماں جا رہا تھا۔ جام شراب ہاتھ میں تھا اور مجلس رنداں میں جا رہا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ جب میں نے اسے کہا۔ کہ اے میرے پرانے غمگسار۔ تو سخت باتیں کہیں اور دل آزردہ و پریشان چلا گیا۔

(۳) ترجمہ۔ نقش خوارزم اور خیال کنار دریائے جیحوں باندھتا تھا۔ ہزارہا شکوہ و گلہ کے ساتھ ملک سلیمان سے جاتا تھا۔

خوارزم - ترکستان کا ایک حصہ جسے اب خیوا کہتے ہیں -
یعنی دریائے جیحوں اور خوارزم کیطرف جانے کا ارادہ تھا - اور سلیمان (یعنی ہمارے بادشاہ) کی ملک سے بخشش خاطر ہو کر جا رہا تھا

(۴) ترجمہ - وہ شخص جا رہا تھا جس کیطرح اور کوئی جان سخن کو نہیں سمجھتا تھا - میں دیکھ رہا تھا اور جان میرے جسم سے نکل رہی تھی - یعنی کوئی اور شخص اس جیسا سخن فہم نہ تھا اسلئے اسکے جاتا دیکھ کر میری جان نکل رہی تھی -

(۵) ترجمہ - میں نے کہا کہ اب ہم سے اچھی باتیں (شیریں سخنی) کون کریگا - کیونکہ وہ شیریں لہجہ والا خوش گو سخندان تو جا رہا تھا -

(۶) ترجمہ - بہت چاپلوسی کی - کہ نہ جا - کچھ فائدہ نہ ہوا - کیونکہ بادشاہ کی نظر رحمت سے کام ہو رہا تھا -

(۷) ترجمہ - اے بادشاہ مہربانی سے اس قصور سے درگذر کر - وہ کیا کرے - کہ نہایت محرومی کی وجہ سے چل کر جا رہا (تھا) ہے - ممکن ہے - کہ بادشاہ وقت کے دل میں اس شخص کیطرف سے کوئی کدورت ہو اور وہ اس وجہ سے مایوس ہو کر سفر کرنے پر مجبور ہوا ہو اور خواجہ صاحب اس کیطرف سے معذرت کرتے ہوں -

(۸) ترجمہ - جب وہ معشوق حافظ کی آنکھوں سے غائب ہو گیا تو آنسو لگاتار اسکے رخسار سے دامن میں گرنے شروع ہو گئے -

غزل (۷۶)

هر آن خجسته نظر کز پی سعادت رفت	۱	بکنج میکده و خانهٔ ارادت رفت
ز رطل دردکشان کشف گرد سالک راه	۲	رموز غیب که در عالم شهادت رفت
بیاد معرفت من مشو که در سخنم	۳	ز فیض روح قدس نکتهٔ سعادت رفت
مجو ز طالع مولود من بجز رندی	۴	که این معامله با کوکب ولادت رفت
ز بامداد بطرز دگر بر آمدهٔ	۵	وظیفهٔ می دوشین مگر زیادت رفت
مگر بمعجزه کوشد طبیب عیسی دم	۶	چرا که کار من خسته از عیادت رفت

(۷) هزار شکر که حافظ ز راه میکده دوش
بکنج زاویهٔ طاعت و عبادت رفت (۷)

(۱) ترجمہ - وہ مبارک نظر آدمی جو سعادت کے پیچھے گیا - وہ کنج میکدہ اور خانہ ارادت میں گیا -

یعنی طالب سعادت کو چاہئے کہ وہ کنج میکدہ او رخانہ ارادت میں جائے شراب عشق اور ساقی سالک کی پیروی کے بغیر حصول سعادت ناممکن ہے۔ ارادت بمعنی ارادہ کرنا۔ مرید ہونا۔

ادریں بزم جز سرود نیاز نرفت۔	الم آں شد که دنیا براعی نرفت

(۲) ترجمہ۔ سالکوں نے میخواروں کے پیمانہ پر آکر کشف کئے۔ وہ غیب کے بھید جو عالم شہادت میں ظاہر ہوئے۔
مطلب یہ ہے۔ کہ عالم غیب کے اسرار جو عالم شہادت میں آئے یعنی عالم بالا کے مخفی بھید ظاہر ہوئے۔ ان کا کشف راہ عشق کے راہرو نے جام مے کی برکت سے کیا ہے۔ گویا سالک پر جسقدر کشف ہوتا ہے عشق کی برکت سے ہوتا ہے۔ دیکھو شعر (۵۶/۳-۴ ت)

(۳) ترجمہ۔ آؤ میری معرفت (کی باتیں) سن کہ میرے کلام میں۔ روح القدس کے فیض سے نکتہ سرائی ہے

روح القدس۔ قاف و دال ہر دو مضموم۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ وہ روح جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو۔۔۔ روح الامین بھی کہتے ہیں۔ روح اعظم اور روح مکرم بھی کہتے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لایا کرتے تھے۔
مطلب یہ ہے کہ میرے کلام میں روح القدس کے القا سے ایک خاص سعادت پیدا ہو گئی ہے۔ آؤ اور بیان نکات معرفت سن۔
یہاں خواجہ صاحب نے لسان الغیب ہونے کا خود دعویٰ کیا ہے۔
مرزا غالب خواجہ صاحب سے بھی بڑھ گئے ہیں فرماتے ہیں۔

پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی	روح القدس اگرچہ مرا ہمزباں نہیں

(۴) ترجمہ۔ میرے طالع ولادت سے سوا رندی کے کچھ نہ ڈھونڈھ۔ کیونکہ یہ معاملہ کوکب ولادت سے ہوا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ میری ولادت کے ستارہ میں ہی رندی ہے یعنی میرے نصیب میں ہی روز ازل سے رندی لکھی ہے۔ اسلئے اب سوائے رندی اور کسی چیز کی مجھ سے توقع نہ رکھ۔ دیکھو شعر (۲/۴ ت)

(۵) ترجمہ۔ صبح سے تو نئی طرز میں آیا ہے۔ شاید مے دوشین کا وظیفہ تجھے بھول گیا۔
دوشین۔ منسوب بہ دوش۔ کل والا۔ یعنی آج تیری طرز نرالی معلوم ہوتی ہے شاید کل والا شراب تجھے بھول گیا۔ مے دوشین سے روز میثاق کا ایجاب قبول مراد ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ روز الست کا باہمی وعدہ و اقرار یاد کر اور عاشق کو محروم دیدار نہ رکھ۔ بعض شارحین نے زیادت کو لفظاً مفرد قرار دیکر یہ معنی بھی کئے ہیں۔ کہ آج تیری طرز نئی معلوم ہوتی ہے شاید مے دوشین کا دور معمول سے زیادہ ہو گیا کہ ع

ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

(۶) ترجمہ - ہاں اگر وہ عیسی دم طبیب معجزہ سے کوشش کریں - کیونکہ مجھ خستہ جان کا کام عیادت سے گذر چکا ہے -

عیادت - بکسر - بالفتح غلط ہے - بیمار پرسی - مطلب یہ ہے - کہ اب معمولی بیمار پرسی اور معمولی علاج و معالجہ سے مریض عشق کی جان نہیں بچ سکتی - کیونکہ حالت ابتر ہو گئی ہے - ہاں اگر وہ عیسی النفس طبیب معجزہ سے عاشق خستہ جان کو زندگی بخشے - تو کچھ امید ہو سکتی ہے -

(۷) ترجمہ - ہزار شکر ہے کہ حافظ شراب خانہ کے راستے سے کل گوشہ طاعت و عبادت کے کونے میں پہنچ گیا مطلب یہ ہے کہ حافظ براہ میخانہ یعنی شراب کے وسیلہ سے گوشہ عبادت میں پہنچ گیا - گویا شراب عشق کو عبادت کا ذریعہ بنایا ہے - یعنی گوشہ عبادت میں پہنچنے کیلئے راہ میخانہ سے ہو کر جانا ضروری ہے -

اگر پہلے مصرع میں زراہ کی جگہ براہ اور دوسرے مصرع میں بکنج کی جگہ زکنج پڑھا جائے - تو یہ مطلب ہوگا - کہ شکر ہے کہ کل حافظ کنج عبادت و طاعت کو چھوڑ کر راہ میخانہ کیطرف گیا یعنی زہد خشک کو چھوڑ کر راہ عشق اختیار کی

غزل (۷۷)

خمی که ابروی شوخ تو در کمان انداخت ۱ بقصد جان من زار ناتوان انداخت
شراب خورده و خوی کرده کی شدی بچمن ۲ که آبروی تو آتش در ارغوان انداخت
بیک کرشمه که نرگس بخود فروشی کرد ۳ فریب چشم تو صد فتنه در جهان انداخت
ز شرم آنکه بروی تو نسبتش کردند ۴ سمن بدست صبا خاک در دهان انداخت
بزمگاه چمن دوش مست بگذشتم ۵ که از دهان توام غنچه در گمان انداخت
بنفشه طرهٔ مفتول خود گره میزد ۶ صبا حکایت زلف تو در میان انداخت
کنون بآب می لعل خرقه میشویم ۷ نصیبهٔ ازل از خود نمیتوان انداخت
نبود رنگ دو عالم که نقش الفت بود ۸ زمانه طرح محبت نه این زمان انداخت
من از ورع می و مطرب ندیدمی هرگز ۹ هوای مغبچگانم در این و آن انداخت
جهان بکام دل اکنون شود که دور زمان ۱۰ مرا ببندگی خواجهٔ زمان انداخت

(۱۱) مگر گشایش حافظ درین خرابی بود
که قسمت ازلش در می مغان انداخت (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ وہ خم جو تیری شوخ ابرو نے کمان میں ڈالا ہے۔ مجھ ناتواں کی جان کے ارادہ پر ڈالا ہے۔ یعنی تیری ابرو نے کمان کو خم دیا ہے کہ مجھ ناتواں پر تیر اندازی کرے۔ تیر مارتے وقت کمان کو زور سے خم دیا جاتا ہے کہ تیر کی طاقت اور طے مسافت زیادہ ہو۔ ابرو کو بوجہ خمدار ہونے کے کمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ شراب پی کر اور پسینہ میں تر ہو کر تو کب باغ میں گیا۔ کہ تیری ابرو نے ارغوان میں آگ لگا دی۔ ارغوان سرخ رنگ کا پھول ہوتا ہے اسلئے معشوق کی چہرہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شراب پینے سے رخساروں کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور چہرہ پر پسینے کے قطرے اس طرح معلوم ہوتے ہیں۔ کہ پھول پر شبنم پڑی ہے۔

ژاله بر لاله فرود آمده هنگام سحر
راست چون عارض گلگون عرق کردهٔ یار

معشوق کے عرق کردہ رخسار کو دیکھ کر ارغوان بھی آتش حسد سے جل گیا۔ آبرو یعنی رونق۔ چہرہ کی شگفتگی۔ لفظ آبرو (آب) میں چہرہ پر پسینے کے قطروں کیطرف بھی اشارہ ہے۔ پانی سے آگ بجھائی جاتی ہے۔ یہاں خواجہ صاحب نے پانی سے آگ لگا دی ہے۔ اعجاز سخن ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ایک کرشمہ پر جو نرگس نے خود فروشی سے کیا۔ تیری آنکھ کی فریب نے سینکڑوں فتنے جہاں میں پا کر دئے۔ **خود فروشی**۔ لوگوں کے سامنے اپنی باپ دادا کی تعریف کرنا۔ خود ستائی کرنا۔ نرگس کو چشم معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ نرگس نے خود فروشی سے یعنی خود ستائی کی وجہ سے یا تیری چشم مست سے نسبت کی وجہ سے ایک کرشمہ ہی دکھایا تھا۔ کہ تیری آنکھوں نے اسکے مقابلہ پر تمام جہاں میں فتنہ بپا کر دیا۔ یعنی اسکے ایک کرشمہ کے مقابلہ میں تیری آنکھوں نے صدہا کرشمے کئے اور صدہا دلوں کو والہ و شیدا بنایا۔

(۴) ترجمہ۔ اس شرم سے کہ لوگوں نے تیری رخسار سے اسکی نسبت کی۔ سمن نے صبا کے ہاتھ سے اپنے منہ میں مٹی ڈالی۔ یعنی چنبیلی کو جب معلوم ہوا کہ لوگ تیرے رخسار سے اسکو تشبیہ دیتے ہیں تو وہ سخت شرمندہ ہوئی کہ مجھے اسکے ساتھ کیا نسبت ہے اور اس شرمندگی میں منہ میں خاک ڈالی کہ توبہ۔ ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ پھول کے اندر جو گرد سی نظر آتی ہے ممکن ہے اس گرد کیطرف اشارہ ہو۔ اور حسن تعلیل ہو۔

(۵) ترجمہ۔ میں کل بزم چمن میں مست ہو کر گذرا۔ کیونکہ غنچہ نے مجھے تیری دہن کے گمان میں ڈال دیا۔ یعنی میں کل باغ میں جا رہا تھا۔ کہ غنچہ کو دیکھ کر تیرے دہن کا گمان ہوا اور اس خیال میں مست ہو گیا۔ غنچہ کو بوجہ نزاکت اور ناشگفتگی (یعنی تنگی دہن) کے دہن معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ بنفشہ اپنے طرۂ پر پیچ کو گرہ لگا رہا تھا۔ کہ صبا نے تیری زلف کی حکایت درمیان ڈالی۔

بنفشہ ۔ بفتح اول وضم ثالث مشہور گھاس ہے ۔ جو بطور دوا کے استعمال ہوتا ہے ۔ اسکا پودا بہت پست اور اسکی شاخیں نہایت باریک ہوتی ہیں ۔ اسکا پھول (گل بنفشہ) کبود رنگ ہوتا ہے ۔

مفتول ۔ پیچیدہ ۔ ابریشم یا کلابتون کا پیچدار تار ۔ مطلب یہ ہے کہ بنفشہ اپنی پیچدار زلفوں کو گرہ لگا رہا تھا ۔ یعنی خم دے رہا تھا ۔ اور انہیں سنوار رہا تھا ۔ کہ اتنے میں باد صبا آئی اور تیری زلفوں کی باتیں کرنے لگی ۔ (جسپر بنفشہ شرمندہ ہوگیا ۔ کہ جہاں اسکی زلف کی حکایت ہو وہاں میرے طرہ کا کیا ذکر ہے) بنفشہ کی شاخیں بال کیطرح باریک ہوتی ہیں ۔ اسلئے زلف سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جب باد صبا آئیگی ۔ تو بنفشہ کی شاخیں خود بخود پریشان ہو جائینگی ۔ اور اسکے طرہ کے خم اور گرہیں خود بخود کھل جائینگی ۔ مگر خواجہ صاحب نے بنفشہ کی ہوا سے پریشان ہونے کی وجہ نہایت اعلیٰ بیان کی ہے ۔ حسن تعلیل ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ اب میں شراب سرخ کے پانی سے خرقہ دھوتا ہوں (کیونکہ) قسمت ازلی کو اپنے آپ نہیں ہٹا سکتے ۔ مطلب یہ ہے کہ میں خرقہ کو شراب سے رنگین کرتا ہوں ۔ یعنی زہد و ورع پر عشق کو ترجیح دیتا ہوں ۔ اور چونکہ میری قسمت میں روز الست ہی سے عشق لکھا ہوا ہے ۔ اسلئے اب میرا کچھ اختیار نہیں ہے ۔ میں مجبور ہوں اور خواہ لوگ میرے اس فعل پر معترض ہوں ۔ میں ضرور خرقہ کو شراب سے دھو ڈالونگا ۔ (تاکہ ریا کے دھبے اس لباس سے دور ہو جائیں)

(۸) ترجمہ ۔ دونوں جہانوں کا رنگ نہیں تھا جبکہ محبت کا نقش موجود تھا ۔ زمانہ نے بنیاد محبت کچھ آج نہیں ڈالی ۔ مطلب یہ ہے کہ خلقت عالم سے پہلے بھی عشق موجود تھا ۔ کوئی نئی بات نہیں شعر الف ۱ میں بیان ہو چکا ہے کہ خلقت عالم کا باعث ہی عشق ہوا تھا ۔

نظربازے گواں رسمی ست معہود	(سعدی)	نہ ایں بدعت من برآوردم بعالم

الفاظ رنگ و نقش کی رعایت ظاہر ۔

آں دم کہ ز ہر دو کوں آثار نبود معشوقہ عشق دباہم مے بودیم	برلوح وجود نقش اغیار نبود درگوشہ خلوتے کہ دیار نبود

(۹) ترجمہ ۔ میں پرہیزگاری کیوجہ سے شراب اور مطرب کو دیکھتا ہی نہیں تھا ۔ مگر مغبچوں کے عشق نے مجھے اسمیں اور اسمیں ڈالا ہے ۔

ورع ۔ بفتح ۔ پرہیزگاری و بفتح واؤ و کسر را پرہیزگار ۔ ایں و آں کا اشارہ مطرب و مے کیطرف ہے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مے و مطرب کا کبھی خیال بھی نہ کیا تھا ۔ مگر عشق نے مجھے مجبوراً اسطرف مائل کیا ۔ مرزا غالب نے ترک تقویٰ کا [illegible] بھی ایک اچھا بہانہ بیان کیا ہے ۔

سحر کوتاه [illegible] اسرار ما | ز تنگ [illegible] افتادم [illegible]

(۱۰) ترجمہ — تمہیں اب میرے دل کے حسب مراد ہو جائیگا۔ کیونکہ دور زمان نے مجھے خواجۂ وقت کی بندگی عطا فرمائی۔ یعنی چونکہ میں نے خواجۂ وقت کی بندگی اختیار کی ہے یعنی اسکا غلام ہو گیا ہوں اسلئے اب مجھے امید ہے کہ امر حسب خواہش ہوگا خواجۂ زمن سے مراد ممدوح۔

(۱۱) ترجمہ — شاید حافظ کی کشائش کار اسی خرابی میں تھی کہ قسمت ازلی نے اسکو میخانۂ مغاں میں مشغول کیا۔ خرابی سے مراد شغل مے اور عشق کی ظاہری خرابی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ازل سے ہی میرے نصیب میں اب لکھی ہی تقدیر سے ہے کہ اسی خرابی میں میری بہتری ہے حقیقت حال یہی ہے کہ اصل معموری اسی خرابی میں ہے۔

[illegible]

غزل (۷۸)

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست ۱ منت خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست
ناظر روی تو صاحب نظرانند آرے ۲ سر گیسوی تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
اشک غماز من ار سرخ برآید چہ عجب ۳ خجل از کردۂ خود پردہ درے نیست کہ نیست
کمر کین بمن خستہ چہ بندی کہ زہم ۴ بر میان دل و جانم کمرے نیست کہ نیست
تا بدامن ننشیند ز نسیمت گردے ۵ سیل اشک از نظرم بر گذرے نیست کہ نیست
تا دم از شام سر زلف تو ہر جا نزنند ۶ با صبا گفت و شنیدم سحرے نیست کہ نیست
من ازین طالع شوریدہ برنجم ورنہ ۷ بہرہ مند از سر کویت دگرے نیست کہ نیست
از خیال لب نوشین تو ای چشمۂ نوش ۸ غرق آب و عرق اکنون شکرے نیست کہ نیست
آب چشمم کہ برو منت خاک در تست ۹ زیر صد منت او خاک درے نیست کہ نیست
از وجود آن قدرم نام و نشانیست کہ ہست ۱۰ ورنہ از ضعف در آنجا اثرے نیست کہ نیست
شیر در بادیۂ عشق تو روباہ شود ۱۱ آہ ازین راہ کہ در وی خطرے نیست کہ نیست
نہ من دلشدہ از دست تو خونین جگرم ۱۲ از غم عشق تو بی خون جگرے نیست کہ نیست
از سر کوی تو رفتن نتوانم گامے ۱۳ ورنہ اندر دل بیدل سفرے نیست کہ نیست

تو خود ای شعلهٔ رخشنده چه داری در سر	۱۴	که کباب از حرکات جگری نیست که نیست
مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز	۱۵	ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

(۱۶)	بجز این نکته که حافظ ز تو ناخوشنود است در سراپای وجودت هنری نیست که نیست	(۱۶)

یہ غزل خواجہ صاحب کی مشہور ترین غزلوں میں سے ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نیست کہ نیست کو ردیف بنا کر اتنی لمبی غزل لکھنا اور اس شیریں بیانی اور قادر الکلامی سے لکھنا خواجہ صاحب کا ہی حصہ تھا نیست کہ نیست پر دیگر شعرا نے بھی غزلیں لکھی ہیں۔ مگر جس طرح خارستان اور بہارستان وغیرہ شیخ سعدی کی گلستان کا جواب نہ ہو سکیں۔ خواجہ صاحب کی یہ غزل بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ مرزا صائب نے بھی اسی ردیف اور قافیہ میں ایک غزل لکھی ہے۔

هیچ عزم سفر هند که در هر دل هست		رقص سودای تو در هیچ سری نیست که نیست

عمر خیام کی بھی ایک رباعی اسی طرز میں ہے۔ ممکن ہے وہ رباعی خواجہ حافظ کے زیر نظر ہو۔

پر خون ز فراقت جگری نیست که نیست باآنکه نداری سر سودای کسے		شیدای تو صاحب نظری نیست که نیست سودای تو در هیچ سری نیست که نیست

(۱) ترجمہ۔ تیرے رخسار کی پرتو سے کوئی ایسی نظر نہیں جو روشن نہ ہو تیرے دروازہ کی خاک کا سرمہ کوئی ایسی آنکھ نہیں جس پر نہ ہو مطلب یہ ہے۔ کہ محبوب مطلق کے حسن کا پرتو ہی ہے جس نے تمام کائنات کی آنکھوں کو بینائی بخشی ہے اور تمام روشنی کا منبع اسی کا خورشید جمال ہے عاشق در معشوق کی خاک کو سرمہ چشم کہتے ہیں۔ اسلئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی آنکھ نہیں جس پر تیری خاک در کا سرمہ نہ ہو یعنی جسنے تیری خاک در سے سرمہ نہ بنایا ہو۔ گویا تمام عالم کو بصیرت تیری ہی دی ہوئی ہے اور تمام عالم تجھ پر عاشق ہے اور تیری خاک در کو سرمہ سمجھتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کو دیکھنے والے تو صرف اہل نظر ہیں۔ لیکن۔ تیری زلف کا خیال کوئی ایسا نہیں جس کے سر میں نہ ہو۔ یعنی تیرا دیدار تو بیشک صرف نظر والوں کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر تیرا عشق اور تیری دیدار کا شوق تو ہر ایک شخص میں موجود ہے اسمیں شک نہیں کہ تمام جہاں محبوب حقیقی پر عاشق ہے۔ البتہ مشاہدہ ذات صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو روشن ضمیر ہوتے ہیں۔

با آنچہ دیدہ ایم نہ پوشیدہ می شود — نظارۂ جمال تو عام است تمام نیست

(۳) ترجمہ - میرے چغل آنسو اگر سرخ ہو کر نکلے تو کیا عجب ہے کوئی پردہ در (غماز چغل) ایسا نہیں جو اپنی کرنی پر پشیمان نہ ہو - خواجہ صاحب عشق میں لہو کے آنسو روتے ہیں اور اپنے آنسوؤں کے خون آمیز ہونے کی وجہ بتاتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے میرے عشق کا راز افشا کیا ہے اور پردہ دری کی ہے اسلئے یہ اپنی کرنی پر پشیمان ہو رہے ہیں -

(۴) ترجمہ - مجھ خستہ جان کے برخلاف تو کمر کینہ کیوں باندھتا ہے کہ محبت کا کوئی کمر بند ایسا نہیں جو میری جان اور دل کی کمر پر نہ ہو - کمر - (۱) احسان (۲) میان بند - دوسرے مصرعے میں میان بمعنی کمر اور کمر بمعنی میان بند یا کمر بند استعمال ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ تو مجھ پر نامہربان کیوں ہے اور ظلم پر کیوں کمر باندھی ہے حالانکہ میرے دل و جاں کی کمر پر محبت کا کمر بند ہے

(۵) ترجمہ - تا کہ تیری دامن پر ہوا سے گرد جمع نہ ہو میری آنکھوں کے آنسو کا سیلاب کوئی ایسا رستہ نہیں جہاں نہ ہو - یعنی میں رستہ پر سیل اشک بہاتا ہوں اور گلی گلی روتا پھرتا ہوں تاکہ میری اشک جاری ہو سڑکوں کی گرد بیٹھ جائے اور راہ میں چلتے وقت گرد اڑ کر تیرے دامن پر جمع نہ ہو -

(۶) ترجمہ - تا کہ تیری زلف کی سیاہی کا ہر جگہ ذکر کرے صبا کے ساتھ کوئی ایسی سحر نہیں کہ میری گفتگو نہ ہو - **شام** - یعنی سیاہی صبا کا کام ہے - کہ ہر جگہ جاتی ہے اور زلف معشوق سے خوشبو اڑا لے جاتی ہے اور جگہ جگہ پھیلاتی ہے اور معشوق کی زلفوں کی سیاہی وغیرہ کا ذکر کرتی ہے اسلئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ہر صبح باد صبا کو سمجھاتا رہتا ہوں کہ وہ معشوق کی ہر زلف کا تذکرہ ہر جگہ جاکر پھیلایا کرے - عاشق نہیں چاہتا کہ اسکے معشوق کا ذکر اور کسی جگہ بھی ہو - باد صبا کیلئے دم زدن کا لفظ نہایت موزون استعمال ہوا ہے - شام و سحر کا مقابلہ ظاہر -

(۷) ترجمہ - میں اپنی بخت بد سے تکلیف میں ہوں - ورنہ اور کوئی ایسا نہیں جو تیری کوچہ سے بہرہ مند نہ ہوا ہو - مطلب یہ ہے - کہ ہم خود بدبخت ہیں ورنہ یار تو سب پر مہربان ہے اور ہمارے سوا سب اسکے دروازے سے بہرہ مند ہوئے

برمن جفا ز بخت بد آمد وگرنہ یار — حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

با ہمہ مہر و با منش کین است — چہ کنم خط بخت من این است

(۸) ترجمہ - تیری لب شیریں کے خیال میں آجانے کی وجہ سے کوئی ایسی شکر نہیں جو اب غرق آب و عرق نہ ہو - نوش - شہد - گوارا - آبحیات - زندگی - تریاق - شہد

یعنی شکر باوجود شیرینی کے تیرے لبوں کی شیرینی دیکھ کر شرمندہ ہے اور اس شرم میں اسکے پسینے پسینے آرہے ہیں -

(۹) **ترجمہ** - میری آنکھوں کے آنسو جو تیری خاک در کو زیر احسان ہیں۔ کوئی ایسی خاک در نہیں جو ان کے صدہا احسانوں کی زیر بار ہو۔
مطلب یہ ہے کہ میری آنکھوں اور میرے آنسوؤں پر تو تیرے دروازہ کی مٹی کا احسان ہے کیونکہ میں تیرے دروازہ کی خاک آنکھوں میں بطور سرمہ ڈالتا رہا ہوں اور اشک باری کرتا رہا ہوں۔ لیکن باقی تمام دروازوں کی خاک میرے آنسوؤں کے زیر احسان ہے کیونکہ میں اشکباری کر کے ان کی گرد بٹھاتا رہا ہوں۔

(۱۰) **ترجمہ** - میرے وجود سے صرف اسی قدر نام ونشان باقی ہے کہ وہ ہے ورنہ کمزوری کا کوئی ایسا اثر نہیں جو وہاں موجود نہ ہو۔
مطلب یہ ہے کہ میرا وجود اب نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اب اس کا صرف اتنا نشان باقی ہے کہ وہ موجود ہے معدوم نہیں ہو گیا ورنہ کمزوری کے کل آثار میرے وجود میں موجود ہیں۔ یعنی یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ میرا وجود ہی نہیں ہے تو بیشک مگر اسقدر کمزور ہو گیا ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ غالباً اسی ناتوانی کی حد تک پہنچ کر مرزا غالب کہتے ہیں۔

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے حریف دم عیسی نہ ہوا

(۱۱) **ترجمہ** - شیر بھی تیرے عشق کی جنگل میں لومڑی ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ کوئی ایسا خطرہ نہیں جو اس راہ میں نہ ہو۔
یعنی راہ عشق اسقدر پر مصائب اور پر خطر ہے کہ شیر کے سے دل والے آدمی بھی راہ عشق میں ہجوم مصائب سے گھبرا کر بزدل ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) **ترجمہ** - صرف میں بیدل ہی تیرے ہاتھ سے خونیں جگر نہیں ہوں تیرے عشق کے غم میں کوئی ایسا جگر نہیں جو پر خون نہ ہو۔
تشریح کیلئے دیکھو شعر (د ۱۰۶/۱)

(۱۳) **ترجمہ** - تیرے کوچہ سے میں ایک قدم بھی چلکر نہیں جا سکتا۔ ورنہ مجھ بیدل کے دل میں کوئی ایسا سفر نہیں جو نہ ہو۔
یعنی میں ہزار سفر کرنے کا ارادہ کروں مگر اسقدر ناتواں ہوں کہ اٹھ بھی نہیں سکتا۔ یا یہ کہو کہ اگرچہ میں ہزار سفر کرنا چاہتا ہوں لیکن تیرے کوچہ سے ایک قدم باہر جانے کو بھی دل نہیں چاہتا اسلئے میں یہاں سے ٹل نہیں سکتا۔

(۱۴) **ترجمہ** - اے شعلۂ رخشاں تیرے سر میں یہ کیا خیال ہے کہ تیری حرکات سے کوئی جگر نہیں جو کباب نہ ہو۔
یعنی اے معشوق تیرے دل میں کیا سمایا ہے کہ تو اپنے ناز و ادا سے ہر دل کو زخمی کر رہا ہے اور ہر جگر کو کباب۔ معشوق کے رخسار کو بوجہ سرخ اور رخشاں ہونے کے شعلہ سے بھی تشبیہ دیا کرتے ہیں اور شعلہ کی حرکتوں سے کباب ہونا ظاہر ہے۔

(۱۵) **ترجمہ** - قرین مصلحت نہیں کہ پردہ سے راز باہر نکل جائے ورنہ رندوں کی مجلس میں کوئی ایسا راز نہیں جو (معلوم) نہ ہو۔
مطلب یہ ہے کہ رندوں کو تمام اسرار و رموز سے واقفیت ہوتی ہے مگر چونکہ اختفائے راز قرین مصلحت نہیں ہے اسلئے وہ منہ سے کچھ نہیں بولتے حضرت منصور حلاج کا قصہ عبرت کیلئے کافی ہے تشریح کیلئے دیکھو شعر د ۲۵/۱۱ و الف ۹/۲ -

لب خموش و دل پر از آوازہا	ہر دلش قفل ست و درد دل رازہا

عارفان چون جام حق نوشیده اند		رازها دانسته و پوشیده اند

مرزا غالب نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

مژدهٔ صبح درین تیره شبانم دادند		شمع کشتند و ز خورشید نشانم دادند
رخ کشودند و لب هرزه سرایم بستند		دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند

مولانا حالی مرحوم نے بھی یہی خیال ظاہر فرمایا ہے۔

کل خرابات میں اک گوشہ سے آتی تھی صدا		دل میں سب کچھ ہے مگر رخصت گفتار نہیں

اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں	(غالب)	ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

(۱۶) ترجمہ۔ سوا اس نکتہ کے کہ حافظ تجھ سے ناخوش ہے تیرے حسن میں عیب نہیں پایا جاتا [illegible] مہر نہیں جو موجود ہے۔

یعنی تجھ میں سب خوبیاں موجود ہیں مگر ایک کمی ہے کہ حافظ کو تو نے ناخوش کیا ہوا ہے اسی طرز پر خواجہ صاحب نے خود ایک جگہ فرمایا ہے

جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب		که خال مهر و وفا نیست روی زیبا را

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مضمون ہے پہلا مصرع بھی ان ہی کا لیا ہے۔

جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب		که مهربانی از آن طبع و خو نمی آید

غزل (۷۹)

کس نیست که افتادهٔ آن زلف دوتا نیست	۱	در رهگذر کیست که دامی ز بلا نیست
روی تو مگر آینهٔ لطف الهی ست	۲	حقا که چنین ست و درین روی و ریا نیست
زاهد بدم توبه ز روی تو زهی روی	۳	هیچش ز خدا شرم هم و ز روی تو حیا نیست
نرگس طلبد شیوهٔ چشم تو زهی چشم	۴	مسکین خبرش از سر و در دیده حیا نیست
از بهر خدا زلف میارای که ما را	۵	شب نیست که صد عربده با باد صبا نیست
باز آی که بی روی تو ای شمع دل افروز	۶	در بزم حریفان اثر نور و صفا نیست
دی می شد و گفتم صنما عهد بجا آر	۷	گفتا غلط ای خواجه درین عهد وفا نیست
تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست	۸	جانا مگر این قاعده در شهر شما نیست

چون چشم تو دل می برد از گوشہ نشینان	۹	دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست
گر پیر مغان مرشد ما شد چہ تفاوت	۱۰	در ہیچ سری نیست کہ سرّی ز خدا نیست
گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم	۱۱	دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست
عاشق چہ کند گر نخورد تیر ملامت	۱۲	با ہیچ دلاور سپر تیر قضا نیست
در صومعۂ زاہد و در خلوت عابد	۱۳	جز گوشۂ ابروی تو محراب دعا نیست

(۱۴) ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ (۱۴)
فکرت مگر از عزت قرآن خدا نیست

(۱) ترجمہ - کوئی ایسا شخص نہیں جو تیری زلف دوتا کا اسیر نہ ہو - اور کوئی راستہ نہیں - جہاں بلا کا جال نہ ہو
مطلب یہ ہے کہ تمام عالم تیری زلف دوتا کا اسیر ہے - اور کوئی راستہ ہی نہیں - جہاں جال نہ ہو جدہر جاؤ گرفتاری کا خطرہ ہے عشق کی ہمہ گیری بتائی ہے

(۲) ترجمہ - تیرا چہرہ ضرور لطف الہی کا آئینہ ہے خدا کی قسم ہے کہ ایسا ہی ہے اور اسمیں کچھ روو ریا نہیں -

روو ریا - یعنی ظاہرداری - منافقت - فریب - روی اور ریا میں تجنیس ہے -

(۳) ترجمہ - زاہد مجھے تیرے چہرے کے عشق سے توبہ کراتا ہے - کیا عجیب چہرہ ہے اسے خدا کا شرم ہی نہیں آتا اور تیرے چہرے سے بھی حیا نہیں کرتا
مطلب یہ ہے کہ تیرا چہرہ اسقدر خوبصورت ہے کہ جو دیکھتا ہے عاشق ہو جاتا ہے زاہد کو تیرا چہرہ دیکھکر شرم ہی نہیں آتی کہ مجھے تیرا چہرہ دیکھنے سے منع کرتا ہے اور اسے خدا کا شرم ہی نہیں ہے - کہ خدا کی ایسی صنعت (یعنی تیرے چہرے) کے دیدار سے منع کرتا ہے -
زہی رو - میرا گر روئے معشوق کی طرف اشارہ ہو تو زہی کلمہ تحسین ہوگا اور اگر روئے زاہد مراد ہو تو بطور طنز استعمال ہوا ہے بمعنی کلمہ تحقیر -

مردمان دیدہ ز روی تو ہمہ حیرانند (خسرو) مرد آن کس کہ ترا بیند و حیران نشود

(۴) ترجمہ - نرگس تیری آنکھوں کا شیوہ [illegible] (حیا سیکھنا چاہتی ہے) کیا خوب ہے کہ اسمیں سر حاضر نہیں [illegible] آنکھ جو حیا [illegible]
مطلب یہ ہے کہ نرگس کی آنکھ تیری آنکھوں کا شیوہ و کرشمہ سیکھنا چاہتی ہے مگر چشم نرگس کہاں اور تیری آنکھ کہاں - نرگس کی آنکھ میں حیا نہیں ورنہ تیری آنکھوں کا مقابلہ کبھی نہ کرتی - اسے تو سر تک کی خبر نہیں ظاہر ہے کہ گل نرگس میں صرف آنکھ ہی آنکھ ہے سر نہیں اور چشم نرگس ہر وقت کشادہ رہتی ہے - گویا اسمیں حیا ہی نہیں کیونکہ حیا چشم آدمی کبھی ہر وقت آنکھ سامنے نہیں رکھتا -
زہی چشم - پچھلے شعر کی زہی رو کی طرح ہے - چشم نرگس اور نرگس چشم کے متعلق کسی استاد نے کہا ہے -

قلم و دوات و کاغذ ہمہ جمع کرد نرگس
ز پیش چشم مستت زرہ بندگی نویسد

(۵) ترجمہ۔ خود کیلئے زلف کو آراستہ نہ کرتے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں کہ بادِ صبا سے جھگڑے کو ترک نہ کرتے ہوں۔
بادِ صبا سے جھگڑے کی وجہ یہ ہے کہ بادِ صبا زلف عنبریں کی خوشبو اڑا لیجاتی ہے۔ اور ہر جگہ پھیلاتی ہے عاشق کو یہ پسند نہیں کہ اسکے اور رقیب بھی اسطرح پیدا ہو جائیں۔ بادِ صبا کو شاعر اکثر غماز بھی کہتے ہیں۔ اور دیکھو شعر ت ۴۵ ۳۷ د ۲

(۶) ترجمہ۔ واپس آ کہ تیرے چہرہ کے سوائے دل کو روشن کرنیوالے شمع۔ دوستوں کی مجلس میں نور اور روشنی کا نشان تک نہیں۔
معشوق کو شمع دل افروز کہا ہے اور اسی کے بزم آرا ہونے کی درخواست کی ہے۔ کیونکہ اسکے شمع رو کے سوا عاشقوں کی بزم بے نور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ کل وہ جا رہا تھا۔ کہ میں نے کہا۔ اے معشوق وعدہ پورا کر۔ اسنے کہا کہ ای خواجہ غلط کہہ رہے ہو اس زمانہ میں وفا نہیں۔
پہلے مصرع میں عہد بمعنی وعدہ اور دوسرے مصرع میں عہد بمعنی زمانہ ہے صنعت تجنیس ہے۔ اگر دوسرے مصرع میں بھی عہد کو بمعنی وعدہ لیا جائے۔ تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ اس وعدہ کا (یعنی ہمارے وعدہ کا یا معشوقوں کے وعدہ کا) ایفا ہوتا ہی نہیں۔

[illegible]
[illegible]

(۸) ترجمہ۔ مسافروں کی غمخواری ذکر جمیل کا سبب ہے۔ اے معشوق شاید یہ قاعدہ تمہارے شہر میں نہیں ہے۔
ذکر جمیل۔ ذکر خیر نیکی کے ساتھ یاد کرنا۔ نیکنامی۔ مطلب یہ ہے کہ مسافروں کی دلجوئی اور ہمدردی بہت اچھا کام ہے۔ اور نیکنامی کا موجب ہے۔ مگر غالباً آپکے شہر میں یہ قاعدہ نہیں کہ آپ غریب پر نظر التفات نہیں کرتے (مسافر پر مہربانی کرنا نیکنامی کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے شہروں میں جا کر اپنے محسن کا مداح ہوتا ہے)۔

باغریباں لطف بے اندازہ کن
تا برند نام نیکت در دیار (سعدی)

یہ شعر بھی سعدی کا ہے

آئین وفا و مہربانی
در شہر شما مگر نباشد

(۹) ترجمہ۔ جب تیری آنکھ گوشہ نشینوں کے دل بھی کھینچتی ہے۔ تو تیرے پیچھے ہو گئیں یا تم پر عاشق ہو گئیں ہماری طرف سے کیا گناہ ہے
مطلب یہ ہے کہ تیری آنکھ گوشہ نشین لوگوں کو بھی اپنا شیدا بنا لیتی ہے حالانکہ وہ ایک زاویہ میں محفوظ بیٹھے ہوتے ہیں اور نظر باز نہیں ہوتے۔

[illegible]
[illegible]

اسی مضمون پر ہے

ندان برق تجلی کافتہ بر کوہ گیر سشد (کلیم) آتش زد و خوشیانہ ما را گرفتہ است

ایسی حالت میں اگر ہم تیرے عاشق ہو گئے تو ہمارا کیا قصور ہے یہ تیری اپنی آنکھوں کے کاٹے ہیں ہم مجبور ہیں۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم (سعدی) باید اول بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی

الفاظ چشم۔ گوشہ۔ دنبال۔ جانب۔ کی رعایت قابل تدبر

جز ہمت جگر تشنگان چہ پرستی (انشاء) [illegible] زلف آموخت

(۱۰) ترجمہ۔ اگر پیر مغاں کی راہنمائی ہو تو کیا فرق ہے۔ [illegible]

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے پیر مغاں کی پیروی اختیار کی ہے اور آپ کسی دوسرے پیر کے مرید بنے ہیں تو ہم میں اور آپ میں فرق کیا ہے نہیں کیونکہ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے سر میں خلل ابھی پیدا نہ ہوں۔ خواہ پیر مغاں یا کوئی اور پیر سب کے سر میں تیرا ہی سودا اور سر میں تجسس ہے

شور ہو حق ہی بپا شیخ کے وہاں شرابیو اپنی مسجد سی لوٹ نے میرے میخانے کو

مولانا حالی مرحوم نے یہی خیال ظاہر کیا ہے

پھندے سے تیری کیونکر جائے نکل کر کوئی پھیلا ہوا ہے گھر گھر سو عالم میں جال تیرا

ظہیر فاریابی کہتا ہے۔

پرتو حسن تو در ہر رو بر انداختہ اند آتش این است کہ در خشک و تر انداختہ اند

(۱۱) ترجمہ۔ خورشید کے سامنے یہ کہنا کہ چشمۂ نور ہوں۔ بزرگ جانتے ہیں کہ سہا کو زیبا نہیں۔

سہا بضم اول۔ ایک باریک ستارہ ہے جو بنات النعش میں ہے اور بنات النعش کے سات ستاروں میں سے ستارہ دوم کے متصل واقع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سہا جیسے ایک باریک ستارے کو یہ موزوں اور مناسب نہیں کہ وہ خورشید کے مقابلہ میں روشنی کا منبع ہونیکا دعوی کرے نور حقیقی کے مقابلہ میں بھی کسی نور کو مجال دعوی نہیں اور جس طرح آفتاب کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا ستارہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا اسی طرح آفتاب بھی خورشید جمال الٰہی کے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں۔ اور تمام کائنات کا نور اسی نور سے فیض لیے ہے۔

مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ بتابد بشب کرمکے چوں چراغ
یکے گفتش اے مرغک شب فروز (سعدی) چہ بودت کہ بیروں نیائی بروز
ببیں کاتشیں کرمک خاکزاد جواب از سر روشنائی چہ داد

	کہ من بروز و شب جز بصبر انیسم		درین پیش تو خورشید سپید انیم	

(۱۲) ترجمہ ۔ عاشق اگر تیر ملامت کھائے تو کیا کرے۔ کسی دلاور کے پاس تیر قضا کے مقابلہ کیلئے ڈھال نہیں ہے۔ یعنی عاشقوں کی قسمت میں ہی ملامت لکھی ہے اسلئے لوگوں کے لعن طعن سے عاشق بالکل نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ قضا کے تیر کو کوئی ڈھال نہیں روک سکتی۔

	گرا تیغ قہر اجل در قفا است چو طالع نہ ما روئے بر ہیچ بود		برہنہ ست اگر جوشنش چند لاست سپر پیش تیر قضا ہیچ بود	

(۱۳) ترجمہ ۔ زاہد کی عبادت خانہ کی خلوت میں تیرے گوشۂ ابرو کے سوا کوئی محراب دعا نہیں۔ یعنی ہر جگہ تیری محراب ابرو کو سجدہ ہوتا ہے۔ (ابرو محراب نما ہوتا ہے)

(۱۴) ترجمہ ۔ اے حافظ کی دل کی خون میں تو نے ہیچ مارا ہے۔ کیا تجھ قرآن خدا کی عزت کا بھی خیال نہیں۔ خواجہ صاحب حافظ قرآن تھے اپنے دشمنوں اور حاسدوں کو کہتے ہیں کہ حافظ کے سینے میں قرآن حکیم ہے کیا تمہیں اسکا بھی خیال نہیں کہ جس دل کا تم خون کرتے ہو اس دل میں کلام الہی کی جگہ ہے اس شعر میں معشوق کیطرف بھی خطاب ہو سکتا ہے۔

غزل (۸۰)

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست	۱	کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست
بلطف خال و خط از عارفان ربودی دل	۲	لطیفہای عجب زیر دام و دانۂ تست
دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد	۳	کہ در چمن ہمہ گلبانگ عاشقانۂ تست
علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن	۴	کہ آن مفرح یاقوت در خزانۂ تست
بتن مقصرم از دولت ملازمتت	۵	ولی خلاصہ جان خاک آستانۂ تست
چہ جای من کہ بلرزد سپہر شعبدہ باز	۶	ازین حیل کہ در انبانۂ بہانۂ تست
من آن نیم کہ دہم نقد دل بہر شوخی	۷	در خزانہ بمہر تو و نشانۂ تست
تو خود چہ لعبتی ای شہسوار شیرین کار	۸	کہ توسنی چو فلک رام تازیانۂ تست

	سرود مجلست اکنون فلک برقص آورد کہ شعر حافظ شیرین سخن ترانۂ تست	

مولانا جامی نے نفحات الانس میں خواجہ حافظ کی متعلق لکھا ہے کہ "معلوم نیست کہ وے دست ارادت بہ پیر گرفتہ و در تصوف بیکے از طائفہ نسبت درست کردہ" یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کسی بزرگ کے مرید تھے - یا نہ اور عام خیال یہی ہے کہ وہ کسی سے بیعت نہیں ہوئے - مگر بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کے مرید تھے چنانچہ صاحب سفینۃ الاولیاء نے لکھا ہے "از تذکرہ عبد القادر بداونی از خدمت شیخ نظام الدین نقل کردہ است کہ خواجہ حافظ مرید حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اند" اور خواجہ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ جب حج سے واپس ہوئے تو چند روز شیراز میں رونق افروز رہے - خواجہ حافظ نے یہ غزل بطور خیر مقدم ان کی خدمت میں لکھ بھیجی تھی -

غزل ہذا کے اشعار کی تشریح میں اس روایت کے مطابق تاویل و تعبیر ناظرین خود کر لیں -

(۱) ترجمہ - میری آنکھوں کے منظر کا رواق تیرا آشیانہ ہے مہربانی کر اور تشریف لا کہ گھر تیرا گھر ہے -
عزیز مہمان کی تشریف آوری کے وقت کہتے ہیں خانہ خانۂ تست - یعنی یہ گھر آپ کا گھر ہے تشریف لائیے - خواجہ صاحب اپنے مہمان کو آنکھوں میں جگہ دینے پر تیار ہیں - یعنی بسر و چشم تشریف لائیے - آنکھوں پر تشریف رکھئے -
رواق - چھت کا وہ حصہ جو مکان کے سامنے بڑھا ہوا ہو - یہاں مطلق بمعنی مکان - جگہ - خواجہ صاحب نے اس شعر میں عین انتظار اور عین اشتیاق کا اظہار کیا ہے -

(۲) ترجمہ - خال اور خط کی لطافت سے تو عارفوں کا دل لے لیا - تیرے دام و دانہ کے نیچے عجیب لطیفے ہیں -
خط کو دام اور خال کو دانہ سمجھئے - وجہ تشبیہ مشابہت صوری - مطلب یہ ہے کہ تیرے خال و خط کی لطافت پر کئی عارف شیدا ہو گئے - تیرے خال و خط میں کئی لطافتیں ہیں - یعنی تیرے انداز و ادا میں کئی دل لطیف باتیں ہیں جو عاشقوں کو شیدا کر لیتی ہیں

خال تو دانہ دانہ ز خط تو دام ہم ۔۔۔ مرغی کہ دانہ دید گرفتار دام شد

(۳) ترجمہ - ای بلبل چمن وصلِ گل تیرے دل کو خوش ہو کہ باغ میں تیرے عاشقانہ نغمے ہی نغمے ہیں -
یعنی تمام باغ تیرے نغمہ ہائے شوق سے گونج رہا ہے تجھے وصل گل مبارک ہو - وصل گل سے مطابق روایت بالا اشارہ زیارت حرمین شریفین کی طرف ہے اور بلبل سے مراد خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رح

(۴) ترجمہ - ہمارے ضعفِ دل کا علاج اپنے لبوں کے حوالے کر - کیونکہ یہ مفرح یاقوتی تیرے خزانے میں ہے -
یعنی بوسۂ لب سے ہمارے ضعفِ دل کا علاج کر - معشوق کے لبوں کو یاقوت سے بوجہ آب و تاب و رنگ تشبیہ دیتے ہیں اور چونکہ بوسۂ لب سے فرحتِ قلب نصیب ہوتی ہے اسلئے لب یا بوسہ لب کو مفرح یاقوتی کہا - مفرح یاقوتی طب میں ایک مشہور مفرح قلب دوائی ہے جسمیں قیمتی اجزا شامل ہوتے ہیں - اصطلاح اطبا میں مفرح وہ دوا ہوتی ہے

جو شیریں اور جو خوش ذائقہ اور روح و جگر کو قوت بخشنے والی ہو ۔

(۵) ترجمہ ۔ میں آپ کی ملازمت کی دولت سے اگرچہ بظاہر (جسمانی طور سے) قاصر ہوں لیکن جان کلیتاً آپکے آستان کی خاک ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں جسمانی لحاظ سے آپکی قدمبوسی کی سعادت سے محروم ہوں اور آپ سے دور رہتا ہوں لیکن روحانی طور پر میری جان اور میرا دل آپکے آستان کی خاک ہیں اور اسطرح آپکی قدمبوسی سے مشرف ہو رہے ہیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں کیا ہوں آسمان شعبدہ بازی کا پتلا ہے ۔ ان حیلوں سے جو تیری بہانوں کی انبان میں ہیں ۔
شعبدہ ۔ بالفتح و ہائے مفتوح ۔ سحر و فن کی بازی ۔ بازیگری ۔ دھوکہ بازی ۔
انبانہ ۔ بالفتح ۔ وہ چمڑا جو مشک کیطرح ہوتا ہے ۔ اور جس میں غلہ بھرتے ہیں ۔
معشوق کے حیلوں سے معشوق کے ناز و ادا کرشمے اور غمزے مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان جو خود ایک مشہور شعبدہ باز ہے اور انقلابات دہر کا منبع سمجھا جاتا ہے وہ بھی میرے معشوق کے سحر و فن سے ڈرتا ہے یا محبوب مطلق کی دست قدرت وصنعت کے سامنے کسی کی مجال نہیں ۔ اور دور چرخ جس سے دنیا کے تمام حوادثات کو منسوب کیا جاتا ہے وہ بھی فی الحقیقت کچھ چیز نہیں ۔ سب کچھ قادر مطلق کے اپنے ہاتھ میں ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ میں وہ نہیں ہوں جو اپنا نقد دل ہر شوخ کو دیدوں ۔ اس خزانہ کے دروازہ پر تیری مہر اور تیرا نشان ہے ۔
یعنی میرا دل صرف تیرے لئے ہے اور کوئی معشوق اس پر قبضہ نہیں کر سکتا ۔ خزانہ مہر نشان ۔ لفظ نقد کی رعایت سے آئے ہیں ۔

(۸) ترجمہ ۔ اے شیریں کار شہسوار تو خود کیا لعبت ہے کہ آسمان جیسا گھوڑا بھی تیرے تازیانہ کے تابع ہے ۔
لعبت ۔ بالضم ۔ وہ چیز جس سے کھیلا جائے ۔ گڑیاں جن سے لڑکیاں کھیلتی ہیں ۔ بت ۔ معشوق ۔
اے معشوق تو کیسا عجیب شاہسوار ہے ۔ کہ توسن فلک بھی تیرا فرمانبردار ہے توسن فلک فی الحقیقت محبوب حقیقی کے زیر فرمان ہے
معشوق یا محبوب حقیقی سے بھی خطاب ہو سکتا ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ تیری مجلس کا سرو آسمان کو بھی رقص میں لایا ہے ۔ کیونکہ شیریں سخن حافظ کا شعر تیرا ترانہ ہے ۔
شاعرانہ فخریہ شعر ہے ۔ دیکھو شعر (الف ۱۲/۳)

غزل (۸۱)

ساقی بیا که یار ز رخ پرده برگرفت	۱	کار چراغ خلوتیان باز در گرفت
آن شمع سرگرفته دگر چهره برفروخت	۲	وان پیر سالخورده جوانی ز سر گرفت

آن عشوہ داد عشق کہ مفتی ز رہ برفت ۳ وان لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت
زنہار زین عبارت شیرین و دلفریب ۴ گوئی کہ پستہ تو سخن در شکر گرفت
بار غمی کہ خاطر ما خستہ کردہ بود ۵ عیسی دمی خدا بفرستاد و برگرفت
ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن میفروخت ۶ چون تو در آمدی پی کار دگر گرفت
زین قصہ ہفت گنبد افلاک پر صدا است ۷ کوتہ نظر ببین کہ سخن مختصر گرفت
(۸) حافظ تو این دعا ز کہ آموختی کہ یار
تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت (۸)

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جنکا ذکر غزل گذشتہ میں آچکا ہے۔ بخارا سے حج کو جاتے ہوئے بھی اثنائے سفر میں شیراز میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خواجہ حافظ کو ان کی صحبت سے بہت روحانی فیض حاصل ہوا اور دل نور معرفت سے روشن ہوگیا۔ اس غزل میں اسی صحبت کے فیض کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی آ کہ دوست نے چہرہ سے پردہ اٹھالیا ہے اور خلوت نشینوں کے چراغ کو دوبارہ روشنی حاصل ہوئی ہے۔

در گرفت۔ در گرفتن موافق ہونا۔ جلنا۔ اثر کرنا۔ آگ اور چراغ کا روشن ہونا۔ (بہار عجم)۔

مطلب یہ ہے کہ گوشہ نشینوں کی بزم میں شمع عرفان روشن ہوئی ہے اور یار جلوہ افروز ہے اے ساقی جام مے لا۔

(۲) ترجمہ۔ اس شمع سرگرفتہ نے دوبارہ چہرہ روشن کیا اور وہ پیر سال خوردہ از سر نو جوان ہوگیا۔

یعنی مشاہدہ تجلیات محبوب جو کچھ مدت تک محجوب ہی تھیں اب پھر حاصل ہوا ہے۔ اور عاشق سالخوردہ از سر نو جوان ہوگیا ہے

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم ہر گاہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم

(۳) ترجمہ۔ عشق نے ایسا عشوہ کیا کہ مفتی بھی گمراہ ہوا۔ اور دوست نے ایسے الطاف کا اظہار کیا کہ دشمن بھی ترسان ہوگیا (پرہیز کرنے لگا)

یعنی عشق کی عشوہ گری نے رند و زاہد کسی کو نہ چھوڑا اور معشوق کی نظر الطاف نے دوست و دشمن سب کو اپنا شیدا کرلیا

(۴) ترجمہ۔ تیری شیریں اور دلفریب عبارت سے پناہ۔ گویا تیری پستہ نے سخن کو شکر میں ملا دیا ہے۔

زنہار۔ پناہ۔ امان۔ تاکید۔ ہوش۔ آگاہی وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی تیری باتیں ایسی شیریں ہیں جسطرح پستہ اور شکر مل کر لذیذ اور شیریں ہو جاتے ہیں پستہ سے یہاں مراد دہن ہے۔ کیونکہ دہن محبوب

کو پستہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ گویا تیرے دہن نے اپنے کلام کو شکر میں ملا دیا ہے شیریں کر دیا ہے پستہ اور شکر یہ باہم مل کر لذیذ ہو جاتے ہیں

(۵) ترجمہ۔ غم کا بوجھ جس نے ہمارے دل کو خستہ کر دیا تھا۔ خدا نے ایک عیسیٰ نفس کو بھیجا جس نے (یہ بوجھ) اٹھا لیا ہٹا دیا۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہر سرو قد جو ماہ و خورشید پر حسن فروشی کرتا تھا۔ جب تو آ گیا۔ تو دوسرے کام میں لگ گیا۔
یعنی تمام معشوقان سرو قد جو حسن میں ماہ و خورشید کا مقابلہ کرتے تھے اور نور و ضیا میں ماہ و خورشید سے بڑھ کر تھے۔ تیرے آنے پر سب مات ہو گئے۔ اور دعویٰ حسن چھوڑ دیا۔

شمشاد قدان فتنہ انگیز — بر بستہ قامت تو مفتون
سرو از قد تو فتادہ بر خاک — گل از رخ تو نشستہ در خون

اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے۔ اور مجاز پر حقیقت کا غلبہ بتایا ہے۔

چو سلطان عزت علم در کشد — جہاں سر بجیب عدم در کشد

(۷) ترجمہ۔ اس قصے سے آسمان کے سات گنبد گونج رہے ہیں۔ کوتاہ نظری کو دیکھو کہ اس قصہ کو مختصر سمجھا۔
جب ہفت افلاک قصہ عشق سے پر صدا ہیں تو فی الحقیقت عشق کی حکایت کو مختصر سمجھتے ہیں وہ کوتاہ نظر ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو نے یہ دعا کس سے سیکھی کہ یار نے تیری شعر کو تعویذ بنا کر سونے میں رکھا۔
تعویذ کو محفوظ کرنے کیلئے عموماً سونا چاندی اس پر چڑھا دیا کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دوست نے میرے کلام کو تعویذ کی طرح سونے میں لپیٹا ہے۔ قبولیت ظاہر کی ہے اور خود کو مخاطب کر کے پوچھا ہے کہ کلام کی مقبولیت کے لئے تو نے دعا کی اور وہ قبول ہوئی یہ دعا تو نے کس سے سیکھی ہے۔

غزل (۸۲)

شنیدہ ام سخنی خوش کہ پیر کنعان گفت	۱	فراق یار نہ آن میکند کہ بتوان گفت
حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر	۲	کنایتست کہ از روزگار ہجران گفت
نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز	۳	کہ ہرچہ گفت برید صبا پریشان گفت
فغان کہ آن مہ نامہربان دشمن دوست	۴	بترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت
غم کہن بمی سالخوردہ دفع کنید	۵	کہ تخم خوشدلی اینست پیر دہقان گفت

من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب ۶ که دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت
گره بباد مزن گرچه بر مراد وزد ۷ که این سخن بمثل باد با سلیمان گفت
مزن بچون و چرا دم که بندهٔ مقبل ۸ قبول کرد سخن هر سخن که جانان گفت
بعشوه که سپهرت دهد ز راه مرو ۹ ترا که گفت که این زال ترک دستان گفت
بیار باده بخور زانکه پیر میکده دوش ۱۰ بسی حدیث غفور و رحیم و رحمان گفت

قطعه
اگر گفت حافظ از اندیشه تو عذر باز
(۱۱) چه این شگفته ام آن کس که گفت بهتان گفت

(۱) ترجمہ - میں نے سنی ہے یہ اچھی بات جو پیر کنعان نے کہی - معشوق کا فراق جو کچھ کرتا ہے وہ کہا نہیں جا سکتا۔

پیر کنعان - یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام - فراق یوسف علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) ترجمہ - شہر کے واعظ نے خوف قیامت کی جو بات کہی وہ ایک اشارہ ہے - جو زمانہ ہجر کے متعلق ہے

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے خوف و خطر جتنے بیان کیے جاتے ہیں وہ زمانہ ہجر کے مصائب و آلام کا صرف ایک حصہ ہیں یعنی ہمارا فراق یکساں [illegible]

زمانہ فراق روز قیامت سے بھی زیادہ ہولناک ہے

کیا نمود آفتاب حشر داغوں کے حضور
وہ بھی اک چھوٹا سا انگارا ان انگاروں میں ہے

(۳) ترجمہ - سفر پر گئے ہوئے معشوق کا پتہ کس سے پوچھوں - کہ جو کچھ قاصد صبا نے کہا وہ بھی پریشان کہا۔

برید - بفتح اول و کسر ثانی و یائے معروف - بمعنی قاصد و نامہ بر - رسالہ معربات میں لکھا ہے کہ برید معرب بریدہ دم کا ہے کیونکہ اس اونٹ یا گھوڑی کا دم نشان کیلئے کاٹ دیتے ہیں - جو تیز رفتار ہوتا ہے اور بادشاہی نامہ و پیام کے لیجانے کا کام کرتا ہے مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں - جو اس جانور پر سوار ہو اور عام اصطلاح میں اس سے مراد قاصد کو کہتے ہیں جو چالاک اور تیز رو ہو - چاند کو بوجہ سریع السیر ہونے کے برید فلک کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اب میں اپنے معشوق کا پتہ اور نشان کس سے پوچھوں کہ قاصد صبا جو ایک نہایت چالاک اور تیز رو نامہ بر ہے وہ بھی اس کے متعلق کچھ صحیح خبر نہیں دیتا - بلکہ چند پریشان سی باتیں کہدیتا ہے جن سے تسلی نہیں ہوتی - ظاہر ہے کہ ہوا ایک نہایت ہی پریشان چیز ہے اور اس کا نامہ و پیام بھی پریشان ہی ہوگا - صبا کو قاصد اسلئے کہتے ہیں کہ وہ معشوق کی زلف معنبر اور گلدستۂ رخسار کی خوشبو عاشق تک پہنچاتی ہے - مگر صبا کی پریشانی کیوجہ سے یہ خوشبو بھی پریشان ہو کر پہنچتی ہے

(۴) ترجمہ - فریاد کہ اس نامہربان معشوق (چاند) دشمنوں کو دوست ٹھہرانے والے - اپنے دوستوں کی صحبت ترک کرنی کیسا آسان سمجھا ہی

مہ اور مہر میں صنعت ایہام ہے - دوسرے مصرع کی ترکیب غیر معمولی سی ہے اگر اس شعر کو اس طرح پڑھا جائے کہ -

فغان زآن مہ نامہربانِ دشمن دوست		کہ ترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت

تو ترکیب زیادہ واضح ہو جائیگی - ترک گفتن یعنی چھوڑ دینا -

(۵) ترجمہ - دیرینہ غم کو پرانی شراب سے دفع کر - کیونکہ بوڑھے کسان نے کہا ہے کہ خوشدلی کا بیج یہی ہے -

پیر دہقان سے بوڑھا تجربہ کار آدمی مراد ہے - تخم اور دہقان کی رعایت ظاہر ہے - کہن سالخوردہ اور پیر کا استعمال [illegible]

پرانی شراب زیادہ تیز اور زیادہ قیمتی ہوتی ہے اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱ و الف ۱۳ ت ۲۲ و ت ۱۱۵ و ت ۱۱۶ و ت ۱۶۸

و ت ۱۷۵ و ت ۲۳۲ و د ۶/۱-۲-۳ و د ۲۹/۲

(۶) ترجمہ - اس کے بعد میرا ہاتھ اور مقام رضا اور شکر رقیب ہے - کیونکہ دل [illegible] ہو گیا ہے اور علاج کو ترک کر دیا ہے -
یعنی بعد ازیں میں کوئی شکوہ و شکایت نہ کرونگا تیری رضا پر سر تسلیم خم ہے اور رقیب سے بھی کوئی پرخاش نہیں - بلکہ اسکا شکریہ ہے
کہ اسکی [illegible] میں رنج سے خوگر ہوا اور مقام رضا پر پہنچا - [illegible] عشق کا اب میں عادی ہو گیا ہوں اور اس درد کی دوا نہیں کرتا -

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج	(غالب)	مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

(۷) ترجمہ - ہوا [illegible] سلیمان کی ہی ہے -

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہوا پر بھی تھی - چنانچہ انکا تخت ہوا پر اڑتا تھا - گویا ہوا انکی موافق اور ان کے حسب مراد اور حسب الحکم چلتی تھی - مگر نہ وہ حکومت رہی نہ وہ تخت اور نہ خود سلیمان -

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہوا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بطور ضرب المثل کے ایکدن کہا - بطور مثل اسلئے کہا کہ بطور پند و تنبیہ ہوا حضرت سلیمان کو خطاب نہ کر سکتی تھی) کہ ہوا اگرچہ موافق بھی چلے - مگر اعتماد کے لائق نہیں - اس پر بھروسہ مت کرو - اسکو گرہ لگا [illegible] - ہوا چونکہ بدرجہ کمال سیال اور لطیف ہے اسلئے اس پر گرہ لگانا فطرتاً ناممکن ہے اسی طرح ہوا اگرچہ موافق بھی چلے اس پر تکیہ نہیں چاہیے کیونکہ وہ ہر وقت منہ پھیر سکتی ہے - ہوائی جہاز (زپلن) والے بھی خواجہ صاحب کی اس مثل کی صحت کی تصدیق کرینگے -

(۸) ترجمہ - چون و چرا میں دم نہ مار کہ مقبول بندے - جو بات معشوق کہے - اس کو قبول کر لیتے ہیں -

مسئلہ تسلیم و رضا کی تعلیم کی ہے اور بتایا ہے کہ معشوق مطلق کے حکموں کی بے چون و چرا تعمیل کرو - کیونکہ استدلال جو سب سے پہلے خدا کے حکموں میں شیطان نے کی - اسکا نتیجہ ظاہر ہے -

دل باستدلال [illegible] ہم از مقصود دور	(غنیمت)	تر و با کردم تصور راہ ناہموار را

(۹) **ترجمہ** - آسمان اگر تجھے فریب دے - تو گمراہ نہ ہو - تجھ کو کس نے کہا ہے کہ اس زال نے مکر حیلہ کو ترک کیا ہے -

عشوہ - عِشوہ - عَشوہ - عُشوہ - ہر طرح جائز ہے پوشیدہ کام کرنا اور عشوہ بمعنی ناز و فریب حرکت معشوق جس سے عاشق کا دل فریفتہ

زال - (۱) سفید بالوں والی فرتوت بڑھیا عورت (۲) بوڑھا آدمی (۳) رستم کے باپ کا نام کیونکہ وہ سفید بالوں کے ساتھ پیدا ہوا تھا

دستان - بالفتح (۱) زال کا نام جو رستم کا باپ تھا - (۲) مکر حیلہ - افسانہ - رستم کے باپ زال کا لقب بھی دستان اسی وجہ سے ہے کہ وہ افسون میں مشہور تھا اور اسی افسون کی وجہ سے سیمرغ اس کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا -

اس شعر میں خواجہ صاحب نے آسمان کو ایک بڑھیا زال سے تعبیر کیا ہے - کیونکہ وہ بہت سالخوردہ ہے اور انقلابات کو اسکا عشوہ کہا ہے

ہے انقلاب تجھ کو کہ ہیں سن کو رسیدہ		[illegible]

مطلب یہ ہے کہ اگر آسمان کی فرتوت عجوزہ تیرے ساتھ ناز و انداز اور مکر کرے تو اسکی باتوں میں نہ آنا کیونکہ اس زال نے ابتک مکر و حیلہ افسون کو ترک نہیں کیا ہے تجھ کو کس نے کہا ہے کہ یہ زال اب کوئی حیلہ نہیں کرتی وہ ابتک ویسا ہی ہے جیسا کہ ہزاروں کو اپنے حیلوں سے تباہ کیا اور اگر تو بھی اسکے فریب میں آگیا - تو تباہ ہو جائیگا - لفظ زال اور دستان کی مناسبت ظاہر ہے صنعت ایہام ہے -

(۱۰) **ترجمہ** - شراب لا اور پی - کیونکہ پیر میکدہ نے کل غفور - رحیم اور رحمٰن کی بہت سی باتیں سنائیں -

مطلب یہ ہے کہ خدا غفور الرحیم اور رحمٰن ہے - شراب لا اور پی - وہ تجھے بخشدیگا -

[illegible]		سارے گناہ دھو دے جام شراب نے

غفور و رحیم اور رحمٰن نے تصفیہ جس قدر کیا ہے اس میں ہے [illegible] نصیحت و بیان [illegible] نہیں تھی تسکین قلب انسان گنہگار ہو اور سوائے اسکے کہ خدا غفور الرحیم ہے - اسکے اور کوئی بات موجب تسکین نہیں -

گناہ بیشمار نامہ در شمار		ترا نام کے بود آمرزگار

اسی مضمون پر ہے

عوض نہ لے مرے جرم و گناہ بیحد کا کہیں کہیں نہ عدو دیکھ کر مجھے محتاج		الٰہی تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں یہ آن کے بندے ہیں جنکو کریم کہتے ہیں

(۱۱) **ترجمہ** - کس نے کہا ہے کہ حافظ تیری خیال سے باز آگیا - کیونکہ میں نے یہ نہیں کہا اور جس نے کہا ہے بہتان باندھا ہے -

مطلب یہ ہے کہ میں اب بھی بدستور پیشتر تیرا عاشق ہوں اور تیرا خیال اور شوق دل سے دور نہیں کیا - جس نے کہ یہ کہا ہے کہ میں خیال چھوڑ بیٹھا ہوں اس نے سخت افترا کیا ہے - اور دروغ بافی ہے - میں نے کبھی ایسا نہیں کہا کہ اب تیرا خیال مجھکو نہیں -

غزل (۸۳)

مدامم مست میدارد نسیم جعد گیسویت	۱	خرابم میکند ہردم فریب چشم جادویت
پس از چندین شکیبائی شبی یارب توان دیدن	۲	کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت
سواد لوح بینش را عزیز از بہر آن دارم	۳	کہ جان را نسخہ باشد ز نقش خال ہندویت
تو گر خواہی کہ جاویدان جہان یکسر بیارائی	۴	صبا را گو کہ بردارد زمانی برقع از رویت
وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی	۵	بیفشان زلف تا ریزد ہزاران جان ز ہر مویت
من و باد صبا مسکین دو سرگردان بیحاصل	۶	من از افسون چشمت مست و او از بوی گیسویت
من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جانان	۷	وگرنہ کی گذر بودی سحرگاہان ازین سویت
سواد دیدہ ہر وقتی بخون دل ہمی دیدم	۸	عزیزش دارم این ساعت بیاد خال ہندویت

(۹) زہی ہمت کہ حافظ راست از دنیا و از عقبیٰ
نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت (۹)

(۱) ترجمہ — مجھے ہمیشہ تیری جعد گیسو کی خوشبو مست رکھتی ہے اور تیری جادوگر آنکھ کا فریب ہر وقت مجھے تباہ و خراب کرتا ہے

جعد — بالفتح — موئے مجعد سر — سر کے بال جن میں پیچ و تاب ہو — گیسو — بیائے مجہول — سر کے دونو طرف کے لمبے بال۔

بعض نسخوں [illegible]

[illegible]	[illegible]

(۲) ترجمہ — اتنے صبر کے بعد اے خدا کسی رات تو دیکھ سکیں — کہ ہم تیری محراب ابرو میں آنکھوں کا چراغ روشن کیا ہو۔

یعنی اب صبر کی بھی حد ہو گئی اور اے خدا کر کہ کسی رات ہم تیرے محراب ابرو میں آنکھوں کا چراغ روشن کریں یعنی تیرے مشاہدہ اور دیدار سے نور بصیرت حاصل کریں۔

(۳) ترجمہ — میں تختہ نظر (آنکھ) کی سیاہی کو اسواسطے عزیز رکھتا ہوں کہ جان کیلئے تیرے خال سیاہ کے نقش کا ایک نسخہ ہے۔

سواد لوح بینش سے مراد مردم چشم ہے [illegible]

سواد - لوح - نسخہ - نقش کی مناسبت ظاہر - صنعت مراعات النظیر ہے -

(۴) ترجمہ - تو اگر چاہتا ہے کہ جہان کو ہمیشہ کیلئے رنگین آراستہ کردے - تو صبا کو کہہ کہ دیر کیلئے تیرے چہرہ سے برقع (نقاب) اٹھادے - اصطلاح تصوف میں رخ سے مراد مظہر حسن خدائی ہے اور اس کی شان جمالی - جب یہ تو سے تمام کائنات کو جان اور جہان کو آرام نصیب ہوا -

در دلش باز وانی کار عالم ز خطش باز خوانی سر مبہم -

(۵) ترجمہ - اور اگر تو چاہتا ہے کہ رسم فنا کو جہان سے بالکل ہٹا دے - تو زلف کو جھاڑ تاکہ ہر بال سے ہزاروں جانیں نکل پڑیں -

اگر زلف مشکین بر فشاند بعالم در یکے کافر نماند

معشوق کی زلف کے ہر بال میں ہزاروں عاشقوں کی جانیں اور دل گرفتار و اسیر ہوئے ہیں اور اگر وہ بالوں کو جھاڑ دے تو اتنی جانیں وہاں سے نکلینگی - کہ تمام جہان جانوں سے بھر جائیگا اور رسم فنا دنیا سے مٹ جائیگی -

(۶) ترجمہ - میں اور باد صبا دونو مسکین - سرگردان اور بے حاصل ہیں - میں تیری آنکھوں کے جادو سے مست ہوں اور وہ تیرے گیسو کی خوشبو سے - اس شعر میں صنعت تقسیم ہے - خواجہ صاحب نے باد صبا کی سرگردانی کی وجہ بتائی ہے کہ وہ زلف معشوق کی خوشبو سے مست ہو گئی ہے -

(۷) ترجمہ - میں معشوق کی خوشبو کا شکریہ صبا کی لطف سے منسوب کرتا ہوں ورنہ صبح کیوقت تیرا اسطرف کب گذر ہوتا تھا - یعنی معشوق نے تو کبھی صبح کیوقت ادھر آنا نہیں تھا - کہ اس کی زلف کی خوشبو ہم تک پہنچتی - البتہ باد صبا کی مہربانی کا شکریہ ہے کہ اس نے بوقت سحر ہم کو نکہت جاناں سے محظوظ کیا

(۸) ترجمہ - آنکھ کی پتلی کو میں ہمیشہ خون دل (میں) سے دیکھتا تھا - اب میں اسکو تیرے سیاہ خال کی یاد میں عزیز سمجھتا ہوں ہجر میں خون کے آنسو روتے روتے گویا ہر وقت مردم چشم خون دل میں ڈوبی رہتی ہے نیز مردم چشم کی ہمشکل ایک سیاہ نقطہ دل پر بھی ہے جسے سویدا کہتے ہیں - مطلب یہ ہے کہ میں ہمیشہ سواد دیدہ کو خون دل میں دیکھتا ہوں - یعنی چونکہ وہ میرے خون دل کو آنسو بناتی ہے اسلئے اسے دشمن جانتا تھا اب اس خیال سے کہ وہ تیرے خال سیاہ کے ہمشکل ہے اور تیرے خال کی یاد دلاتی ہے اسے عزیز و محترم جانتا ہوں یہی خیال اسی غزل کے شعر (۳) میں ہے

(۹) ترجمہ - زہے ہمت کہ حافظ دنیا و عقبی سے آزاد ہو گیا اس کی آنکھ میں سوائے تیرے کوچہ کی خاک کے اور کچھ نہیں سماتا - یعنی حافظ کی نظروں میں اب دنیا و عاقبت کی کچھ وقعت نہیں وہ ان ہر دو سے آزاد ہے اسکی آنکھ میں اب سوائے عزت محبوب کے اور کسی چیز کی عزت نہیں -

عاشقان کوئے دلداریم رخ بدنیا و دین نمے آریم

مرزا غالب نے دنیا و عقبی تو خیر اپنے آپ کو بھی درمیان سے اٹھا دیا -

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم لے لیا مجھ سے میری ہمت عالی نے مجھے

غزل (۴۸)

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست ۱ دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست
اشکم احرام طواف حرمت می بندد ۲ گرچہ از خون دل ریش دمی طاہر نیست
بستۂ دام و قفس باد چو مرغ وحشی ۳ طائر سدرہ اگر در طلبت طائر نیست
عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار ۴ مکنش عیب کہ بر نقد روان قادر نیست
عاقبت دست بدان سرو بلندش برسد ۵ ہر کرا در طلبت ہمت او قاصر نیست
از روان بخشی عیسی نزنم پیش تو دم ۶ زانکہ در روح فزائی چو لبت قادر نیست
منکہ از آتش سودای تو آہی نکشم ۷ کی توان گفت کہ بر داغ دلم صابر نیست
روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم ۸ کہ پریشانی این سلسلہ را آخر نیست

(۹) سر پیوند تو تنہا نہ دل حافظ راست
کیست آنکش سر پیوند تو در خاطر نیست (۹)

(۱) ترجمہ - میری آنکھ کی پتلی سوائے تیرے چہرہ کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھتی ہمارا سرگشتہ دل تیرے سوا کسی کا ذکر نہیں کرتا -

(۲) ترجمہ - میرے آنسو تیرے حرم کے طواف کا احرام باندھتے ہیں اگرچہ وہ میرے زخمی دل کے خون سے ایکدم بھی پاک نہیں ہوتے - حج کیوقت طواف کعبہ کا احرام پاک ہو کر باندھتے ہیں اور حالت احرام میں بھی طہارت قائم رکھنی لازمی ہے اور اثنا میں شکار اور خونریزی وغیرہ بھی منع ہے - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے آنسو اگرچہ تیرے حرم کے طواف کا احرام باندھتے ہیں یعنی میری آنکھوں اور آنسوؤں میں تیرے حرم کا نقشہ ہے - یا میری آنکھیں تیرے حرم کے گرد اگرد اشکباری کر رہی ہیں مگر میرے زخمی دل کے خون سے آلودہ ہیں حالانکہ ان کو طاہر رہنا چاہیے تھا - حاصل کلام یہ کہ میری آنکھیں لہو کے آنسو بہا رہی ہیں - لفظ خون اور دم (ع - خون) کی رعایت ظاہر ہے -

(۳) ترجمہ - دام قفس میں مرغ وحشی کیطرح گرفتار رہے - طائر سدرہ اگر وہ تیری طلب میں نہیں پھرتا -

طائر سدرہ - سدرۃ المنتہیٰ کا پرندہ - حضرت جبرائیل علیہ السلام سے مراد ہے - کیونکہ وہ درخت سدرہ تک پہنچ سکتے ہیں - آگے نہیں - طائر - سیر کرنیوالا - پھرنیوالا - چلنے والا - مرغ وحشی - وہ پرندہ جس کو ابھی تک وحشت ہو اور انسانوں میں رہنے کی عادت نہ ہو -

کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کی انتہائی حیران سدرہ ہے اس سے آگے نہیں جاسکتے۔ یہ شعر گویا ان کی زبان سے ہے کہ

اگر یک سر موے بالا پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی میں اگر سدرہ سے ایک سر مو بھی آگے بڑھوں تو فروغ نور سے میرے پر جل جائیں۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام محبوب حقیقی کی طلب میں سدرہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے گویا وہ مرغ وحشی کی طرح قفس سدرہ میں ہی گرفتار پڑا ہے۔ یہ شعر طالب حق کی سمند شوق کیلئے ایک تازیانہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ عاشق مفلس نے اگر اپنے دل کا سکہ قلب شار کیا ہے۔ تو اسکی عیب جوئی نہ کر کیونکہ نقد رائج (سکہ صحیح) پر قادر نہیں مطلب یہ ہے۔ کہ اگر عاشق نے اپنا ناچیز اور حقیر دل کو جس میں تاب خلوص و اخلاص بھی نہ تھا حال یہ کہ کمال نہ تھی۔ یار پر قربان کیا ہے۔ تو کوئی عیب کی بات نہیں۔ جو کچھ اسکے پاس موجود تھا۔ قربان کر دیا۔ قلب دل کے سوا اسکے پاس اور کچھ بھی نہ تھا دنیا کی جاہ و مال سے بھی محروم تھا قلب بمعنی دل اور سکہ ناخالص یہاں بمعنی ناخالص استعمال ہوا ہے [illegible] قلب اور دل میں صنعت ایہام ہے قلب اور نقد میں صنعت تقابلہ ظاہر

(۵) ترجمہ۔ آخر کار اس آدمی کا ہاتھ اس سر بلند پر پہنچ جاتا ہے جس کی ہمت تیری طلب میں قاصر نہ ہو۔ جوئندہ یابندہ۔ اگر راہ طلب میں انسان مصائب و مشکلات کا مردانہ مقابلہ کرتا چلا جائے۔ تو ضرور ہے کہ ایک روز منزل مقصود پر پہنچ جائیگا

مولانا روم فرماتے ہیں

[illegible]

ہیں مباش ای خواجہ یکدم بے طلب
تا بیابی ہرچہ خواہی بے تعب

چونکہ در خدمت شتابندہ بود
عاقبت جوئندہ یابندہ بود

این طلبگاری مبارک جنبشے است
این طلب در راہ حق مانع کشست

گرچہ آلت نیستت تو مے طلب
نیست آلت حاجت اندر راہ رب

قرآن شریف میں ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مجھ سے مانگو۔ میں تمہارے سوال قبول کرونگا)۔

(۶) ترجمہ۔ میں عیسیٰ کی جان بخشی کا تیرے سامنے دم نہیں مارتا۔ کیونکہ وہ بھی روح افزائی میں تیرے دم کے برابر قادر نہیں۔ یعنی اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندگی بخشتے تھے۔ لیکن انکا ذکر بھی تیرے سامنے نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ تیرا دم روح افزائی میں دم عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہے

(۷) ترجمہ۔ میرے سینہ سے تیرے عشق کی آگ سے آہ ہی نہیں نکلتا۔ تو کب کہہ سکتی ہیں کہ میرا دل داغ پر صابر نہیں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ میں تیرے شوق کی آگ میں جل رہا ہوں اور آہ تک نہیں کرتا۔ حالانکہ جہاں آگ ہوتی ہے دھواں ضرور ہوتا ہے

ع ممکن نہیں کہ آگ ہو اور دھواں نہ ہو

ایسی حالت میں کون کہ سکتا ہے کہ میرا دل داغ پر صابر نہیں۔ یعنی میرے دل پر اگرچہ داغ ہیں۔ مگر میرا دل آہ و فغاں نہیں کرتا۔ صابر ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے پہلے دن ہی جب تیری زلف کو دیکھا۔ تو کہدیا کہ اس سلسلہ کی پریشانی کی کوئی انتہا نہیں۔ یعنی تیری زلف پریشان اسقدر طویل تھی۔ کہ گویا اس سلسلۂ پریشان کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ میں نے اسی وقت کہدیا تھا۔ کہ عاشقوں کی پریشانی بھی اس زلف پریشان کیوجہ سے ابد الاباد تک رہیگی۔

(۹) ترجمہ۔ تیرے پیوند کا خیال صرف دلِ حافظ میں ہی نہیں۔ وہ کون ہے۔ جس کے دل میں تیرے پیوند کا خیال نہیں۔

تشریح کیلئے دیکھو شعر ۵ ۱۰۴/۷۔ نیز دیکھو شعر ۸ ۹/۱۲

غزل (۸۵)

بی مہر رخت روز مرا نور نماندہ است	۱	وز عمر مرا جز شب دیجور نماندہ است
ہنگام وداع تو ز بس گریہ کہ کردم	۲	دور از رخ تو چشم مرا نور نماندہ است
من بعد چہ سود ار قدمی رنجہ کند دوست	۳	کز جان رمقی در تن رنجور نماندہ است
میرفت خیال تو ز چشم من و میگفت	۴	ہیہات ازین گوشہ کہ معمور نماندہ است
نزدیک شد آن دم کہ رقیبان تو گویند	۵	دور از در تو آن خستہ رنجور نماندہ است
وصل تو اجل را ز سرم دور ہمی داشت	۶	از دولت ہجر تو کنون دور نماندہ است
صبر است مرا چارہ ز ہجران تو لیکن	۷	چون صبر توان کرد کہ مقدور نماندہ است
در ہجر تو گر چشم مرا آب نماند	۸	گو خون جگر ریز کہ معذور نماندہ است
(۹)	حافظ ز غم از گریہ نپرداخت بخندہ ماتم زدہ را داعیہ سور نماندہ است	(۹)

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے خورشید کے بغیر میرے دن میں روشنی نہیں ہے اور میری عمر میں اب سوائے شب دیجور کے کچھ نہیں۔ رخِ معشوق کو خورشید کہا۔ اسلئے جب سورج ہی نہ ہو تو دن کہاں اور دن کی روشنی کہاں۔ تمام عمر گویا ایک اندھیری رات

ہوجاتی ہے - خواجہ صاحب نے گویا یہاں صرف شب فراق کو شب دیجور کہنے کے تمام زمانۂ فراق کو شب دیجور کہا ہے -

شب دیجور - اندھیری تاریک رات -

(۲) **ترجمہ** - تیری وداع کے وقت چونکہ میں بہت رویا - تیرے رخ سے دور! میری آنکھوں میں نور نہیں رہا -

دور از رخ تو - دعائیہ جملہ ہے - از قبیل "نصیب اعدا" وغیرہ

کثرت گریہ کو بارش کی حد تک پہنچا کر ایک عاشق نے معشوق کو روز باران میں سفر نہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے -

از سنگ گریہ خیزد وقت وداع یاران
برخیز تا بگرییم چون ابر در بہاران
با ساربان بگوئید احوال اشک چشمم
تا بر شتر نبندد محمل بروز باران

(۳) **ترجمہ** - اسکے بعد اگر دوست تمہیں پھر نظر آگیا تو کیا فائدہ - کیونکہ جان میں ایک رمق تھی - وہ بھی تجھ بغیر باقی نہیں رہی -

رمق - بفتحتین - بقیۂ جان

(۴) **ترجمہ** - تیرا نقشہ میری آنکھوں سے جا رہا تھا اور کہتا تھا - کہ اس گوشہ پر افسوس ہے - کہ اب آباد نہیں رہا -

خیال - بفتح - پندار - صورت جو خواب میں نظر آئے - شکل جو پانی یا شیشہ میں نظر آتی ہے - نقشہ - نقش -

یعنی میری گوشہ چشم میں پہلے تیری تصویر مکین تھی - تیرا نقشہ آنکھوں سے گیا - تو گویا گھر آباد نہ رہا -

(۵) **ترجمہ** - اب وہ وقت نزدیک ہے کہ تیرے دربان تجھے کہیں کہ تیرے دروازے سے دور! وہ خستہ رنجور اب باقی نہیں رہا -

دور از درت - بھی جملہ دعائیہ ہے - جسطرح شعر (۲) میں دور از رخ تو کہا ہے

یعنی اب وہ وقت قریب ہے کہ میں نہ ہونگا اور تیرے دربان تجھے کہینگے کہ وہ خستہ رنجور عاشق - نصیب اعدا دنیا میں نہیں رہا - دیکھو شعر (۷) غزل ہذا

(۶) **ترجمہ** - تیرا وصل موت کو میرے سر سے دور رکھتا تھا - اب تیرے ہجر کی بدولت (موت) دور نہیں ہے - دیکھو شعر (۵) غزل ہذا -

(۷) **ترجمہ** - تیرے ہجر میں صبر ہی چارہ ہے - لیکن - جب صبر کی طاقت ہی نہ ہو - تو صبر کسطرح کریں -

حکایت کہتے ہیں کہ ایک بغدادی نوجوان شاعر جس کا تخلص "ہلوانہ" تھا - بغداد کے شفاخانہ میں بیمار پڑا تھا - اور وصال دوست کی آرزو میں شعر خوانی کر رہا تھا - ایک سگ کا وہاں سے گذر ہوا - اس نوجوان کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ تمہاری آرزو کیا ہے اس نے جواب دیا - کہ محلہ نہر جاج میں جاکر ایک مکان احمد نامی کے دروازہ پر جاکر دستک دو اور یہ باتیں وہاں جاکر پڑھو -

در عشق تو ام طاقت تنہائی نیست
در ہجر تو ام تاب شکیبائی نیست

تا وسع و توان بود تحمل کردم
دیگر چہ کنم وسع و توانائی نیست

چنانچہ اس بزرگ نے ایسا ہی کیا اور جا کر اس کے دروازہ پر آواز دی ایک بڑھی عورت باہر نکلی۔ اسے یہ رباعی سنائی وہ اندر گئی اور اندر سے اس بزرگ نے ایک لڑکی کو مندرجہ ذیل رباعی پڑھتے سنا۔

در عشق کسے را کہ توانائی نیست
در ہجر تحمل و شکیبائی نیست
مرگست علاج دیگرے بیرون از مرگ
ہر مصلحتے دگر کہ فرمائی نیست

اس بزرگ نے یہ باتیں تنہا جا کر اس نوجوان کو سنائی۔ نوجوان نے نعرہ مارا اور جان بحق تسلیم ہوا۔ یہ بزرگ [illegible] جب اس محلہ میں واپس آیا محلہ میں گریہ کی آواز سنی دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی بھی مر گئی ہے۔ (از تذکرہ حسینی و خارستان)

(۸) ترجمہ۔ تیری ہجر میں اگر (رو رو کر) میری آنکھ میں آنسو نہیں تو اسے کہو کہ خون جگر بہانے کو وہ معذور نہیں ہے۔ یعنی جب تک خون جگر ہے اس وقت تک آنکھیں رونے سے معذور نہیں۔ پانی نہیں ہے تو لہو کے آنسو رونا شروع کر دیں۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ غم میں رونے سے کبھی ہنسی میں مشغول نہیں ہوا۔ ماتم زدہ آدمی کو شادی کی خواہش نہیں رہتی۔

پرداخت۔ از پرداختن (۱) مشغول ہونا۔ (۲) ساز بجانا (۳) فارغ ہونا (۴) خالی کرنا (۵) آخر ہونا (۶) رفع کرنا (۷) ترک کرنا (۸) آراستہ کرنا۔ **سور**۔ بالضم و واو معروف۔ کئی معنی ہیں (۱) جشن و شادی عروسی (۲) رنگ سرخ (۳) رنگ خاکستری (۴) عربی میں شہر پناہ اور دیوار قلعہ کو کہتے ہیں (۵) بقیہ [illegible] بعض علماء منطق میں کل لفظ بعض [illegible]

مطلب یہ ہے کہ حافظ غم عشق میں ہمیشہ روتا رہتا ہے اور کبھی ہنسی کا خیال بھی نہیں آیا اسے خوشی سے کیا کام۔

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

غزل (۸۶)

مدتی شد کآتش سودای او در جان ماست ۱ وین تمنا بین کہ دائم در دل ویران ماست
مردم چشمم بخوناب جگر غرقند از آن ۲ [illegible] ش در سینہ نالان ماست
آب حیوان قطرہ‌ای از لعل ہمچون شکرش ۳ قرص خور عکسی ز روی آن مہ تابان ماست
تا نفخت فیہ من روحی شنیدم شد یقین ۴ بر من این معنی کہ ما زان وی و وی زان ماست
ہر دلی را اطلاعی نیست بر اسرار غیب ۵ محرم این سر معنی دار علوی جان ماست
چند گوئی ای مذکر شرح [illegible] خاموش باش ۶ دین ما در مذہب عاشق صحبت جانان ماست

(۷) حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گزار
کاں صنم از روز اول دارد و پیماں باماست (ت)

(۱) ترجمہ۔ مدت سے اس کے عشق کی آگ ہماری جان میں ہے۔ اور اس کی تمنا کو دیکھئے کہ ہمیشہ ہمارے ویران دل میں ہے۔

یعنی صبح الست سے ہم آتش عشق میں جل رہے ہیں اور اسکے وصال و مشاہدہ کی تمنا ہمارے ویران دل میں بستی ہے۔

حریفان خلوت سرائے الست (سعدی) بیک جرعہ تا نفخہ صور مست

(۲) ترجمہ۔ میری آنکھوں کی پتلیاں خونناب جگر میں اسلئے غرق ہیں کہ اسکے رخسار کا چشمہ خورشید ہمارے سینہ نالاں میں ہے۔

خونابہ۔ خون اور آب کا مرکب ہے۔ خون پانی ایک کرنا۔ نہایت سعی و محنت کرنا۔ خون کے آنسو بہانا۔ سرخ۔ مجازاً شفقت

چشمہ مہر۔ سے مراد آفتاب سورج چونکہ روشنی کا منبع ہے اسلئے اسے چشمہ آتش فشاں۔ چشمہ روشن۔ چشمہ سیماب۔ چشمہ نور۔ چشمہ ہور۔ چشمہ خاوری کہتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں لہو کے آنسو رو رہا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میرے سینہ میں معشوق کے چہرہ کا خورشید جلوہ افروز ہے۔ یعنی عشق و اشتیاق میں خون جگر بہا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ جہاں چشمۂ خورشید ہوگا وہاں کا پانی بھی سرخ رنگ کا نکلیگا

(۳) ترجمہ۔ آبحیات اسکے شکر جیسے (شیریں) لب کا ایک قطرہ ہے اور آفتاب کا قرص (گول ٹکیہ) ہمارے معشوق کے چہرہ کا ایک عکس ہے۔

یعنی ہمارے معشوق کے لب ایک ایسا زندگی بخشنے والا چشمہ ہیں کہ چشمۂ آبحیات بھی اس کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے اور قرص خورشید ہمارے معشوق کے چاند جیسے چہرہ کا ایک عکس ہے

لوگ چاند کی روشنی کو سورج کا عکس بتاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے سورج کی روشنی کو چاند کا عکس ثابت کر دیا ہے۔

اگر آفتاب است یک ذرہ نیست وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

(۴) ترجمہ۔ جسوقت سے میں نے "نفخت فیہ من روحی" سنا ہے یقین ہو گیا ہے مجھ اسبات پر کہ ہم اس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے۔

خلقت آدم کے متعلق قرآن شریف میں ہے۔ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔

(میں پیدا کرنیوالا ہوں انسان کو۔ پس جسوقت میں نے اسے راست کر دیا۔ میں نے اسمیں اپنی روح پھونکی)۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی روح روح الٰہی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (بیشک خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) پس انسان کا اور خدا کا صوری اور معنوی تعلق اظہر من الشمس ہے۔ ایک حدیث ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا خدا کو پہچان لیا) انہی معنوں میں ہے اِعْرِفْ نَفْسَکَ تَعْرِفُ رَبَّکَ (اپنی جان کو پہچان خدا کو پہچان لیگا)

صوفیائے کرام اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان فی الحقیقت انوار الٰہی کا ایک پرتو ہے اور ذات خدا اسکا ایک خاص تجلی ہے

جس تعلق کو اگر آدمی کما حقہ سمجھ لے تو خدا اور انسان کے درمیان پردہ من و تو حائل نہیں رہتا۔ خواجہ [illegible] نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

در ہر آئینہ روی دیگر گون
مے نماید جمال او ہر دم
گہ برآید بکسوت حوا
گہ برآید بصورت آدم

(۵) ترجمہ ۔ ہر ایک شخص کو غیب کے اسرار سے اطلاع نہیں۔ اس جگہ معشوق و عاشق کی محرم ہونے کا بیان ہے۔
اسرار غیب سے یہاں اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ جو پچھلے شعر میں بیان ہوا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ یہ راز بہت بلند معانی رکھتا ہے۔ اس سے ہر آدمی واقف نہیں ہو سکتا۔ یہ روحانی نکات ہیں۔ صرف جان اور روح ہی اس سے واقف ہو سکتی ہیں۔

(۶) ترجمہ ۔ اے واعظ تو دین کی شرح کب تک بیان کریگا۔ خاموش ہو۔ دونوں جہانوں میں ہمارا مذہب اپنے معشوق کا وصال ہے۔
مُذکِّر ۔ بضم و فتح ذال ۔ و کسر کاف مشدد ۔ یاد دلانے والا ۔ سمجھانے والا ۔ نصیحت دینے والا ۔ مولانا روم فرماتے ہیں

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است
عاشقاں را ہر نفس سوزیدنیست
بردہ ویران خراج و عشر نیست

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ آخیر دن تک اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا رہ ۔ کہ وہ معشوق روز اول سے ہماری درماندگی کا دوا ہے

درماں (۱) علاج ۔ دوا ۔ دارو (۲) لاچار ۔ درماندہ ۔ از درماندن ۔
اگر درماں کو بمعنی درماندگی استعمال نہ کیا جائے۔ تو دارو و درماں پڑھنا چاہئے۔ یعنی ہمارا دارو اور علاج ہے۔
از روز اول ۔ تا روز آخر کا مقابلہ ظاہر ہے۔

غزل (۸۷)

امروز شاہ انجمن دلبران یکیست ۱
دلبر اگر ہزار بود دل بران یکیست
من بہر آن یکی دل و دین دادہ ام بباد ۲
عیبم مکن کہ حاصل ہر دو جہاں یکیست
سودائیان عالم پندار را بگوی ۳
سرمایہ کم کنند کہ سود و زیاں یکیست
خلقے زبان بدعوی عشقش گشادہ اند ۴
ای من غلام آنکہ دلش با زباں یکیست
(۵) حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر (۵)
دولت در آن سرست کہ با آستاں یکیست

(۱) ترجمہ۔ آج معشوقوں کی انجمن کا بادشاہ ایک ہے۔ دلبر اگرچہ ہزار بھی ہوں۔ تو دلبر وہی ایک ہے۔ یا دل اسی کا ایک ہے
یعنی تمام معشوقوں کا بادشاہ اور تمام دلبروں کا دلبر وہی ایک محبوب حقیقی ہے۔

زرویش بروی خود آراست لیلیٰ
بہر مویش ز مجنوں خاست میلے
لب شیرین شکر ریز بکشاد
دل از پرویز بردو جان ز فرہاد
جمالِ اوست ہر جا جلوہ کردہ
ز معشوقانِ عالم بستہ پردہ
سر از جیب مہ کنعان برآورد
زلیخا را دمار از جان برآورد
بہر پردہ کہ بینی پردگی اوست
قضا جنبان ہر دل بردگی اوست
دلے کو عاشقِ خوبانِ دلجو ست
اگر داند وگرنے۔ عاشق اوست
بعشق اوست دل را زندگانی
بشوق اوست جاں را کامرانی

(۲) ترجمہ۔ میں نے اس ایک کیلئے دل و دین برباد کیا ہے۔ میری عیب جوئی نہ کر کہ دونوں جہانوں کا حاصل ایک ہی ہے

اے طالب دنیا تو لبے مغروری
وے مائل عقبےٰ تو یکے مزدوری
وے آنکہ ز میل ہر دو عالم دوری
تو طالب نور۔ بلکہ عینِ نوری

(۳) ترجمہ۔ عالم پندار کے سود سے خوش نہ ہو۔ سرمایہ کم ہر دیں کہ سود و زیاں ایک ہی چیز ہے۔

پندار۔ تصور۔ تکبر۔ خیال۔

عالم پندار سے مراد دنیا ہے۔ جو ایک خیالی عالم ہے اور دھوکے کی جگہ ہے۔ سورہ حدید میں ہے۔ انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو و زینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یہیج فتراہ مصفراً ثم یکون حطاماً (دنیا کی زندگانی ایک کھیل ہے اور ایک بیہودگی ہے اور خود ستائی ہے ایکدوسرے کی ساتھ۔ اور فخر ہے زیادتی مال و اولاد پر۔ بارش کی مثال ہے جسکی پیداوار کسانوں کو حیرت میں ڈالتی ہے اور پھر خشک ہو جاتی ہے اور خستہ شکستہ ہو جاتی ہے۔)

دنیا بھی اپنے طالبوں کو چند روز کیلئے خوش کرتی ہے۔ مگر متاع دنیا کی حقیقت کچھ نہیں اور اسکا نفع و نقصان عارضی اور ناپائدار ہے۔

بازیچہ ایست طفل فریب این متاع دہر
بے عقل مردماں کہ بدیں مبتلا شوند

دنیا کے عاشقوں کو دنیا کی سرمایہ پر مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ اور طالب حق ہونا چاہئے۔ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (دنیا کی زندگی ایک فریب دینے والا سرمایہ ہے) دنیا عالم پندار ہے اور اسکی متاع بھی سرمایہ پندار ہے۔ جو صرف اپنے طالب کو

فریب دیتی ہے۔ اور باقی نہیں رہتی۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے	۱	حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

لفظ سودا بمعنی شوق۔ جنون اور عشق اور بزبان ترکی بمعنی تجارت استعمال ہوتا۔ لہذا لفظ سودا در سر بہ نیت کی بنا ظاہر

(۴) ترجمہ۔ ہر ایک نے اس کے عشق کی دعوی میں زبان کھولی ای مخاطب۔ میں اسکا غلام ہوں جسکا دل اور زبان ایک ہے یعنی عشق الٰہی کا دعوی زبان سے تو سبھی کرتے ہیں مگر میں اسکو مانتا ہوں جسکا دل اور زبان ہمزبان ہوں یعنی صرف زبان سے عشق کا مدعی نہ ہو بلکہ دل سے بھی عاشق

(۵) ترجمہ۔ حافظ نے آستانِ دولت پر سر رکھا ہوا ہے۔ دولت اس سر کو ہے جو آستان کے ساتھ ایک ہو جائے یعنی سر اور آستان میں فرق نہ رہے اسکے ساتھ ایک ہو جائے۔ گویا فنا فی المعشوق ہو جائے۔

غزل (۸۸)

المنة لله که در میکده باز ست	۱	زان رو که مرا بر در او روی نیاز ست
خمها همه در جوش و خروشند ز مستی	۲	وان می که در آنجاست حقیقت نه مجاز ست
از وی همه مستی و غرور ست و تکبر	۳	وز ما همه بیچارگی و عجز و نیاز ست
شرح شکن زلف خم اندر خم جانان	۴	کوته نتوان کرد که این قصه دراز ست
بار دل مجنون و خم طرهٔ لیلی ست	۵	رخسارهٔ محمود و کف پای ایاز ست
بردوخته ام دیده چو باز از همه عالم	۶	تا دیدهٔ من بر رخ زیبای تو باز ست
رازی که بر خلق نهفتیم و نگفتیم	۷	با دوست بگوئیم که او محرم راز ست
در کعبهٔ کوی تو هر آنکس که درآید	۸	از قبلهٔ ابروی تو در عین نماز ست
(۹)	ای مجلسیان سوز دل حافظ مسکین از شمع بپرسید که در سوز و گداز ست	(۹)

(۱) ترجمہ۔ خدا کا احسان ہے کہ شرابخانہ کا دروازہ کھلا ہے اسواسطے کہ مجھے اسکے دروازہ پر روئے نیاز ہے۔ چونکہ میں میخانہ پر نیاز مند ہو کر جاتا ہوں [illegible] اسواسطے میخانہ کا دروازہ مجھ پر کھلا ہے اس شراب کی حقیقت حسب خیال صاف اگلے شعر میں بتا دینگے۔

(۲) ترجمہ۔ میکدے تمام مستی کی وجہ سے جوش و خروش میں ہیں اور وہ شراب جو اس جگہ ہے۔ حقیقی ہے۔ مجازی نہیں

یعنی شراب محبت ہے۔ شراب انگور نہیں۔ (آپ چاہیں تو بالعکس تعبیر بھی کرلیں۔

(۳) ترجمہ۔ اسکی طرف سے سرمستی۔ غرور اور تکبر ہے اور ہماری طرف سے صرف بیچارگی۔ عجز اور نیاز ہے۔

مے کا مشارٌ الیہ ساقی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ معشوق کی خم و زلف کی شکن کی تعریف۔ کوتاہ نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ قصہ لمبا ہے۔

معشوق کی زلف کو بہت لمبا بتاتے ہیں۔ اسلئے اسکی شکن کی تعریف بھی طویل ہوگی۔

	[illegible] سعدی [illegible]		[illegible] تشنہ مستسقی [illegible] باقی	

(۵) ترجمہ۔ مجنوں کا یار دل ہے اور لیلیٰ کا خم زلف۔ محمود کا چہرہ ہے اور ایاز کی کف پا۔

یعنی لیلیٰ کا خم زلف مجنوں کے دل کی پریشانی کا موجب ہے اور محمود کیلئے ایاز کی کف پا اپنے رخسار سے بھی عزیز تر ہے گویا اُدھر آرائش ہے

اور ادھر پریشانی۔ اُدھر ناز ہے اور ادھر نیاز۔

(۶) ترجمہ۔ باز کیطرح تمام جہاں سے آنکھیں بند کردی ہیں۔ جب سے میری آنکھیں تیری خوبصورت چہرے پر کھلی ہے۔

باز اور باز میں صنعت تجنیس ہے

باز۔ مشہور شکاری پرندہ ہے۔ ابتدا میں اسکی آنکھیں مدت تک بند رکھی جاتی ہیں۔ جب وحشت دور ہوجاتی ہے کھول دی جاتی ہیں شکار کیوقت بھی جب سے باہر لیجاتی ہیں۔ تو پہلے اسکی آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں تاکہ چھوٹے بڑے پرندے پر حملہ آور نہ ہو جب کوئی پرندہ جو شکار کے لائق ہو دکھائی دے تو باز کی آنکھیں کھولدی جاتی ہیں اور وہ اسپر حملہ آور ہوکر گرا لیتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب سے تیرا عاشق ہوا ہوں تمام عالم سے اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں تاکہ اپنی ہمت کی باز کو دنیا کی ناپائدار خواہشات پر حریص نہ ہونے دوں۔ میرا مطمح نظر صرف تو ہی تو ہے اور تیرے سوا میں کسی کا طالب نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ وہ راز جو ہم نے خلقت سے چھپایا اور نہ کہا۔ معشوق سے کہتے ہیں کہ وہ محرم راز ہے۔ یعنی رازدان ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیری کوچہ کے کعبہ میں جو شخص آتا ہے۔ تیری قبلہ ابرو سے عین نماز کے اندر ہے۔

یعنی جو شخص تیرے کوچہ میں آگیا اور تیری محراب ابرو کو دیکھ لیا۔ وہ گویا عین نماز میں ہے۔ فی الحقیقت اس حضوری سے بڑھکر اور کوئی عبادت نہیں ہوسکتی۔ کعبہ و قبلہ اور نماز میں مراعات النظیر ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے ہم مجلسو۔ حافظ مسکین کے سوز دل کا حال۔ شمع سے پوچھو کہ وہ بھی سوز و گداز میں ہے۔

یعنی دوسرے کے سوز دل کا حال وہی جانتا ہے۔ جو اپنے دل میں سوز رکھتا ہو۔

غزل (۸۹)

میر من خوش میروی کاندر سراپا میرمت ۱ ترک من خوش می خرامی پیش بالا میرمت
گفته بودی کی بمیری پیشم این تعجیل چیست ۲ خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت
عاشق و مہجور و مخمورم بت ساقی کجاست ۳ گو خراماں شو کہ پیشش قد رعنا میرمت
ای کہ عمری شد کہ تا بیمارم از مژگان تو ۴ تو نگاہی کن کہ پیش چشم شہلا میرمت
گفتہ لعل منت ہم درد بخشد ہم شفا ۵ گاہ پیش درد و گہ پیش مداوا میرمت
خوش خراماں میروی چشم بد از روی تو دور ۶ دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میرمت

(۷) گرچہ جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست
ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میرمت (۷)

(۱) ترجمہ - اے میری سردار تو اچھا چلتا ہے - کہ میں تیری سراپا پر قربان ہو جاؤں - اے میرے ترک تو خوش خرامی کرتا ہے میں تیری قد کے سامنے مرجاؤں -

سراپا - یعنی خلعت - تمام از اول تا آخر معشوق کے تمام اندامون کی تعریف مطلب یہ ہے - کہ اے معشوق میں تیری کبک رفتاری خوش خرامی - تیرے سراپا اور تیری قد بالا پہ قربان ہو جاؤں -

(۲) ترجمہ - تو نے کہا تھا - کہ تو کب میری سامنے مریگا - اتنی جلدی کیوں ہے تو اچھا تقاضا کرتا ہے میں تیری تقاضا سے پہلے مرتا ہوں - یا تیرے تقاضا پہ مرتا ہوں -

(۳) ترجمہ - میں مہجور مخمور عاشق ہوں معشوق ساقی کہاں ہے - کہو کہ خراماں ہو کہ میں تیرے قد رعنا کے سامنے مروں -

رعنا - زیبا - خوشنما - چالاک - متکبر -

(۴) ترجمہ - اے معشوق مدت ہوئی - کہ میں تیری مژگاں کا بیمار ہوں تو ایک نظر کر کہ تیری نرگس چشم کے سامنے مر جاؤں

شہلا - نرگس کی ایک قسم ہے - جسمیں بجائے زردی کے سیاہی ہوتی ہے اور چشم انسان کے مشابہ یہی نرگس ہے - نرگس زرد کو عبہر کہتے ہیں - شہلا سیاہ سرخی مائل آنکھ کو بھی کہتے ہیں -

(۵) ترجمہ - تو نے کہا ہے کہ میرا لعل (لعل لب) درد بھی دیتا ہے - اور دوا بھی - میں کبھی تیرے درد اور کبھی علاج کے سامنے مرتا ہوں

یعنی میں تیرے لب لعل کی درد بخشی اور درمان بخشی دونو پر نثار ہوں -

(۶) ترجمہ - تیری کیا اچھی رفتار ہے - تیرے چہرہ سے چشم بد دور میرا خیال ہے کہ تیرے پاؤں میں جان دوں -

یعنی تیری رفتار نہایت اچھی ہے - میں اس خوش رفتاری پر جان قربان کرتا ہوں -

چشم بد . از روئے تو دور - جملہ دعائیہ ہے

(۷) ترجمہ - اگرچہ چاہنا کی جگہ تیرے وصل کی خوشنودگاہ دنیا نہیں اے کہ تیرے تمام مقام اچھے ہیں تیرے سامنے مرنے کی جگہ بہتر ہوا

یعنی تیرا حریم وصال نہ سہی - جہاں تو ہو وہی جگہ اچھی ہے اور میں وہاں ہی مرنے کو تیار ہوں -

ہمہ جائے تو خوش ہے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے - کہ تو سراپا خوبصورت ہے -

غزل (۹۰)

کنون کہ میدمد از بوستان نسیم بہشت	۱	من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت
چمن حکایت اردی بہشت میگوید	۲	نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت
بمے عمارت دل کن کہ این جہان خراب	۳	دران سرست کہ از خاک ما بسازد خشت
وفا مجوی ز دشمن کہ پرتوی ندہد	۴	چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت
مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست	۵	کہ آگہ ست کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت
گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز	۶	کہ خیمہ سایہ ابرست و بزمگہ لب کشت

(۷) قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہ بہشت (۷)

(۱) ترجمہ - اب کہ باغ سے بہشت کی ہوا چل رہی ہے - میں ہوں اور شراب فرحت بخش اور معشوق حور سرشت

موسم بہار ہے اور خواجہ صاحب شراب و ساقی کے خواستگار -

نوروز روزگار نشاط است و ایمنی
خیل بہار خیمہ بصحرا برون زند
بہ گل ہمی نشینی و بر گل ہمی خوری

پوشید ابر دشت بہ دیبای ارمنی
واجب کند کہ خیمہ بصحرا برون زنی
بر خم ہمے خرامی و بر دن ہمی دنی

(۲) ترجمہ۔ باغ اردی بہشت کی باتیں کرتا ہے۔ وہ شخص عاقل نہیں جس نے نسیہ خریدا اور نقد چھوڑا۔

اردی بہشت۔ بضم اول و یائے مجہول۔ ماہ شمسی کا نام جو ہندی ماہ جیٹھ کو مطابق ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے اردسے بمعنی مانند و نظیر۔ اور بہشت سے۔ یا کسرۂ اضافت کے اشباع سے پیدا ہوئی۔ بمعنی مانند بہشت چونکہ ایران اور توران میں اس مہینہ میں بہار کا شباب ہوتا ہے۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

مطلب یہ ہے۔ کہ موسم بہار ہے اور باغ رشک فردوس بنا ہے۔ اس موقعہ کو غنیمت جانو۔ بہشت کی باتیں چھوڑ دو۔

نقد و نسیہ کیلیے دیکھو شعر الف ۲ ت ۱۲

یک شیشہ شراب و لب یار و لب کشت
این جملہ مرا نقد و ترا نسیہ بہشت
مردم ز بہشت و دوزخ اندر گروند
کہ رفت بہ دوزخ و کہ آمد ز بہشت

اسی مضمون میں ہے

نکنیم شکوہ ہرگز سر نقد و نسیہ زاہد
تو بگیر باغ جنت بگذار کشت ما را

زاہد گوید بہشت با حور خوش است
من میگویم شراب انگور خوش است
این نقد بگیر و دست زان نسیہ بدار
آواز دہل شنیدن از دور خوش است

(۳) ترجمہ۔ شراب سے اپنے دل کی تعمیر کر کیونکہ یہ ویران جہان اس خیال میں ہے کہ ہماری خاک سے اینٹیں بنائے۔

یعنی مے عشق سے دائمی خوشی اور حیاتِ جاوید حاصل کر۔ زندگیٔ دنیا کا کچھ اعتبار نہیں۔

خوش باش کہ دہر بیکران خواہد بود
بر چرخ قرانِ اختران خواہد بود
خشتے کہ ز قالب تو خواہد بود
ایوان و سرائے دگران خواہد بود

(۴) ترجمہ۔ دشمن سے وفا کی امید نہ رکھ کہ روشنی نہیں دیتی۔ اگر تو عبادتخانہ کی شمع کو چراغ کنشت سے روشن کریگا۔ یعنی چراغِ کنشت سے شمع مسجد روشن نہیں ہو سکتی یا کفر سے اسلام کو نور نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح دشمن سے فائدہ حاصل ہونا ممکن نہیں

(۵) ترجمہ۔ مجھ مست کو سیاہ اعمال (اعمالنامہ کی سیاہ ہونے) پر طعنہ نہ کر۔ کون جانتا ہے کہ تقدیر نے اسکی سر پر کیا لکھا ہے۔ یعنی مجھے سیاہ اعمال اور بدبخت ہونیکا طعنہ نہ دے۔ تجھے کیا معلوم ہے کہ میری قسمت میں خدا نے کیا لکھا ہے اور عاقبت کار تو فائدہ میں رہیگا یا میں۔

(۶) ترجمہ۔ گداگر آج سلطنت کی لاف کیوں نہ مارے۔ جب اس کا خیمہ ابر کا سایہ اور اسکی بزمگاہ لب کشت ہے۔ خیمہ اور بزمگاہ لوازم سلطنت ہیں اسلئے جب گداگر کے پاس ابر کا خیمہ اور لب کشت کی بزمگاہ موجود ہے تو وہ بھی بادشاہ ہے اور بادشاہی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

(۷) ترجمہ - حافظ کے جنازے پر قدم رکھنے فرمانے سے دریغ نہ کر کیونکہ اگرچہ وہ گناہوں میں غرق ہے لیکن سیدھا بہشت کو جا رہا ہے۔

روایت - مشہور ہے کہ جب خواجہ صاحب کا انتقال ہوا۔ تو بعض علمانے ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ چونکہ خواجہ صاحب تمام عمر زاہدان ریاکار اور عابدان ظاہر دار کی برخلاف ہیں اور اپنے کلام میں جا بجا انکی کوتاہ آستینی اور ظاہر پرستی پر حملہ کرتے رہے اسلئے اکثر مولوی اور فقیہ انکے برخلاف رہتے تھے۔ شاہ منصور بھی جنازے میں شریک تھا۔ اس نے نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ تو ان لوگوں نے جواب دیا۔ کہ اس شخص کا تمام کلام رندانہ اور ملحدانہ ہے۔ شاہ منصور نے کہا کہ کیا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابھی حافظ کا کلام منگایا جائے ہم اس سے ثابت کر دینگے۔ کہ اسکا کل کلام ملحدانہ ہے کہتے ہیں۔ کہ اسی وقت شاہ منصور کے حکم سے خواجہ صاحب کی غزلوں کے مسودے منگوائے گئے۔ جب پہلا ہی ورق اٹھایا تو اسپر لکھا تھا۔

قدم دریغ مدار از جنازہ حافظ	کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہشت

اس تائید غیبی کو دیکھکر تمام لوگ خاموش ہو گئے اور خواجہ صاحب کی معتقد ہو کر نماز جنازہ ادا کی گئی اور اسی وقت سے خواجہ صاحب کا نام **لسان الغیب** رکھا گیا۔ اور لوگ اس کے بعد خواجہ صاحب کے دیوان سے تفاول کرنے لگے۔

شعر کا مطلب صاف ہے اور شعر (۵) کے ساتھ تسلسل مضمون نظر آتا ہے۔

ردیف ث

غزل (۱)

درد ما را نیست درمان الغیاث	۱	ہجر ما را نیست پایان الغیاث
دین و دل بردند و قصد جان کنند	۲	الغیاث از جور خوبان الغیاث
در بہائے بوسۂ جانی طلب	۳	میکنند این دلستانان الغیاث
خون ما خوردند این کافر دلان	۴	ای مسلمانان چہ درمان الغیاث
داد مسکینان بدہ ای روز وصل	۵	از شب یلدای ہجران الغیاث
ہر زمانم درد دیگر میرسد	۶	زین حریفان بر دل و جان الغیاث

(۷)	ہمچو حافظ روز و شب بیخویشتن گشتہ ام سوزان و گریان الغیاث	(۷)

(۱) **ترجمہ**۔ فریاد کہ ہمارے درد کا کوئی علاج نہیں۔ فریاد کہ ہماری ہجر کی کوئی انتہا نہیں

الغیاث بکسر غین دادرسی چاہتا ہوں در اصل اطلب الغیاث تھا تخفیف کیلئے اطلب کو جو فعل ہے حذف کرد

اور الغیاث جو مفعول ہے باقی رہا۔ عام اصطلاح میں الغیاث بمعنی فریاد استعمال ہوتا ہے۔

(۲) **ترجمہ**۔ دل و دین لے چکے ہیں اب جان لینے کا ارادہ کرتے ہیں معشوقوں کے ظلم سے فریاد! فریاد!!

(۳) **ترجمہ**۔ ایک بوسہ کی قیمت میں یہ دلستان (دلبر) جان طلب کرتے ہیں۔ فریاد ہے۔!

طلب می کنند۔ ضرورت شعری کیلئے طلب پہلے مصرع میں اور میکنند دوسرے مصرع میں آیا ہے۔

(۴) **ترجمہ**۔ ان کافر دلوں (معشوقوں) نے ہمارا خون پی لیا ہے۔ فریاد! اے مسلمانو اسکا کیا علاج ہے۔

کافر دل یعنی سنگدل۔ مسلمان و کافر کا مقابلہ ظاہر۔

(۵) **ترجمہ**۔ اے وصال کے دن مسکینوں کی داد دے۔ فراق کی سیاہ لمبی رات سے فریاد!

یلدا لئے۔ بفتح۔ سیاہ لمبی رات۔ جو آخریں درجہ قوس میں واقع ہوتی ہے تمام سال میں سب سے بڑی رات

ہوتی ہے۔ اور ساتھ کا دن سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے اس رات کو نحس کہتے ہیں۔ ۲۲ دسمبر کی رات

شب ہجراں چونکہ سختی کی رات ہوتی ہے اور بمشکل تمام گذرتی ہے اسلئے لمبی معلوم ہوتی ہے۔ اور عاشق شب ہجر کو خوا

وہ ۲۲ جون کو واقع ہو۔ شب یلدا کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ شب ہجر نے ہمکو سخت تکلیفیں دی ہیں۔ اے روز وصال آ اور ہماری مدد کر۔

(۶) **ترجمہ**۔ ان حریفوں سے دل و جان کو ہر وقت نیا درد پہنچتا ہے۔ فریاد ہے!

حریف سے رقیب مراد لی سکتے ہیں دوست دشمن دونوں معنوں میں آتا ہے اپنا وقت کی شکایت ہے یا قلیبوں کے جور سے فریاد

(۷) **ترجمہ**۔ حافظ کیطرح دن رات بیخود ہو کر۔ جل رہا ہوں اور رو رہا ہوں۔ فریاد!

ردیف - ج -

غزل (۱)

۱ سزد کہ از ہمگی دلبران ستانی باج — چراکہ بر سر خوبان عالمے چون تاج
۲ دو چشم شوخ تو برہم زدہ خطا و ختن — بچین زلف تو ماچین و ہند دادہ خراج
۳ بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید — سواد زلف تو تاریکتر ز ظلمت داج
۴ لب تو خضر و دہان تو آب حیوان ست — قد تو سرو و میان تو موی و گردن عاج
۵ ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم — کہ از تو درد دل من نمیرسد بعلاج
۶ دہان تنگ تو دادہ بآب خضر بقا — لب چو قند تو برد از نبات مصر رواج
۷ چرا ہمی شکنی جان من ز سنگدلی — دل ضعیف کہ ہست او بنازکی چو زجاج

(۸) فتادہ در دل حافظ ہوای چون تو شہی
کمینہ بندۂ خاک در تو بودی کاج (۸)

(۱) ترجمہ - چاہیے کہ تو تمام معشوقوں سے خراج لے - کیونکہ تو معشوقان جہان کے سر پر بمنزلہ تاج کے ہے -

ہمگی - بتحقیق - تمام - ہمہ - مروجہ نسخوں میں ہمہ دلبران ہے -

یعنی تو تمام حسینوں کا شہنشاہ ہے باقی حسینوں سے تجھے خراج لینا چاہیے -

(۲) ترجمہ - تیری دو شوخ آنکھوں نے خطا و ختن کو برہم کر دیا - تیری زلف کی خم پر ماچین اور ہند نے خراج دیا ہے -

خطا - ترکستان چین اور توران کے درمیان ایک حسن خیز شہر ہے - ختن بھی چینی تاتار میں ایک مشہور شہر ہے خطا اور ختن کی نافے اور آہو مشہور ہیں - ماچین - چین کے جنوب اور ہندوستان کے مشرق میں ایک علاقہ کا نام ہے -

مطلب یہ ہے کہ خطا و ختن کو تیری آنکھوں نے برہم کر دیا - چونکہ خطا و ختن کے آہو مشہور ہیں اور چشم آہو کو چشم معشوق سے نسبت دیجاتی ہے اسلئے کہا ہے کہ تیری شوخ آنکھوں نے آہوان ختن کو برہم کر دیا ہے -

ای داغ بدل از غم خال تو لالہ را — شرمندہ ساخت آہوی چشمت غزالہ را

اسی طرح ہند اور ماچین چونکہ گرم ملک ہیں اور گرم ملکوں کے باشندوں کے بال نہایت سیاہ اور پیچدار اور گھونگھریالے ہوتے ہیں اسلئے کہا ہے کہ تیری زلف کی سیاہی اور پیچ و تاب کے آگے ہند و ماچین کا سر بھی خم ہے۔

چین ملک کا نام بھی ہے اور پیچ بھی لہذا صنعت ایہام - چین و ماچین میں تجنیس ہے۔

(۳) ترجمہ - تیرے چہرے کا بیاض خورشید کے چہرے کیطرح روشن ہے تیری زلفوں کی سیاہی اندھیری راتکی تاریکی سے بھی زیادہ ہے (یا عین تاریکی سے بھی زیادہ تاریک ہے۔) **بیاض** - ہر چیز کی سفیدی سفید کاغذ جسپر کچھہ لکھا ہو - سفید کاغذ کی کتاب جس پر کچھہ لکھا نہ ہو - اور متفرقات لکھنے کیلئے رکھی ہو - **سواد** - سیاہی مسودہ (کتاب کا) **داج** - تاریکی تاریک نہایت تاریک - مجازاً اندھیری رات - بیاض اور سواد کی رعایت لطیف ہے۔

(۴) ترجمہ - تیرا لب خضر ہے اور تیرا دہن آبحیات ہے - تیرا قد سرو ہے - تیری کمر بال ہے اور تیری گردن ہاتھی دانت کیطرح سفید ہے۔

(۵) ترجمہ - اس مرض سے حقیقت میں میں کب شفا پا سکتا ہوں - کہ تجھسے میرا درد دل علاج کو نہیں پہنچتا۔

یعنی تو میرے درد دل کا علاج نہیں کرتا اسلئے مجھے کب شفا حاصل ہو سکتی ہے دوسرے مصرعہ کے معنی اسطرح بھی ہو سکتے ہیں کہ چونکہ میرا درد دل علاج کیطرف جاتا ہی نہیں یعنی میرے دل کو تیرے درد سے اتنی محبت ہے کہ وہ اب دوا کیطرف مشغول ہوتا ہی نہیں اسلئے شفا ناممکن

(۶) ترجمہ - تیرے دہان تنگ نے آب خضر (آبحیات) کو بقا دی ہے - تیری شکر و قند جیسے لب نے قند مصری کا رواج دور کردیا۔

یعنی آبحیات کو جو بقا حاصل ہے یا آبحیات میں جو زندگی جاوید کا خاصہ ہے وہ تیرا ہی دیا ہوا ہے دہن معشوق کو آبحیات کا چشمہ کہتے ہیں۔

نبات مصری سے مراد کوزہ ہائے مصری مصر کی شکر - مصری - جو نہایت لطیف اور شیریں ہوتی ہے۔

(۷) ترجمہ - تو سنگدلی سے اے میری جان کیوں توڑتا ہے میرے ضعیف دل کو جو نزاکت میں شیشہ کیطرح ہے - سنگ و شیشہ کا مقابلہ

(۸) ترجمہ - تجھہ جیسے بادشاہ کا عاشق حافظ کے دل پہ پڑا - کاش کہ وہ تیرے دروازہ کی خاک کا کمترین غلام ہوتا۔

کاج - کاش - افسوس - افسوس کہ ایسا ہوتا۔

ردیف - ح

غزل (۱)

اگر بمذہب تو خون عاشق است مباح	۱	صلاح ما ہمہ آنست کان ترا ست صلاح
سواد موی تو تفسیر جاعل الظلمات	۲	بیاض روی تو تبیان فالق الاصباح
ز دیدہ ام شدہ صد چشمہ در کنار روان	۳	کہ خود شنا نکند در میان آن ملاح

لب تو آب حیات تو هست قوت روح	۴	وجود خاکی ما را از وست فتوح
ز چنگ لف کمندت کسی نیافت خلاص	۵	نه از کمانچهٔ ابرو و تیر غمزه نجاح
بیا که خون دل خویشتن بحل کردم	۶	اگر بمذهب تو خون عاشق است مباح
نداد بوسه لعل لبش بصد تلبیس	۷	نیافت کام دل من از و بصد الحاح
صلاح و توبه و تقوی ز ما مجو زاهد	۸	ز رند و عاشق و مجنون کسی نیافت صلاح
پیاله چیست که بر یاد تو کشیم مدام	۹	و نحن نشرب شربا کذلک الاقداح

(۱۰) دعای جان تو ورد زبان حافظ باد
مدام تا که بود گردش مسا و صباح (۱۰)

(۶) ترجمہ۔ اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون جائز ہے۔ تو ہمارا صلاح یا نیکی وہی ہے جو تیری مصلحت ہے

یعنی ہم تیری رضا پر راضی ہیں۔ تسلیم خم ہے۔

مرزا غالب تو گناہ قتل بھی اپنے سر لینے کو تیار ہیں اور معشوق کو کہتے ہیں قتل کر جاؤ۔

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے	کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اسی مضمون پر ہے

منظور گر ہو قتل مرا غیر سے نہ پوچھ	ہے تو صلاح نیک ہیں کیا پوچھتا صلاح (ذوق)

(۲) ترجمہ - تیری زلف کی سیاہی جاعل الظلمات کی تفسیر ہے - اور تیرے چہرہ کا سپیدی فالق الاصباح کا بیان ہے۔

سواد و بیاض کیلئے دیکھو شعر ج ۱

جاعل الظلمات - جاعل بکسر عین - کرنیوالا - پیدا کرنیوالا - بنانیوالا - ظُلُمات بفتحین - جمع ظلمت نظم میں ضرورت شعری کیلئے سکون لام سے بھی جائز ہے - قرآنی الفاظ ہیں سورہ انعام کے شروع میں ہے ۔ الحمد للہ الذی خلق السموٰت والارض وجعل الظلمت والنور (سب تعریف خدا کی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور پیدا کیا اندھیرا اور اجالا۔) تاریکی کا پیدا کرنیوالا - یعنی خدا تعالیٰ۔

فالق الاصباح - بکسر حرف ہشتم - رات کی سیاہی سے دن کی سفیدی کو پھاڑ کر نکالنے والا - یعنی خدا تعالیٰ (فالق شگاف کرنیوالا - باہر نکالنے والا)

قرآنی الفاظ ہیں۔ سورۂ انعام میں فرمایا ہے۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا۔ الخ یعنی پھاڑنے والا ہے صبح کا اور کیا ہے اس نے رات کو آرام کی چیز۔ **تبیان**۔ بکسر مصدر از باب تفعیل۔ معانی کا بیان اور ہویدا ہونا۔ ظاہر کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے بالوں کی سیاہی جاعل الظلمات کی تفسیر ہے یعنی خدا نے عین تاریکی (تاریکی مجسم) جو پیدا کی ہے وہ تیری زلف کی سیاہی ہے۔ اگر محبوب حقیقی کو مخاطب کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تاریکی جو اس نے پیدا کی ہے وہ گویا اس کی زلف ہے یعنی زلف محبوب حقیقی سے مراد وہ تاریکی اور سیاہی ہے۔ جو اس نے دنیا میں پیدا کی اسی لئے اصطلاحات تصوف میں بعض دفعہ زلف سے مراد عالم کثرت عالم تعینات اور ظلمت کفر وغیرہ بھی لی جاتی ہے

دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ اے معشوق تیرے چہرہ کا بیاض فالق الاصباح کی تشریح ہے یعنی عین نور اور سفیدی جو خدا نے پیدا کی ہے وہ تیرا چہرہ ہے یا بصورت خطاب محبوب حقیقی یہ مطلب ہوگا کہ روشنی جو اس نے پیدا کی ہے وہ گویا اس کا چہرہ یعنی رخ اور رخسار سے مراد وہ روشنی اور نور ہے جو محبوب حقیقی نے دنیا میں پیدا کیا اصطلاح تصوف میں رخ اور رخسار سے مراد بھی نور ایمان۔ نور مطلق۔ شان جمالی وغیرہ لیجاتی ہے۔

سواد۔ تفسیر۔ بیاض۔ **تبیان**۔ کی رعایت سے مراعات النظیر ہے۔ قرآنی الفاظ کے ساتھ لفظ تفسیر و تبیان کی رعایت بھی قابل تحسین ہے

(۳) ترجمہ۔ میری آنکھوں سے سو چشمے دامن میں جاری ہیں۔ کہ خود ملاح بھی ان کے اندر نہیں تیر سکتا۔ کثرت گریہ ظاہر کی ہے۔ کنار بمعنی بغل اور کنار بمعنی کنارہ دریا و نہر لہذا صنعت ایہام۔

ہوا دونو آنکھوں سے یہ جوش اشک
کہ گنگا سے جمنا مقابل ہوئی (امیر)

(۴) ترجمہ۔ تیرا آب حیات جیسا لب روح کی قوت ہے۔ اور ہمارے خاکی وجود کیلئے وہی غذائے شام ہے۔

رواح۔ بفتح۔ عصر و مغرب کے درمیان کا وقت۔ بعض کہتے ہیں شام۔ شبانگاہ۔ وقت زوال سے لیکر رات تک کا وقت

یعنی تیرے لب ہمارے لئے روحانی قوت ہیں اور تیرے لبوں کا بوسہ ہماری شام کی غذا ہے۔ قوت۔ قوت اور روح۔ رواح میں صنعت تجنیس ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری کمند جیسی زلف کے پنجہ سے کسی نے خلاصی نہ پائی۔ اور نہ کمان ابرو اور تیر غمزہ سے رہائی۔

نجاح۔ بفتح۔ رستگاری۔ فتح مندی۔ حاجت روائی۔

(۶) ترجمہ۔ آ کہ میں نے اپنے دل کا خون تجھ پر حلال کر دیا اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون مباح ہو۔

بحل۔ بکسرتین۔ جرم بخشی کرنا۔ گناہ معاف کرنا۔ معاف۔ بظاہر یہ لفظ عربی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حائے حطی فارسی میں نہیں۔ مگر کسی عربی لغات میں یہ لفظ نہیں دیکھا گیا۔ استاد مرحوم نے غیاث اللغات کی رائے لکھی ہے کہ یہ لفظ در اصل بہل تھا جیسے [illegible]

چھوٹنا) کاتبوں کی غلطی اور اہل علم و تعلیم کی بے التفاتی سے مجمل لکھا جانا شروع ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یعنی اگر تیری نزدیک خونِ عاشق جائز ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ آ اور خنجر آزمائی کر۔ یہی مضمون ہے۔ جو مطلع غزل کا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ سو فریب سے بھی اسنے اپنے لعل لب کا بوسہ نہ دیا۔ میرے دل نے سو منت و زاری سے بھی اس سے اپنا مقصد نہ پایا۔

تلبیس ۔ کپڑی پہننا۔ مجازاً مکر و فریب۔ کیونکہ مکر و فریب کے وقت آدمی اپنے ارادہ کو لباس ظاہری سے پوشیدہ کرتا ہے۔

الحاح ۔ بکسر۔ زاری کرنا۔ درخواست کرنا۔ کسی کام میں مبالغہ کرنا۔

(۸) ترجمہ۔ اے زاہد ہم سے صلاح۔ توبہ اور تقوی نہ ڈھونڈ۔ رند عاشق اور دیوانہ سے کوئی صلاح نہیں ڈھونڈتا۔

صلاح ۔ نیکی (ضدِ فساد) مصالح۔ دیکھو شعر الف ۵/۱-۲

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوی را سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

(۹) ترجمہ۔ پیالہ کیا چیز ہے کہ تیری یاد میں ہمیشہ پیتے ہیں۔ پیتے میں (ایضا) اسطرح قدح بر قدح۔

قدح ۔ بڑے پیالے کو کہتے ہیں۔ مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ تیری یاد میں ہمیشہ پیمانوں پر پیمانے بھر بھر کر پیتے رہتے ہیں۔ ایک پیالہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیری جان کی دعا حافظ کی زبان کا ورد ہو ہمیشہ جب تک کہ شام و صبح کی گردش جاری ہے۔

یعنی جب تک زمانہ میں گردشِ روز و شب ہے۔ جب تک زمانہ قائم ہے۔ حافظ تیری جان کیلئے دعا کرتا ہے۔

غزل (۲)

بہ بین ہلال محرم بخواہ ساغر راح	۱	کہ ماہ امن و امان ست و سال صلح و صلاح
عزیز دار زمان وصال را کہ دم	۲	مقابل شب قدرست و روز استفتاح
نزاع بر سر دنیای دوں کسی نکند	۳	بہ آشتی برای نور دیدہ گوی فلاح
دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم	۴	کہ کس درت نگشاید چو گم کنی مفتاح
بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود	۵	ہر آنکہ جام صبوحش نہد چراغ صباح
کدام طاعت شایستہ آید از من مست	۶	کہ رنگ صبح ندانم ز فالق الاصباح
زمان شاہ شجاع ست و دور حکمت شرع	۷	براحت ای دل و جان کوش در مسا و صباح
ببوی صبح چو حافظ شبی بروز آور	۸	کہ بشگفد گل عیشت ز شعلہ مصباح

(۱) ترجمہ ۔ ہلالِ محرم کا دیکھ اور شراب کا پیالہ مانگ ۔ کیونکہ یہ امن و امان کا مہینہ ہے اور صلح اور صلاح کا سال ہے ۔

محرم ۔ بضم اول و فتح حا و رائے مشدد مفتوح صیغہ اسم مفعول ہے ۔ حرام کیا گیا ۔ حرام کہا گیا ۔ عربی مہینے کا نام ہے ۔ چونکہ زمانہ جاہلیت میں اس مہینے میں قتل و مقاتلہ حرام تھا ۔ اسلئے یہ نام ہوا ۔ عربی سال اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے ۔ شیعوں کیطرف سے خواجہ حافظ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ شعر انہوں نے کیوں کہا ۔ شیعوں کے نزدیک ماہ محرم سوگ اور ماتم کا مہینہ ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام اس مہینہ میں شہید ہوئے ۔ خواجہ صاحب اس مہینہ کو امن و امان کا مہینہ کہتے ہیں اور ہلالِ محرم دیکھ کر [illegible] شراب طلب کرتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ خواجہ صاحب آزاد خیال آدمی تھے ۔ اور رسوم و توہمات کی ان کے دل میں بالکل وقعت نہ تھی ۔ جس شے کے طالب خواجہ صاحب ہیں اگر اسکا پینا گناہ ہے تو اسکیلئے محرم و صفر برابر ہیں اور باقی گیارہ مہینوں کی نسبت محرم میں پینا زیادہ گناہ نہیں ۔ اور اگر ہے تو بقول شاعر ۔

ہر زمانی کہ [illegible] طرب [illegible] مکن	[illegible]

اسلام کے سال کے مہینوں میں [illegible] کوئی نحس و سعد وغیرہ کی تمیز نہیں [illegible] تعلق قائم ہونیسے اہل اسلام میں بھی رواج پا گئی ہے ۔ محض بے اصول ہے ۔ عمر خیام کہتا ہے ۔ کہ ماہ شعبان تو رسول کا مہینہ ہے اسلئے اسمیں شراب پینی ناجائز ہے ۔ اور رجب خاص خدا کا مہینہ ہے اسلئے اسمیں بھی بادہ نوشی نہیں ہو سکتی ۔ باقی رمضان خود ہمارا اپنا مہینہ ہے ۔ چلو اسی میں ہو

گویند کسی کہ ماہ شعبان نہ رواست	نہ نیز رجب کہ آن بہ خاص خدا است
شعبان و رجب ماہِ خداوند و رسول	ماہے بہ رمضان خوریم کان خاصہ ماست

اس قسم کے اشعار سے مطلب شاعر کا صرف یہ ہوتا ہے کہ مہینوں اور دنوں کی تمیز بے اصول ہے اور قواعد اسلام کے خلاف ۔ صرف تغیر الفاظ میں ان معانی کو بیان کیا جاتا ہے کہ مضمون سمجھ آ جائے ۔ خواجہ صاحب نے بھی صرف یہی بتایا ہے کہ تمام مہینے برابر ہیں اور اس سے امتیاز کو جو لوگوں نے مذہبی وقعت دی ہے ۔ فضول ہے ۔

اور اگر خواجہ صاحب کی شراب کو برا نہ کہا جائے اور اسکے وہی معنی لئے جائیں ۔ جو خواجہ صاحب کے تمام کلام کے مطالعہ سے ثابت ہوتے ہیں ۔ تو ماہ محرم بیشک اس شراب کیلئے سب سے زیادہ موزون مہینہ ہے ۔ قولِ خدا اور قولِ رسول کے مطابق شہید کبھی نہیں مرتے وہ ہمیشہ زندہ ہوتے ہیں ۔ اور یہ شہادت (شہادت) جسکو نصیب ہو وہ نہایت ہی خوش نصیب آدمی ہوتا ہے اور اس کیلئے شہادت خوشی کا مقام ہے ۔ نہ رنج و الم کا ۔ شراب عشق کیلئے کیا اس مہینے سے موزون تر کوئی اور مہینہ ہو سکتا ہے ۔ جسمیں شہیدِ کربلا نے جام شہادت پیا ہو ۔ ؟

محرم کو ماہ امن و امان اسلئے کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں [illegible] قتل و مقاتلہ بند ہے سورہ توبہ میں ہے [illegible] ۹۱ [illegible]

دین ابراہیم میں بھی چار مہینے حرام تھے۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ رجب کہ ان میں لڑنا حرام تھا۔ ملک عرب میں امن تھا تاکہ لوگ دور نزدیک کے حج و عمرہ کر سکیں (موضح القرآن)

اور اگر یہ ایک خاص محرم اور ایک خاص سال میں ہنگامۂ جنگ سے الگ رہا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ تمام محرم کے مہینے قتال و مقاتلہ اور فساد کے سمجھے جائیں۔ جس ماہ محرم کا خواجہ صاحب ذکر کرتے ہیں وہ ماہ محرم بیشک جنگ و جدل سے بچا ہوا امن و امان کا مہینہ تھا۔ اور وہ سال بھی بجائے فساد کے صلح و صلاح کا سال تھا۔ اسلئے کہتے ہیں کہ ماہ امن و امان است و سال صلح و صلاح۔ یعنی اس محرم میں تو قتل و مقاتلہ نہیں ہے اسلئے خوشی کرو۔

(۲) ترجمہ۔ زمانہ وصل کو غنیمت جانو۔ کہ وہ وقت۔ شب قدر اور روز استفتاح کے برابر ہوتا ہے۔

شب قدر۔ لیلۃ القدر تحقیق کیلئے دیکھو شعر ب ۵۔

روز استفتاح۔ یا روز افتتاح۔ ماہ رجب کی پندرہویں تاریخ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رحمت الٰہی کے دروازے اور بہشت کے دروازے اس دن کھلتے ہیں۔ اسی دن کعبہ کا دروازہ بھی زائرین کیلئے کھولا جاتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارہ میں اسی دن بات کی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ زمانۂ وصال کی قدر کر کہ یہ وقت شب قدر اور روز استفتاح کے برابر نعمت رکھتا ہے۔ شب قدر بھی امیدواروں کیلئے مشہور ہے اور روز استفتاح بھی در رحمت کے کھلنے کا دن ہے۔ اسلئے محبوب کا وصال ہو گیا تو سمجھو کہ شب قدر اور روز افتتاح حاصل ہو گئے وصل کے دن کو روز استفتاح اور وصل کی رات کو شب قدر سمجھو۔

(۳) ترجمہ۔ دنیائے دوں کے سر پر کوئی شخص لڑائی نہیں کرتا۔ اے نور چشم صلح کے ساتھ گوئے فلاح لیجا۔

فلاح۔ بفتح۔ رستگاری۔ فیروزی۔ بقا نیکی اور خیر میں رہنا۔

یعنی دنیائے دوں کیلئے کوئی عاقل جنگ نہیں کرتا۔ یہ اس قیمت کی نہیں۔ صلح و آشتی سے میدان سعادت و فلاح میں فتح حاصل کر۔

(۴) ترجمہ۔ اے دل تو اپنے کام سے فارغ ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ کوئی تیرا دروازہ (یا تیرے لئے دروازہ) نہیں کھولیگا اگرچہ تو طلبگاری کرے۔

خواجہ صاحب اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ تو اپنے کام سے غافل معلوم ہوتا ہے یعنی سعادت آخرت کے حصول میں تو کوشاں نہیں ہے۔ یاد رکھ تیری کشائش کار اسی میں ہے کہ تو راہ عشق میں سعی کرے۔ تجھکو محبوب کے حریم حرم یا بہشت کی کنجی صرف یہی ہے کہ تو راہ طلب میں جد و جہد کرے اس کلید کے بغیر کوئی دروازہ نہیں کھل سکیگا۔ ۔ شاعر علی سرہندی کا کچھ اور ہی خیال ہے کہتا ہے کہ

در فیض است مقفل از کشائش ناامید این جا
بہ چنگ ناخن از قفل می جوید کلید این جا

مفتاح ایک کتاب کا بھی نام ہے۔ جو خواجہ صاحب کے اکثر زیر مطالعہ رہتی تھی۔ یہ کتاب علم معانی میں سکاکی کی تصنیف ہے۔

(۵) ترجمہ۔ شراب لا۔ کہ اس شخص کا دن خیریت سے گذریگا۔ جس کیلئے سورج جام صبوح ہو۔

چراغ صباح۔ سورج۔ شمع صباح۔ شمع صبحی۔ شمع عالمتاب بھی کہتے ہیں (نفائس اللغات) **صبوح**۔ وہ شراب جو صبح کو پی جائے۔

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو طلوع آفتاب کے وقت جام [illegible] وہ تمام دن خیر و آرام سے گذارتا ہے جام صبوح کو مصباح بھی کہتے ہیں اور مصباح کے معنی چراغ بھی ہوتے ہیں۔ لہذا جام صبوح اور چراغ صباح کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ مجھ پست کو کسی پسندیدہ طاعت ہو سکتی ہے جبکہ میں نے صبح اور فالق الاصباح میں فرق نہیں جانا۔

فالق الاصباح۔ کیلئے دیکھو ح ۱۔ مطلب یہ ہے کہ میں ایسا مست ہوں کہ مجھے صبح اور صبح پیدا کرنیوالے میں فرق بھی معلوم نہیں۔ مجھ سے کسی شائستہ عبادت کی کیا امید ہو سکتی ہے یعنی میں شراب عشق سے اتنا مست ہو گیا ہوں کہ مجھے خالق و مخلوق اور عاشق و معشوق کے درمیان کچھ فرق ہی نظر نہیں آتا اور میرے اور اس کے درمیان کچھ حائل معلوم نہیں ہوتا۔ اب میں عبادت کیا کر سکتا ہوں۔

[illegible]	[illegible]
بیرنگ دوئی بار ندارد اینجا	من با تو چنانکه با من تو منی

ترجمہ۔ شاہ شجاع کا وقت ہے اور حکمت شرع کا [illegible] کوشش کرو۔

شاہ شجاع۔ امیر مبارز الدین محمد مظفر کا بیٹا اور شیراز کا بادشاہ تھا۔ وہ خود عالم تھا علم دوست اور قدر دان آدمی تھا علما کی [illegible] بہت قدر کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے اکثر غزلوں میں اس کا نام لیا ہے تفصیل کیلئے دیکھو جلد اول سوانح عمری خواجہ حافظ

(۷) ترجمہ۔ صبح کی امید پر [illegible] رات جاگتا رہ تاکہ تیری عشق کا پھول چراغ کے شعلہ سے کھل جائے۔

شب بروز آوردن یعنی رات بھر جاگنا [illegible] صبح تک جاگتا رہ۔ خواجہ صاحب خود شب بیدار تھے اور سحر خیز۔ یہاں مخاطب کو بھی شب بیداری کے فوائد سے آگاہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس امید پر کہ کبھی صبح وصال کا طلوع ہوگا [illegible] محبوب میں جاگتا رہ۔ جسطرح سورج کی روشنی اور حرارت پھولوں کو شگفتہ کرتی ہے۔ اسی طرح چراغ کا شعلہ بھی تیرے گل مقصود کو شگفتہ کریگا۔ مصباح ایک کتاب کا نام بھی ہے جو خواجہ صاحب کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ دیکھو جلد اول سوانح عمری خواجہ حافظ)

ردیف خ

غزل (۱)

دل من در هوای روی فرخ	۱	بود آشفته همچون موی فرخ
بجز هندوی زلفش هیچکس نیست	۲	که برخوردار شد از روی فرخ
سیاهی نیکبخت است آنکه دائم	۳	بود همراز و همزانوی فرخ

شود چون بید لرزان سرو آزاد	۴	اگر بیند قد دلجوے فرخ
بدہ ساقی شراب ارغوانی	۵	بیاد نرگس جادوے فرخ
دوتا شد قامتم ہمچون کمانے	۶	زغم پیوستہ چون ابروے فرخ
نسیم مشک تاتاری خجل کرد	۷	شمیم موے عنبر بوے فرخ
اگر میل دل ہر کس بجائیست	۸	بود میل دل من سوئے فرخ

(۹) غلام خاطر آنم کہ باشد (۹)
چو حافظ چاکر ہندوے فرخ

اس غزل میں لفظ **فرخ** بطور اسم علم استعمال ہوا ہے۔ بفتح اول وضم رائے مشدد بمعنی مبارک۔ ہمایوں۔ زیبا رخ مرکب ہے۔ فر اور رخ سے فر بمعنی زیبائی و شکوہ۔ رخ بمعنی چہرہ
عام لغت نویس اور شارح فرخ کے مقابل "نام معشوق خواجہ حافظ" لکھتے آئے ہیں اور تذکرہ نویسوں نے جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس نام کی کوئی اور خاص تشریح نہیں کی۔

(۱) ترجمہ۔ میرا دل فرخ کے چہرہ کے اشتیاق میں زلف فرخ کیطرح آشفتہ و پریشان رہتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اسکی زلف سیاہ کے بغیر اور کوئی ایسا نہیں۔ جو فرخ کے چہرہ سے بہرہ اندوز ہوا ہو۔

ظاہر ہے کہ زلف تو ہمیشہ رخسار پر پڑی رہتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ سیاہ (زلف) نیک بخت ہے۔ جو ہمیشہ فرخ کے ہمزانو اور ہمراز رہتی ہے۔

زلف کا ہمزانو ہونا زلف کی درازی پر دال ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سرو آزاد بید لرزاں کیطرح ہوجائے (یا بید کیطرح لرزاں ہوجائے) اگر فرخ کا دل پسند قد دیکھ لے

سرو آزاد۔ سرو کی ایک قسم ہے جو سیدھا اور اونچا چلا جاتا ہے۔ سوکھنے کی قید سے آزاد ہے ہمیشہ تازہ و سرسبز رہتا ہے۔ اس لئے سرو آزاد کہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ سرو آزاد بھی اس قد کے مقابلہ میں بید لرزاں کی حیثیت رکھتا ہے بید لرزاں کمزور اور کمان کی طرح جھکا رہتا ہے۔ لہذا مقابلہ ظاہر ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی شراب سرخ دے۔ فرخ کی نرگس جادو کی یاد میں۔

یعنی فرخ کی چشم مست کی یاد میں شراب سرخ دے۔

(۶) ترجمہ ـ میرا قد کمان کیطرح دوتا ہوگیا ہمیشہ غم کیوجہ سے ابروی فرخ کی طرح ـ ابرو کو بھی کمان کہتے ہیں

(۷) ترجمہ ـ مشک تاتاری کی خوشبو کو شرمندہ کردیا ـ فرخ کی عنبر کی خوشبو والی زلف خوشبو نے ـ

پہلے مصرع میں لفظ تاتاری کے بعد را محذوف ہے ـ ضرورت شعری کیلئے جائز ہے مشک تاتار ـ تاتار کی کستوری ـ نافہ تاتار

(۸) ترجمہ ـ اگر ہر ایک آدمی کی دل کی رغبت کسی طرف ہے ـ تو میری دل کی رغبت فرخ کی طرف ہے ـ

بجائیست کی جگہ اگر بکجائیست پڑھا جائے تو یہ معنی ہونگے اگر ہر ایک آدمی کا دل کسی جان (معشوق) کی طرف مائل ہوتا ہے تو ...

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے	من قبلہ راست کردم بر طرف کجکلاہے

(۹) ترجمہ ـ میں ایسے دل کا غلام ہوں ـ جو حافظ کیطرح فرخ کی زلف کا غلام ہو ـ

ردیف (د)

غزل (۱)

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید	۱	وجہ می میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید
شاہدان در جلوہ و من شرمسار کیسہ ام	۲	ای فلک این شرمساری تا بکی باید کشید
قحط جود است آبروی خود نمی باید فروخت	۳	بادہ و گل از بہای خرقہ می باید خرید
غالباً خواہد گشود از دولتم کاری کہ دوش	۴	من ہمیکردم دعا و صبح آمین می دمید
با ادب با ہزاران خندہ گل آمد بباغ	۵	از کریمی گوئیا از گوشۂ بوئی شنید
دامنی گر چاک شد در عالم رندی چہ باک	۶	جامۂ در نیکنامی نیز می باید درید
این لطائف کز لب لعل تو من گفتم کہ گفت	۷	وان تطاول کز سر زلف تو من دیدم کہ دید
عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومان عشق	۸	گوشہ گیران را از آسائش طمع باید برید

(۹)

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد
این قدر دانم کہ از شعر ترش خون میچکید

(۹)

(۱) ترجمہ ـ ابر آذار آیا اور نوروزی ہوا چلی ـ شراب کیلئے پیسہ چاہتا ہوں اور مطرب جو کہتا ہے آگیا ـ

آذار - ایک رومی مہینہ کا نام ہے - مطابق چیت و اپریل -

نوروز - ماہ فروردین کی پہلی تاریخ - جب آفتاب برج حمل کے نقطۂ اول پر پہنچتا ہے مطابق ۲۱ یا ۲۲ مارچ - یکم فروردین کو نوروز عام یا نوروز کوچک کہتے ہیں جمشید پہلی مرتبہ یکم فروردین کو تخت پر بیٹھا اور چھٹی فروردین کو نوروز خاصہ کہتے ہیں - جمشید دوسری مرتبہ استاخ کو تخت پر بیٹھا اور دربار عام کیا - مطلب یہ ہے کہ ابر بہار آیا - ابر و باد بہاری چل رہی ہے مطرب بھی موجود ہے صرف شراب کی ضرورت ہے ابر و باد باده اور موسم بہار کیلئے دیکھو شعر (ت ۱۳) - روز ابر بادہ نوشی کیلئے موزوں دن ہوتا ہے - اور توبہ شکن -

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روز ابر و شب ماہتاب میں

داغ مرحوم کا شعر ہے

میکشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں
تم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

جہانگیر کا شعر ہے

ساغر مے بر رخ گلزار مے باید کشید
ابر بسیار است مے بسیار می باید کشید

(۱۲) ترجمہ - معشوق جو جلوہ نمائی کرے یہی ہوا اور غیب کے خفائی ہو تو شرمندہ ہوں سے آسمان پیشہ سائی کب اٹھائی جائیگی -

مطلب یہ ہے کہ معشوق تو جلوہ نمائی کر رہی ہے مگر میرے پاس کوئی چیز اس پر نثار کرنے کے لائق نہیں - گویا خواجہ صاحب علیہ الرحمت تقصیر خدمت کا عذر فرماتے ہیں کہ مشاہدہ محبوب حقیقی تو ممکن ہے اور مصحف رخ یار بے نقاب ہے مگر مجھ میں ہی اس کے دیدار کی استعداد نہیں - میری آنکھیں اس کے دیکھنے کی قابل نہیں اور میرے اعمال ایسے نہیں جو مجھے مشاہدہ محبوب کا مستحق بنائیں - شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

اے تہی دست رفتہ در بازار
ترسمت پر نیاوری دستار

میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کا شعر ہے -

چہ آید از من مفلس کہ سازم نذر سودائش
اگر جیبم میسر گشت دامانی نشد پیدا

عشق مجازی میں زر کی ضرورت پر کسی استاد کی رباعی ہے -

خواہی کہ دل دلبر تو نرم شود
زاری مکن و زور مکن زر بفرست
از پردہ بروں آید و بے شرم شود
زر گر بہ سر فولاد نہی نرم شود

اسی مضمون پر ہے -

کلیم بوسہ چہ خواہی بایں تہی دستی
ازاں حریف کہ دشنام رائگاں ندہد

(۱۳) ترجمہ - جود و کرم کا محل ہے - اپنی آبرو نہیں بیچنی چاہئے شراب گلگوں خرقہ کی قیمت سے خریدنی چاہئیں

یعنی دستِ سوال موجبِ آبرو ریزی ہے۔ کیونکہ جود و کرم ان کا بے پایاں نہیں ہے اسلیئے خرقہ بیچکر شراب خرید لینی چاہئے مطلب یہ کہ زہد خشک کو چہوڑکر عشق اختیار کرنا چاہیئے۔ اور خرقۂ زہد کو رہن مے کرنا چاہیئے

(۴) ترجمہ۔ غالباً میری نصیب میں کشائش کار ہے۔ کیونکہ کل رات میں دعا کرتا تھا۔ اور صبح آمین پہونکتی تہی۔

آمین۔ اسم فعل ہے بمعنی دعا قبول کر۔ ایسا ہی ہو۔ دعائے سحر مقبول ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید میری نصیب یاور ہونگے اور مجھے کشائش کار حاصل ہوگی کیونکہ کل جب میں دعا کر رہا تھا صبح آمین! آمین! ہوکتی تہی بوقت صبح عالم خاموشی میں ایک خاص آواز ہوا کے چلنے سے پیدا ہوتی ہے جسکو خواجہ صاحب نے آمین سمجہا۔ دعائے صبح یوں ہی مقبول ہوتی ہے اور جب صبح آمین آمین کہتی ہے [illegible]

ایک پرانے قلمی دیوان میں شعر اسطرح ہے۔

غالباً خواهد گشود از دولتم کاریکه دوش		من همی کردم دعا و صبح صادق می دمید	

یعنی میں دعا مانگتا تھا۔ کہ صبح صادق ہوتی آتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ صبح ہزار ہنسی کی ساتہہ پہول باغ میں آیا۔ گویا کسی گوشہ سے کریم کی خوشبو سونگہی۔

مطلب یہ ہے کہ صبح باغ میں پہول شگفتہ تہا اور ہمہ تن خندہ تہا گویا مجسم ہنسی تہا ایسا معلوم ہوتا تہا کہ اسنے کسی کریم کی خوشبو سونگہی ہے کہ استقدر شاداں ہے خواجہ صاحب خندۂ گل کو کریم مطلق کے کرم ہی سے منسوب کرتے ہیں اور حقیقت بہی یہی ہے کہ پہول کی ہنسی اور اسکی خوشبو دستِ قدرت کی کریمانہ گلکاریوں کا نتیجہ ہے۔

هر گل نو که شد چمن آرای		ز اثر رنگ و بوی صحبت تست	

پہلا مصرعہ مروجہ دیوانوں میں اسطرح ہے۔ با لبِ صد ہزاراں خندہ گل آمد بباغ ہم نے جو نسخہ اختیار کیا ہے وہ ایک قلمی دیوان کا ہے

(۶) ترجمہ۔ عالم رندی میں اگر میرا دامن چاک ہوا تو کیا ڈر ہے نیکنامی میں بہی ایک جامہ بیونتنا چاہیئے (قطع کرنا چاہیئے)

دامن چاک۔ یا دامن چاک شدن بچپن میں لڑکے لڑکی کا منسوب ہونا اور تعین و تقرر بر نکاح ہونا۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایران میں رسم تہی کہ جب ایام طفلی میں تعین نکاح ہوتا تہا تو لڑکے اور لڑکی کا دامن چاک کر دیا جاتا تہا اور یہ فعل عمل مدت کی علامت ہوتا تہا (مصطلحات سراج الدین علیخان آرزو)۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ عالم طفلی میں یعنی روز ازل ہی سے رندی (بدنامی) کے ساتہہ منسوب ہو چکا ہوں تاہم کچہہ ڈر نہیں نیکنامی کا ایک جامہ بہی اپنے لیئے قطع کر لیتا ہوں۔ یعنی میری قسمت میں تو بدنامی لکہی ہے۔ مگر چلو نیکنام ہونیکی کوشش بہی کر لیں۔ اکثر نسخوں میں "مے باید برید" نہیں بلکہ "مے باید درید" ہے۔ اگر یہ نسخہ اختیار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ اگر عالم رندی میں ہمارا دامن چاک ہوا یعنی ہم بدنام ہو گئے تو کیا ڈر ہے نیکنامی کا جامہ بہی آخر پہٹ ہی جاتا ہے یا اگر عالم رندی میں میرا دامن چاک ہوا تو کچہہ مضائقہ نہیں ایک جامہ نیکنامی میں بہی پہاڑنا چاہیئے۔ یعنی نیکنام ہونیکی بہی ایک (بے سود) کوشش کر لینی چاہیئے۔

(۷) ترجمہ۔ یہ لطیف باتیں جو میں نے تیرے لب لعل کے متعلق کہی ہیں اور کس نے کہی ہیں اور دراز دستیاں جو تیری زلف کی دیکھی ہیں اور کس نے دیکھی ہیں۔ **تطاول** بضم واو۔ گردن کشی تکبر۔ مراد ہے بمعنی ظلم استعمال ہوتا ہے۔ دراز دستی ظلم تعدی یعنی میں تیرے لب لعل کا ستایا زیادہ ہوا اور تیری زلف کا ستایا ہوا بڑا مظلوم ہوں لطف کا لب لعل سے اور تطاول کا زلف سے تعلق معلوم ہے مطلب یہ ہے کہ محبوب مطلق کی شان جمالی کے متعلق میں نے بہت اعلی اور لطیف مضامین بیان کیے ہیں کیونکہ مجھے اسکی الطاف کا علم ہے مگر ساتھ ہی عالم کثرت کی تاریکی میں نور محبوب کے دیدار کیلئے بیقرار ہو رہا ہوں اور سخت ستم رسیدہ ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کا انصاف اگر مظلومان عشق کی حال پر بھی نہیں کریگا تو گوشہ نشینوں کو آسائش سے ناامید ہو جانا چاہیے۔ مظلوم ہونیکی داد رسی بادشاہ کا کام ہے اگر سلطان عشق مظلومان عشق کے حال پر رحم نہیں فرمائیگا اور انکو اپنے لطف و الطاف کے سایہ میں جگہ نہیں دیگا تو عاشقوں کو آرام کی امید قطع کر دینی چاہیے۔

(۹) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ عاشق کش تیر قضا کے دل پر کس نے مارا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ اسکی تر شعر سے خون ٹپکتا تھا۔ تر بفتح بمعنی تازہ۔ آبدار۔ صاف۔ پاکیزہ مثلاً شربت تر۔ کتاب تر۔ بوسہ تر۔ شعر تر۔ نغمہ تر۔ نالہ تر۔ کافور تر۔ مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے دل پر کس نے تیر مارا ہے البتہ میرے کلام کی سوز و گداز سے میرے دل کی حالت کا پتہ لگتا ہے یعنی میرے زخمی دل کا خون میرے اشعار سے ٹپکتا ہے۔ اس خیال کا ماخذ غالباً شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مندرجہ ذیل شعر ہے جو فخر الدین ابوبکر کے مرثیہ میں ہے۔

ندانم حدیث نامہ چون است
ہمی بینم کہ عنوانش بخون است

لفظ شعر بالفتح بمعنی موے آدمی اور بالکسر سخن موزون منظوم۔ شعر تر [illegible] ظاہر ہے۔

غزل (۲)

اگر آن طائر قدسی ز درم باز آید	۱	عمر بگذشتہ بہ پیرانہ سرم باز آید
دارم امید بدین اشک چو باران کہ مگر	۲	برق دولت کہ برفت از نظرم باز آید
گر نثار قدم یار گرامی نکنم	۳	گوہر جان بچہ کار دگرم باز آید
آنکہ تاج سر من خاک کف پایش بود	۴	از خدا می‌طلبم تا بسرم باز آید
کوس نو دولتی از بام سعادت بزنم	۵	گر ببینم کہ مہ نو سفرم باز آید
خواہم اندر عقبش رفت بہ یاران عزیز	۶	شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید

یعنی میں اپنی عمر بسر فریقوں کے ساتھ طلب تعجب ہے میں سرگشتہ ہو جاؤنگا اور راہ طلب کی دشوار گذار گھاٹیوں میں [illegible] صبح ہم والیس آ سکا۔ تو یہ نام ہو گا کہ عشق میں جان دیدی۔ دیکھو شعر الف ۲۔

(۷) ترجمہ۔ چنگ کا شور (نغمہ ہائے چنگ و رباب) اور صبح کی میٹھی نیند کے مانع ہو گئی ورنہ میری سحر کی آہ اگر دوست کے لیے تو ضرور وہ پہنچ جائے۔

شکرخواب - صبح کا سونا۔ صبح کی میٹھی نیند۔ صبوح - صبح کی شراب (صبوحی) کا وقت مطلق صبح۔

مطلب یہ ہے کہ بوقت سحر میری آہ و فریاد ایسی دردناک تھی۔ کہ اگر معشوق سنتا تو ضرور اس پر اثر ہو مگر وہ اس وقت سویا تو نیند میں تاہم نغمہ ہائے چنگ و رباب کے سماع میں مشغول رہتا ہے میری آواز اس تک نہیں پہنچتی۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ میں اپنا جیب یادشاہ معشوق کے رخسار کا آرزو مند ہوں دعا مانگو کہ وہ سلامتی سے میرے دروازہ سے اندر آ جائے۔

غزل الف

از دیده خون دل همه بر روی ما رود	۱	بر روی ما ز دیده ندانم چها رود
ما در درون سینه هوائی نهفته‌ایم	۲	بر باد اگر رود سر ما زان هوا رود
بر خاک راه یار نهادیم روی خویش	۳	بر روی ما رواست اگر آشنا رود
سیلیست آب دیده و بر هر که بگذرد	۴	گر خود دلش ز سنگ بود هم ز جا رود
ما را به آب دیده شب و روز ماجراست	۵	زان رهگذر که بر سر کویش چرا رود
خورشید خاوری کند از رشک جامه چاک	۶	گر ماه مهرپرور من در قبا رود

(۷) حافظ بکوی میکده دائم بصدق دل (۷)
چون صوفیان صومعه دار از صفا رود

(۱) ترجمہ۔ آنکھوں سے دل کا خون تمام ہمارے چہرہ پر جاتا ہے نہیں جانتا کہ میرے چہرہ پر آنکھوں سے کیا کیا بہہ گیا۔

یعنی خون دل روتا ہوں اور لہو کے آنسو چہرہ پر جاری رہتے ہیں۔ خدا جانے اس گریہ و زاری سے چہرہ کا کیا حال ہو گا

(۲) ترجمہ۔ ہم نے اپنے سینے کے اندر ایک آرزو پوشیدہ کی ہوئی ہے۔ اس آرزو میں اگر ہمارا سر برباد ہو تو ہو جائے۔

ہوا۔ بالمد۔ جوف فلک۔ زمین اور آسمان کے درمیان فرق۔ ثانی۔ ہوا بسکون۔ مجازاً آرزو۔ اشتیاق

مطلب یہ ہے کہ ہمارے سینہ میں ایک آرزو اور اشتیاق ساکن ہے۔ اس آرزو میں ہماری جان جا چکی ہے۔

ہوا اور بہ باد رفتن کی رعایت نہایت لطیف ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے معشوق کی راہ کی خاک کو چہرہ پر کیا ہوا ہے اگر معشوق ہمارے چہرہ پر چلے تو روا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اشکباری ایک ایسا سیلاب ہے کہ جس پر گذریگا۔ اگر اسکا دل پتھر کا بھی ہوگا۔ تو جگہ سے ٹل جائیگا۔

سیلاب پتھر وغیرہ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنسوؤں کا سیلاب بھی سنگدل آدمی کو نرم کر دیتا ہے اور اسکو اپنی ضد سے ہٹا دیتا ہے۔ یعنی اس کے دل میں رحم پیدا کرتا ہے۔ مرزا غالب کثرت گریہ کے نتائج پر لکھتے ہیں

یونہی گر روتا رہا غالبؔ تو اے اہل جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

اسی مضمون پر ہے

خانہ خراب اشکوں کی ہیں بلے شرارتیں
بہتی ہیں پانی ہو ہو کے سنگیں عمارتیں

ملا ترابی نجفی بھی اثر گریہ سے پتھر میں سوراخ کرتے ہیں

بہ سنگ رخنہ شد از بس گریستم بے تو
ز سنگ سخت ترم من کہ زیستم بے تو

(۵) ترجمہ۔ ہمیں آنسوؤں سے یہ بات گفتگو ہے۔ اسلئے کہ وہ معشوق کے کوچہ میں کیوں جاتے ہیں۔

ماجرا۔ جو حالت گذری ہو سرگذشت۔ احوال ما گذشتہ سرچہ جاری شدہ باشد۔ رہ گذر۔ شاہراہ مجاز المعب

سبب۔ نہیں بہ نگذر کہ۔ نہ براہ کہ۔ زیرا کہ بمعنی اس سبب سے یا اسلئے

مطلب یہ ہے کہ میری آنکھ سے ہمیشہ یہی گفتگو رہتی ہے کہ وہ کوچہ یار میں کیوں رواں ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ خواجہ صاحب بوجہ غیرت رقابت اپنے آنسوؤں کو بھی کوچہ یار میں جانے سے منع کرتے ہوں یا اس بات پر تعجب ہے کہ کوچہ یار میں گریہ وزاری کی کیا وجہ ہے۔

(الفاظ ماء ع۔ پانی) آب۔ ماجرا۔ رہگذر۔ سرکوی۔ کی رعایت ظاہر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ خورشید مشرق بشکل صبح جامہ چاک کرے۔ اگر میرا مہر پروردہ چاند (معشوق) قبا پہنے۔

خاور۔ بفتح واو بمعنی مشرق بمعنی مغرب بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لفظ دراصل خوار ور تھا کیونکہ خار چودہویں رات کے چاند کو کہتے ہیں جسکا عربی میں بدر نام ہے چونکہ ظہور بدر مشرق سے ہوتا ہے اسلئے مشرق کو خاور کہا اور بہ تخفیف رائے مہملہ خاور ہوا۔ صبح کو خورشید خاوری۔ آہوئے خاور۔ آئینہ خاوری۔ چشمہ خاوری۔ خسرو خاور بھی کہتے ہیں۔

قبا۔ جامہ روئی بھرا ہوا۔ جامہ پشتواز۔ عورتوں کی گون۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میرا معشوق قبا پہن کر آراستہ ہو تو خورشید بھی بشکل صبح جامہ پھاڑ دے

چو خورشید عزت علم بر کشد
جہاں سر بہ جیب عدم در کشد
کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست
و گر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

محبوب حقیقی کے سوا کسی چیز کی ہستی نہیں اور اسکے مقابل میں کائنات کا کوئی وجود نہیں۔

میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی	جو نمود حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

[illegible] بیاسا ہے یعنی محبت سے سیراب اور بہرہ یاب [illegible] ہے۔ چو صوفیانش صدق بدر روند میں تقابل لطیف ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ میکدے کو ہمیشہ صدق دل سے اسطرح جاتا ہے جسطرح صوفی خانہ کعبہ میں جاتے ہیں۔

تشریح۔ صُفّہ۔ بالضم و تشدید فا۔ ایوان خانہ و دالان۔ دار الصفا۔ خانہ کعبہ (غیاث اللغات)

دوسرے مصرع میں رود پہلے مصرع کے ساتھ ہے چوں صوفیان صفہ دار الصفا علیحدہ ہے۔ نثر میں شعر اسطرح ہوگا۔ حافظ دائم بصدق دل بکوئے میکدہ رود۔ چوں صوفیان صفہ دار الصفا بصدق دل روند)

مطلب یہ ہے کہ حافظ ہمیشہ میکدہ میں ایسی صاف نیت اور ایسا صاف دل لیکر جاتا ہے جیسے کہ صوفی خانہ کعبہ میں یا کسی اور متبرک جگہ میں صدق دل سے جاتے ہیں خواجہ حافظ کے میکدہ میں شراب عشق کا دور ہوتا ہے وہاں دل میں صدق اور اخلاص ضروری ہے کعبہ سے بھی یاد کیا ہے

خواجو کرمانی کا شعر ہے میکدہ کو بیت الحرام کہا ہے لطیفہ ظاہر ہے۔

بکنج میکدہ آں بہ کہ معتکف باشد	کسیکہ ساکن بیت الحرام خواہد بود

غزل (۳)

از سر کوی تو ہر کو بملالت برود	۱	نرود کارش و آخر بخجالت برود
سالک از نور ہدایت طلبد راه بدوست	۲	کہ بجائی نرسد گر بضلالت برود
گردی آخر عمر از می و معشوق بگیر	۳	حیف اوقات کہ یکسر بہ بطالت برود
ای دلیل دل گم گشتہ خدا را مددی	۴	کہ غریب ار نبرد ره بہ دلالت برود
حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است	۵	کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود
کاروانی کہ بود بدرقہ اش لطف خدا	۶	بہ تجمل بنشیند بہ جلالت برود

(۷) حافظ از چشمہ حکمت بکف آور جامی (۷)
بو کہ از لوح دلت نقش جہالت برود

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے اور راہ عشق میں پیر کی ضرورت بیان کی گئی ہے غالباً خواجہ حافظ کا اشارہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کیضرورت ہے۔ مرشد کیضرورت ہے جیسا کہ ہدایت کیلئے نبی کی [illegible]

(۱) ترجمہ۔ تیری کوشش سے جو شخص [illegible] سے (فنا ہو کر) جاتا [illegible] پیشوا [illegible] سے جاتا (خجل ہوتا ہے)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے طلب حق کیلئے اتباع رسول کریمؐ کیضرورت پر لکھا ہے۔

درین بحر جز مرد داعی نرفت	گم آن شد که دنبال راعی نرفت
کسانی کزین راه برگشته اند	برفتند بسیار سرگشته اند
خلاف پیمبر کسے ره گزید	که هرگز بمنزل نخواهد رسید
مپندار سعدی که راه صفا	توان رفت جز در پے مصطفےٰ

(۲) ترجمہ۔ [illegible] معشوق [illegible] گمراہی میں ہے۔

یعنی راہبر راہ عشق کیلئے تو بہت ضروری ہے۔ کسی رہنما کی پیروی لازم ہے۔ ورنہ منزل مقصود پر پہنچنا ممکن نہیں۔

ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض ولیس لہ من دونہ اولیاء اولئک فی ضلال مبین۔

(سورہ احقاف) یعنی جو شخص خدا کیطرف بلانیوالے (محمدؐ) کی بات قبول نہیں کریگا وہ عاجز نہیں کر سکتا زمین میں (خدا کو تعذیب سے نہیں روک سکتا) اور اسکیلئے خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ وہ گروہ (رسول کی بات نہ ماننے والا) ظاہر گمراہی میں ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(یعنی وہ شخص جو کفر و جہل یا خطاؤں سے مردہ تھا پس ہم نے اسکو اسلام و علم سے زندہ کیا اور اسکو حق کی راہیں اور تمیز کا نور دیا اور وہ اس نور سے لوگوں کے درمیان سیدھا راستہ چلے۔ کیا وہ ہوتا ہے برابر اس آدمی کے (یعنی نہیں ہوتا) جو کہ اندھیروں میں ہے اور اس سے باہر نہ آئے (سورۂ انعام)

(۳) ترجمہ۔ آخر عمر کا نفع ہی اور معشوق ہی حاصل کر۔ اس عمر پر افسوس ہے۔ جو ہمہ سر باطل گذرے۔

گرد۔ بفتح۔ بوئے خوش۔ بالفتح۔ فائدہ۔ شادی۔ خوشی۔ بطالت۔ بالفتح۔ بیکار و معطل بودن۔

مطلب یہ ہے کہ تو نے تمام عمر بیکاری میں گنوا دی اور کچھ حاصل نہ کیا اب تجھے اپنی بھی کچھ ہے اگر اب بھی تو نے کچھ نہ کیا تو حیف ایسی زندگانی پر

بہ پیری رسی گر [illegible]	[illegible]

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون کو اپنے اشعار میں یوں ادا کرتے ہیں۔

ای که پنجاه رفت و در خوابی	شاید این پنج روز دریابی

دیگر

حاصل عمر تلف کرده و ایام بلهو	گذرانیده بجز حیف و پشیمانی نیست

(۵۸) ترجمہ — اے دلِ گم گشتہ کی دلیل خدا کیلئے مدد کر کیونکہ مسافر اگر رستہ نہ پائے تو دلالت سے چل سکتا ہے۔

دلیل ۔ راہبر۔ رہنما۔ **دلالت** ۔ رستہ دکھانا۔ دلیلِ دلِ گم گشتہ سے مراد یہاں مرشد ہے مطلب یہ ہے کہ اے مرشد خدا کیلئے میری رہبری کر۔ کیونکہ مسافر اگر خود راہ راست پہ نہ چل سکے تو رہنما کے ذریعہ سے وہ منزل طے کر سکتا ہے۔ اگر بدلالت کو "سر راہ" سے متعلق کیا جائے تو یہ معنی ہونگے کہ اگر مسافر راہ نما کی ذریعے سے مسافت نہ کرے تو گمراہ ہوجاتا ہے۔ اس صورت میں بروَد کے معنی از رہ بروَد ہونگے۔ یعنی گمراہ ہوجاتا ہے۔

مولانا روم ضرورت مرشد پر فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر	ہست بس پر آفت و خوف و خطر	
آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ	بے قلاوز اندراں آشفتۂ	
پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ	ہیں مرو تنہا ز رہ سر مپیچ	
ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد	او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد	
گر نباشد سایۂ پیر اے فضول	پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول	
غولت از رہ افگند اندر گزند	از تو داہی تر دریں رہ بس بدند	
ہر کسے در طاعتے بگریختند	خویشتن را مخلصی انگیختند	
تو برو در سایۂ عاقل گریز	تا رہی زاں دشمن پنہاں گریز	
از ہمہ طاعات اینت بہتر است	سبق یابی بر ہر آں سابق کہ ہست	
یار باید راہ را تنہا مرو	از سر خود اندریں صحرا مرو	دفتر اول

ایک اور مقام پر یہی مضمون بیان فرماتے ہیں

کیف مد الظل نقش اولیاست	کو دلیل نور خورشید خداست
اندریں وادی مرو بے ایں دلیل	لا احب الآفلین گو چوں خلیل

(۵۹) ترجمہ — مستوری و مستی [illegible] ہوگی۔

مستوری ۔ ضد مستی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کا نیکوکار یا گنہگار ہونا خاتمہ پر منحصر ہے۔ فقط کسی کی مستی یا مستوری پر موقوف نہیں بلکہ انجام بخیر ہونا چاہیے۔ اگر خاتمہ مستوری پر ہوا تو پہلی تمام مستی معاف ہو جائیگی اور اگر خاتمہ مستی پر ہوا تو پہلی تمام مستوری بیکار ثابت ہوگی۔ اس شعر میں حدیث ذیل کے مضمون کیطرف اشارہ ہے۔ انّ العبد لیعمل عمل اھل النار وانہ من اھل الجنۃ ویعمل عمل اھل الجنۃ وانہ من اھل النار وانما الاعمال بالخواتیم۔ انسان دوزخیوں کے سے کام

کرتا ہے۔ اور حقیقت وہ [illegible] کا کرم ہے۔ اور [illegible] وہ دور ختم ہوتا ہے اور [illegible] بالکل [illegible]

اس حدیث کے راوی سہل بن سعدؓ ہیں۔ اور یہ حدیث **صحیح بخاری** اور **صحیح مسلم** ہر دو میں پائی جاتی ہے۔ خواجہ صاحبؒ کا پہلا مصرع حدیث کے جزو آخر کا لفظی ترجمہ ہے

شیخ آذری نے اسی مضمون میں ایک جدت پیدا کی ہے۔ کہتے ہیں

کہ دانند تا ہم چو من شد ورد و قبول را ۔۔ ہمہ از تو تنہا تر شدہ من از ابتدا ترسیم

اسی مضمون کیلئے دیکھئے شعر ۵ ج ۱ الف

(۶) ترجمہ۔ وہ کاروان جس کا رہنما خدا کا لطف ہے۔ وہ شوکت سے بیٹھتا ہے اور جاہ و جلال سے پہنچتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر سالک کو لطفِ الٰہی کا نور رہنمائی کرے تو وہ بڑے شان و شوکت اور جاہ و جلال سے منازل عشق کو طے کر سکتا ہے۔ عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

راہیست پر از خطر رہ عشق ۔۔ آں جا ہمہ رہزنان بیباک
بے بدرقہ عنایت تو ۔۔ نتواں شد ازیں رہ خطرناک

(۷) ترجمہ [illegible]

جس طرح لوح (تختی) سے نقشِ تحریر دور کرنے کیلئے پانی استعمال کرتے ہیں اسی طرح لوح دل سے نقش جہالت کو دور کرنے کیلئے آبِ حکمت کی ضرورت ہے۔ **چشمۂ حکمت** سے مراد قرآن شریف بھی ہو سکتی ہے۔ والقرآن الحکیم (آیت) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مرشد کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے

مطلب یہ ہے کہ دریائے حکمت سے ایک جام تو بھی بھر لے شاید اس کی برکت سے تیرے دل سے جہالت دور ہو جائے یعنی قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل کر۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی تعمیل کر یا اپنے مرشد سے فیض حاصل کر۔ ممکن ہے کہ نقش جہالت تیرے دل سے دور ہو جائے۔

غبار جہل اڑا دیتا ہے فیضِ صحبت [illegible] ۔۔ شعاع مہر تاباں کم نہیں [illegible]

غزل (۴۲)

[illegible] ۔۔ ۱ ۔۔ [illegible]
آب [illegible] خضر حیات از [illegible] یافت ۔۔ ۲ ۔۔ در میکدہ جو کہ جامے دارد

سررشتۂ جم بجام بگذار ۳ کاین رشته ازو نظام دارد
بیرون ز لب تو ساقیا نیست ۴ در دور کسی که کام دارد
ما و می و زاهدان و تقویٰ ۵ تا یار سر کدام دارد
بر سینۂ ریش دردمندان ۶ لعلت نمکی تمام دارد
نرگس همه شیوهای مستی ۷ از چشم خوشت بوام دارد
ذکر رخ و زلف تو دلم را ۸ وردیست که صبح و شام دارد

(۹) در چاه ذقن چو حافظ ای جان (۹)
حسن تو دو صد غلام دارد

(۱) ترجمہ۔ وہ شخص جو ہاتھ میں پیالہ رکھتا ہے جمشید کی بادشاہی ہمیشہ رکھتا ہے۔
یعنی جو شخص مے محبت کا جام پی لے وہ جمشید ہے اور اسکی سلطنت دائمی ہے جمشید کا جام اور اسکی سلطنت فانی تھی مے عشق کا جام اور عشق کی سلطنت باقی ہے دیکھو شعر الف ۲۔ جام اور جم کی تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف ۳۔ لفظ مدام۔ (الضم بمعنی شراب) اور جام میں صنعت ایہام ہے۔

(۲) ترجمہ۔ وہ پانی جس سے خواجہ خضر نے حیات ابدی حاصل کی شرابخانہ میں ڈھونڈھ کہ جام میں ہے۔
یعنی آبحیات کی اگر تلاش ہے تو میخانہ میں جا کیونکہ شراب ہی آبحیات ہے۔ شراب اور حیات ابدی کیلئے دیکھو شعر الف ۱۲

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

[illegible] ۔ [illegible]

(۳) ترجمہ۔ سررشتۂ جم کو جام ہی پر چھوڑ کیونکہ اس رشتہ کا نظام اسی سے ہے۔
سررشتۂ جم سے مراد سلطنت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہی چاہتا ہے تو جام ہی سے مانگ کیونکہ حقیقی بادشاہی کا نظام اور بندوبست جام ہی سے متعلق ہے۔ لفظ نظام (لڑی، وابستگی وغیرہ) اور رشتہ کی رعایت ظاہر بعض نسخوں میں سررشتۂ جم کی بجائے سررشتۂ جان ہے۔ بعض پرانے قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں دیکھا گیا۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔ یا کاتبوں کی فروگذاشت سے ان قلمی دیوانوں میں درج نہ ہو سکا ہو۔

(۴) ترجمہ۔ اے ساقی تیرے لب سے باہر کوئی ایسا آدمی نہیں، جو اس دنیا میں مقصد حاصل کر سکے۔

یعنی حصول مقصد کیلئے تیرا لطف و کرم ضروری ہے تیری مہربانی کے بغیر کوئی سالک منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا

دیکھئے شعر (د ۳ اور د ۴ وغیرہ)

(۵) ترجمہ۔ ہم میں اور شراب۔ زاہد میں اور پرہیزگاری۔ دیکھئے معشوق کس کی طرف متوجہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ہم تو عشق سے مست ہیں اور زاہد اپنی عبادت پر مغرور ہیں۔ دیکھئے محبوب کی درگاہ میں کون مقبول ہوتا ہے

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطی دارد	عاشق بہ کمند و دستانہ ربطی دارد
معلوم نہ شد کہ یار مشغول بہ کیست	ہر کس بخیال خویش خبطی دارد

(۶) ترجمہ۔ دردمندوں کے زخمی سینوں پر [illegible] لب [illegible] نمک [illegible] حق [illegible]

جیر بلگرامی کا شعر ہے۔ حکایت ہائے عاشق کی نمکینی کا باعث بیان کیا ہے۔

نمی از لعل خوش گفتگوئی تو در عالم حکایتہا	نمک در دۂ شور است حرف و شکایت

خواجہ صاحب کا اپنا شعر ہے۔ دیکھو (ب لہ)

لب و دندان تو حقوق نمک	داشت برجان سینہ ہائے کباب

(۷) ترجمہ۔ نرگس نے تمام انداز مستی تیری خوبصورت آنکھوں سے قرض لئے ہیں۔

گل نرگس کو چشم مست یار سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چشم نرگس کی مستی اور اسکے انداز تمام تر چشم معشوق سے عاریت لئے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں تمام حسن محبوب حقیقی کے حسن کا پرتو ہے۔

[illegible]	[illegible]

اسی مضمون پر ہے

سنبل بتاب و لالہ سیہ مست و گل بناز	یک جلوہ زان جمال بگلزار آمدہ

(۸) ترجمہ۔ تیرے رخسار اور زلف کا ذکر میرے دل کیلئے ورد ہے۔ جو وہ صبح و شام کرتا رہتا ہے

یعنی میرا دل صبح و شام تیرے رخسار اور زلف کے خیال میں ہی رہتا ہے اور میرے دل کا ورد بھی یہی ہے کہ وہ ہر وقت تیرے رخ و زلف کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ رخ اور صبح۔ زلف اور شام کی رعایت ظاہر ہے۔ رخسار کو صبح سے اور زلف کو شام سے تشبیہ دیا کرتے ہیں

لف و نشر مرتب ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے معشوق حافظ کی طرح چاہ ذقن میں تیرے [illegible] سینکڑوں غلام رکھتا ہے

چاہ ذقن۔ چاہ زنخدان۔ صد۔ بیان تعداد کا تعین منظور نہیں صرف کثرت بیان کرنا ہے یعنی سینکڑوں بہت غلام

بے تعداد غلام - یہاں قصہ ہاروت ماروت کیطرف بھی اشارہ ہے یہ دونو فرشتے چاہ بابل میں اسیر ہیں - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ زہرہ کے عشق کی چاہ بابل میں تو صرف دو عاشق اسیر ہیں تیرے حسن کے چاہ ذقن نے سیکڑوں عاشق قید کئے ہوئے ہیں

غزل (۵)

آنکه از سنبل او غالیه تابی دارد	۱	باز با دلشدگان ناز و عتابی دارد
از سر کشته خود میگذرد همچون باد	۲	چه توان کرد که عمرست و شتابی دارد
ماه خورشید نمایش ز پس پرده زلف	۳	آفتابیست که در پیش سحابی دارد
آب حیوان اگر اینست که دارد لب یار	۴	روشن ست اینکه خضر بهره سرابی دارد
چشم من کرده بهر گوشه روان سیل سرشک	۵	تا سهی سرو ترا تازه تر آبی دارد
غمزه شوخ تو خونم بخطا میریزد	۶	فرصتش باد که خوش رای صوابی دارد
چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر	۷	ترک مست ست مگر میل کبابی دارد
جان بیمار مرا نیست ز تو روی سوال	۸	ای خوش آن خسته که از دوست جوابی دارد

کی کند سوی دل خسته حافظ نظرے
چشم مستت که بهر گوشه خرابی دارد

(۱) ترجمہ - وہ معشوق جس کی سنبل (زلف) سے غالیہ بھی تاب میں ہے پھر عاشقوں کے ساتھ ناز و عتاب کرتا ہے

سنبل - ایک گھاس ہے - جو خوشبودار اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے - کتب طب میں اسکو سنبل الطیب کہتے ہیں اردو میں بالچھڑ نام ہے بوجہ سیاہی اور خوشبو کے زلف سے تشبیہ دیتے ہیں صاحب **کشف** نے لکھا ہے کہ وہ مبتاس میں نواب خان زمان خان نے سنبل دیکھا تھا - اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ سنبل اور بالچھڑ دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سراج الدین علیخان آرزو نے سراج اللغات میں لکھا ہے کہ ان دنوں ایران سے ایک پھول ہندوستان لائے ہیں کہ نرگس کیطرح ہوتا ہے اور اسکا پھول کبھی رنگ کا ہوتا ہے - خوشبودار اور مغزل - بعض آدمیوں سے سنا گیا ہے کہ سنبل یہی ہے اور شعرائے جسے ہندوستان میں مفسر سراج کہتے ہیں اور زلف سے نسبت رکھتا ہے اور لوگ اسی سنبل کہتے ہیں - یہ لفظ فارسی عرب ان معنوں میں نہیں آیا - **غالیہ** مشہور

خوشبو ہے۔ مشک عنبر۔ کافور۔ دہن البان وغیرہ سے مرکب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ معشوق بھی زلف عنبر بیا کی خوشبو کو مشک سے غالیہ بیچ و تاب میں آپ بہم بدیل عاشقوں سے نازو عتاب کرتا ہے۔

(۲) **ترجمہ** ۔ اے مقتول ہمیشہ ہوا کی طرح گذرتا ہے۔ کیا کیا جائے۔ کہ عمر ہے اور (اسلیے) جلدی کرتا ہے۔

کشتہ ۔ مقتول یعنی عاشق۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق اپنے کشتگان ناز کے پاس سے ہو کر بہت جلدی ہی (ہوا کی طرح) گذرتا اور جلدی کیوں نہ گذرے۔ معشوق عاشق کے نزدیک جان کی برابر ہے۔ عمر عزیز کی برابر ہے اور عمر ہمیشہ نہایت جلدی سے گذر جاتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اس کا خورشید نما چاند (چہرہ) زلف کے پردہ کے پیچھے۔ آفتاب کی طرح ہے جس کے سامنے بادل ہو۔

ماہ خورشید نما ۔ یعنی معشوق کا چاند جیسا چہرہ جو آفتاب کی طرح روشن ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ معشوق کا چہرہ جو زلف کے پردہ میں ہے وہ ایک خورشید ہے جس کے سامنے بادل ہو۔ چہرہ کو سورج اور زلف کو بادل کہا ہے۔ اگر زلف سے مراد عالم الغیب یا عالم کثرت لیجائے تو مطلب یہ ہوگا کہ محبوب حقیقی کا نور پردۂ کثرت کے اندر ہے۔ یعنی وحدت پردۂ کثرت میں ہے اور کائنات کے تمام نقش و نگار اسی چشمۂ نور کی شعاعیں ہیں جو پردہ سے نکل کر ظاہر ہوتی ہیں عارف جانتے ہیں۔

سایست سر عشق در اعیان علی الدوام — کالبدر فی الدجیٰ والشمس فی الغمام
کس جز بتاب صوت ندید از خود نشانہ — در پردہ سوی اہل نظر میکند خرام
ممکن بہ تنگنای عدم ناکشیدہ رخت — واجب بجلوہ گاہ عیان ناہنادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجب چیست — بر لوح صنعت آمدہ مشہور خاص و عام
ہر یک نہفتہ لیک ز مرآت آن دگر — برداشتہ ز جلوہ احکام خویش کام
بادہ نہان و جام نہان آمدہ پدید — در جام عکس بادہ و در بادہ رنگ جام
قومی بگفت و گوی کہ آغاز ما چہ بود — جمعی بجست و جوی کہ انجام ما کدام
جامی معاد و مبدأ ما وحدت است و بس — ما در میانہ کثرت موہوم والسلام

خواجہ صاحب نے صرف ظلمت میں نور کا نقشہ باندھا ہے۔ امیر مینائی ظلمت میں نور اور نور میں ظلمت کا سین دکھاتے ہیں۔

تھی خال رخ پہ رخ تھا تہ گیسوئے سیاہ — ظلمت وہ نور میں تھی یہ ظلمت میں نور تھا

یہ شعر بھی امیر مینائی کا ہے۔

گورے گورے گال تیرے چھبیلیاں
کالی کالی کاکلیں کالی لٹ

(۴) ترجمہ۔ آب حیات اگر یہی ہے جو معشوق کے لب پاس ہے۔ تو ظاہر ہے کہ خضر کے حصہ میں صرف سراب آیا۔ سراب۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعرت ۱۸۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں خواجہ خضر علیہ السلام کے حصہ میں صرف سراب آیا۔ اصل آب حیات لب معشوق ہے۔ امیر مینائی نے اسی آب حیات پر جان دیدی۔

بوسہ ملا جو اس لب شیریں کا مر گئے
دی جان ہم نے چشمۂ آب حیات پر

حیات جاودانی تو معشوق کے لب میں ہے اور جو شخص محبوب حقیقی کی اطاعت و ذکر میں بسر ہو اسکو دنیا کا نصیب ہی ہے۔

وہ ایک دم کہ جس میں میسر ہو وصل یار
بہتر سمجھتے ہم اسے عمر ابد سے ہیں (ذوق)

آب حیات پی کر دائمی زندگی حاصل کرنا بے سود ہے۔ اصلی آب حیات وہ ہے جو فنافی المعشوق ہو کر حاصل ہوتی ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

ذوق تو اس حیات خضر پر حیات عاشق کا تفاخر ظاہر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

تجھے کیا بتائیں اے ہم نشیں ہمیں موت میں جو مزا ملا
نہ ملا مسیح و خضر کو بھی وہ نشاط عمر دراز میں

اسی مضمون پر کسی استاد کا شعر ہے

مزا جو موت کا عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

گر بدیدے جاں [illegible] تشنہ
بے نیاز آمدی از چشمۂ حیوان خضرا

(۵) ترجمہ۔ میری آنکھوں سے ہزار آنسوؤں کے سیلاب جاری ہیں تاکہ تیرے سرو سہی (قد) کو پانی سے تر و تازہ رکھیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں اس لئے روتا ہوں کہ گلشن عشق کو سیراب کر دوں یہی مضمون ہے جو شعرت ۷۴ و شعرت ۸۲ میں ہے۔ چشمم [illegible] گوشہ جگر [illegible] ظاہر۔ لسان العصر سید اکبر حسین صاحب نے دیدۂ اشکبار اور قد یار سے ایک تیسرا مضمون پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں

تصور قامت محبوب کا ہے دیدۂ تر کو
طریق عشق میں سرو لب جو اسکو کہتے ہیں

(۶) ترجمہ۔ تیرا شوخ غمزہ خطا (غلطی) سے میری خونریزی کرتا ہے اسی فرصت کو نصیب سمجھ کہ اچھی ہے ایک دن نیکی کرتا ہے۔ خطا و سہوا لکیرے سر کی ضد میں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ معشوق کا غمزہ ہم کو بیگناہ قتل کرتا ہے لیکن ہم کو اسی میں خوشی ہے کہ انہیں فراغت فرصت اور سہولت نصیب ہو کہ وہ ایسا کر لیں انکی رائے بہت اچھی ہے اگرچہ عاشق کو معشوق کے فعل میں غلطی نظر آتی ہے مگر حقیقت میں حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اسد کشتہ ہے کس کی ناز کا قاتل یہ کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

(۷) ترجمہ۔ تیری مست آنکھ میرے دل کے بعد میرے جگر کا ارادہ کرتی ہے مست ترک کے شاید کباب کی رغبت ہے۔ شراب کے ساتھ کباب ہی چاہئے معشوق کی آنکھوں میں مستی ہے گویا انہوں نے شراب پی ہے اسلئے کباب کا شوق ہے کیونکہ [illegible] تاکہ کباب جگر شراب کے لطف کو دوبالا کر دے۔ آنکھوں کو مست ترک کہا ہے جس نے شراب پی ہے اور کباب کی تلاش میں ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میری بیجان کو تجھ سے سوال کرنے کی طاقت ہی نہیں وہ خستہ حال (عاشق) بہت خوش نصیب ہے جو معشوق سے جواب بھی حاصل کرے یعنی مجھ میں تو طاقت سوال ہی نہیں چہ جائیکہ جواب۔ وہ عاشق فی الحقیقت بہت خوش نصیب ہیں جنہیں معشوق سے سوال کرنے کی طاقت ہے اور ان کے سوال کا جواب بھی معشوق سے مل جائے۔ حقیقت میں جو اصحاب سوال کے بغیر بارگاہ محبوب سے انعام و اکرام کی امید رکھتے ہیں۔

چو کارساز ز حاجات آگہی دارد
[illegible] سوال

اور عاشق کون و مکان کیلئے بھی سوال نہیں کرتے۔

بخشش دو جہاں کی آئی تھی ہمت سے مہر
لیکن نہ یاں زباں تک حرف سوال آیا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی شکستہ دلی [illegible] تیری [illegible] ہر طرف [illegible] عاشق [illegible] ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیری چشم مست نے ہر طرف لوگوں کو خراب کیا ہوا ہے اور ہر گوشہ میں اسکے مست اور خراب عاشق موجود ہیں۔ فرض میں ہی نہیں ہوں۔ میری طرف اسکی توجہ کس طرح ہو سکتی ہے۔

غزل (۶)

اگر نہ بادہ غم دل ز یاد ما ببرد	۱	نہیب حادثہ بنیاد ما ز جا ببرد
دگر نہ عقل بمستی فرو کشد لنگر	۲	چگونہ کشتی ازیں ورطۂ بلا ببرد
طبیب عشق منم بادہ خور کہ ایں معجون	۳	فراغت آرد و اندیشۂ بلا ببرد
دل ضعیفم ازاں میکشد بطرف چمن	۴	کہ جان ز مرگ بدلداری صبا ببرد
گذار بر ظلمات ست خضر راہی کو	۵	مباد کاتش محرومی آب ما ببرد
فغان کہ با ہمہ کس نرد کینہ باخت فلک	۶	کسی نبود کہ دستے ازیں دغا ببرد

(۷)
بسوخت حافظ و کس حال او بیار نگفت
مگر نسیم پیامے خدائے را ببرد
(۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر شراب غم دل کو ہماری یاد سے دور نہ کریگی۔ تو حوادث کی غارتگری ہماری بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ دیگی۔

نہیب۔ بکسر تین و یائے مجہول۔ اہا نہایت ہے یہ عربی لفظ ہے بمعنی ہیبت۔ ترس۔ بیم۔ عظمت۔ آواز نہیب۔ غارت اور بفتح اول (بروزن نقیب) بمعنی غارتگر۔ نہب۔ بالفتح غنیمت و غارت۔

(۲) ترجمہ۔ اگر مستی میں لنگر انداز نہ ہو۔ تو اس گرداب بلا سے کشتی کو کس طرح باہر نکال سکیگی۔

لنگر۔ ایک گرانوزن آہنی چیز جو کشتی کو ایک جگہ پر قائم رکھتی ہے مشہور ہے۔

(۳) ترجمہ۔ مرض عشق کا طبیب معجون۔ شراب ہی ہے کہ یہ معجون۔ فراغت لاتی ہے۔ اور اندیشہ بلا کو دور کرتی ہے۔

معجون۔ سرشتہ شدہ و خمیر کردہ شدہ۔ اصطلاح اطبا میں چند ادویہ جنکو پیس کر شہد یا قوام قند میں ملا یا جائے۔ خواہ خوش مزہ ہو یا تلخ۔ برخلاف جوارش کہ اسمیں خوش مزہ ہونا شرط ہے۔ فراغت۔ غم و اندوہ اور تفکرات سے فراغت حاصل کرنا۔ لفظ معجون [illegible]

یہ تینوں شعر ایک ہی مضمون پر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تفکرات دنیا اور حوادث زمانہ سے نجات حاصل کرنیکا ذریعہ صرف وہ مستی اور بیخودی ہے جو شراب عشق سے حاصل ہوتی ہے شرح کیلئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۲ ت ۱/۴ ت ۵۹/۱۱ ت ۵/۲ ت ۲/۵ ۔ ۶۳/۳ ت ۴۲/۴ د ۲۹/۳ ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ساقی سیم تن چہ نشینی خیز
آب شادی بر آتش غم ریز

عارف جامی علیہ الرحمۃ بھی مشکل عشق کی حل کیلئے شراب تجویز فرماتے ہیں۔

در آ بمیکدہ جامی کہ حل مشکل عشق
بجام بادہ مشکل کشائی خواہم کرد

نظیری نیشاپوری کا شعر ہے۔

غم خاست دو پیالہ از ساغر افگنید
شد بزم تیرہ پردہ از آن رخ برافگنید

اسی مضمون پر ہے۔

بے کیمیائے مستی تبدیل غم محال است
یا مے حلال فرما یا غم حرام گرداں

سالک کو راہ عشق کی مصائب سے صرف اسی صورت میں رہائی مل سکتی ہے کہ وہ حضرت محبوب حقیقی کی عشق میں مست رہے اور شراب محبت پی کر مسرور و خوش رہے۔ اطمینان قلب صرف ذکر محبوب میں ہے۔ الذین آمنوا و تطمئن قلوبهم بذکر الله - الا بذکر الله تطمئن القلوب (رعد) یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان ہے۔ اور ان کے دلوں کو یاد خدا سے آرام حاصل ہوتا ہے وہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر سنتے ہیں تو اس سے ان کو انس ہوتا اور آرام ہوتا ہے ان کے دل توحید حق تعالیٰ میں مطمئن ہیں۔ خدا کے ذکر اور اس کے کلام سے انہیں اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد حضرت رسالت پناہ صلعم ہیں جن سے مومنوں کے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں

سالار کار دار بہ مہر محبان اینا این ناصری باقی آرد بہ جان ہمارا

حقیقت میں ذکر خدا سے مومنوں کے دل آرام پاتے ہیں۔ حضرت سلمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ [illegible] تسبیح [illegible] آرام [illegible]
منت اعلیٰ ہے [illegible] زبان کی ذکر [illegible] مطلوب ہے۔ تلقین تسکین ہوتی ہے اور موصوف کا اطمینان قلب حضرت شاہ [illegible]

وہو المقصد الاقصیٰ

(۴) ترجمہ۔ میرا ضعیف دل اس لئے باغ کی طرف جاتا ہے۔ کہ جان صبا کی دلداری سے موت سے رہائی پائے۔
یا ضعیف [illegible] اسیر [illegible] باغ کی طرف کھینچ کر لیجاتا ہے کہ الخ۔ صبا کو قاصد کہتے ہیں جو عاشق و معشوق کے درمیان نامہ و پیام کا انتظام کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں باغ میں اسلئے جاتا ہوں کہ شاید صبا دیار محبوب سے کچھ نامہ و پیام لائی ہو جو موجب تسکین دل ضعیف [illegible] بخشے
(۵) ترجمہ۔ ظلمات (تاریکی) سے گذرنا ہے خضر راہ کی تلاش کر ایسا نہ ہو کہ حرمان کی آگ ہمارے [illegible] آب حیات سے ہمیں محروم کر دے۔
خضر علیہ السلام سکندر اعظم اور آب حیات کے قصہ کی طرف اشارہ ہے مشہور ہے کہ آب حیات کے گرد میلوں تک اندھیرا ہے۔

حجابیست در زیر قطب شمال در و چشمہ پاک ز آب زلال
حجابی کہ ظلمات شد نام او روان آب حیوان ز آرام او

جب سکندر اعظم [illegible] آب حیات کی تلاش [illegible] خضر علیہ السلام [illegible]

سکندر چو آہنگ ظلمات کرد عنانت بترک مہمات کرد
چنان داد فرمان در آن راہ تو کہ خضر پیمبر بود پیش رو

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جسطرح سکندر اعظم نے ظلمات کے سفر میں خضر کو اپنا رہنما بنایا تھا۔ تو بھی دنیا جو تاریک ہے کوئی اپنا رہنما بنا۔ ورنہ منازل عشق کو تو کبھی طے نہیں کر سکیگا۔ اور منزل مقصود تک کبھی نہیں پہنچیگا۔
خواجہ صاحب نے یہاں پھر ضرورت مرشد کا بیان کیا ہے جو [illegible] غزل ۳ مگر تہی دستان قسمت کو خضر راہ بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں [illegible]

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

(۶) ترجمہ۔ افسوس کہ آسمان نے سب سے لینے کی بازی کھیلی۔ کوئی آدمی ایسا نہ تھا۔ جو اس فریب بازی سے بچ گیا ہو۔
نرد۔ شطرنج کی مقابلہ میں ایک کھیل ہے جو ہمدست۔ لوٹ کا مال۔ بازی۔ تدبیر۔ دلیری۔ سبقت۔ غلبہ۔ فتح۔
مطلب یہ ہے کہ آسمان نے تمام آدمیوں کے ساتھ ظلم اور فریب کیا اور کوئی شخص اسکے جور و دغا سے نہ بچا۔
(۷) ترجمہ۔ حافظ چلا گیا اور کسی نے معشوق سے اسکا حال بیان نہ کیا۔ شاید نسیم خدا کیلئے پیغام لیجاتی۔
نسیم اور صبا سے عاشق ہمیشہ نامہ بر اور قاصد کا کام لیتے ہیں۔ خواجہ صاحب یہی کہتے ہیں کہ ورنہ تو کسی نے میرے حال سے معشوق کو اطلاع نہ

دی۔ شاید نسیم ہی خدا کیلئے اسکو میری حال زار سے جاکر خبر دے۔ حقیقت میں خواجہ صاحب نسیم سے درخواست کر رہے ہیں گرچہ اسے مخاطب نہیں کیا

غزل (۷)

اگر روم ز پیش فتنہا برانگیزد	۱	ور از طلب بنشینم بکینہ برخیزد
وگر برہگذری یک دم از ہواداری	۲	چو گرد در پیش افتم چو باد بگریزد
چہ گویمش کہ چرا باکساں بیامیزی	۳	چناں کند کہ سرشکم بخوں بیامیزد
وگر کنم طلب نیم بوسہ صد افسوس	۴	ز حقہ دہنش چوں شکر فرو ریزد
من آں فریب کہ در نرگس تو می بینم	۵	بس آبروی کہ بر خاک رہ فرو ریزد
فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست	۶	کجاست شیردلی کز بلا نہ پرہیزد
تو عمر خواہ و صبوری کہ چرخ شعبدہ باز	۷	ہزار بازی ازیں طرفہ تر برانگیزد

(۸)	بر آستانہ تسلیم سر بنہ حافظ کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں اسکے پیچھے جاؤں تو کئی فتنے اٹھاتا ہے۔ اور اگر اس کی طلب چھوڑ کر بیٹھ جاؤں تو کینہ پر کھڑا ہو جاتا ہے (کمر باندھ لیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر اس کی طلب میں اسکے پیچھے جاؤں تو ہزاروں فتنے اٹھاتا ہے۔ جن کا مقابلہ مشکل ہو جاتا ہے اور اگر اس کی طلب چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہوں تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ یعنی راہِ عشق میں سالک اگر قدم رکھتا ہے تو ہزاروں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور اگر وہ اس سفر کو ترک کر دے۔ تو بھی معشوق ناراض ہوتا ہے کہ عاشق کیوں ادھر مائل نہیں ہے جائے ماندن نہ پائے رفتن

(۲) ترجمہ۔ اور اگر راستہ پر اشتیاق سے ایک قدم۔ گرد کیطرح اسکے راہ میں آتا ہوں تو وہ ہوا کی طرح بھاگ جاتا ہے۔

دم۔ ہواداری۔ گرد۔ باد کی رعایت ظاہر ہے

آتے جاتے کبھی ٹھوکر وہ لگا ہی دینگے	جم گئے راہ میں ہم نقش کف پا ہو کر

(۳) ترجمہ۔ میں اسے کیا کہوں کہ تو غیروں سے کیوں ملتا ہے۔ اسطرح کرتا ہے کہ میری آنسوؤں کو خون سے ملا دیتا ہے۔

یعنی معشوق کی غیروں سے البتہ اتحاد بڑھا ہے۔ پر میں غیرت کی آگ سے رو رہا ہوں میں ایسا کیوں کہوں کہ وہ غیروں سے کیوں محبت کرتا ہے محبوب حقیقی سے ہر ایک شخص یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ خاص میری طرف توجہ کرے اور غیروں سے التفات نہ کرے۔ مگر وہ سب پر مہربان ہے۔

سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں ہو گبر ترسا ہوں یا مسلمان
نہ ان سے کچھ تیرا بیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا۔ (حالی)

مولانا شبلی مرحوم کا شعر ہے

نبود عجب ار گرم در آمیخت بہ اغیار
شوخے کہ بہ ما نیز تکلم آمیز بود است

(۴) ترجمہ۔ اگر میں آدھا بوسہ بھی طلب کروں تو ہزار افسوس اسکے حقۂ دہن سے شکر کی طرح نکلتے ہیں۔

افسوس۔ طنز۔ بازی۔ ظرافت۔ تمسخر۔ دریغ۔ حسرت۔ ظلم۔ **حقہ**۔ ظرف چوبی جسمیں مروارید۔ جواہرات۔ عطر وغیرہ رکھتے ہیں۔ دہن معشوق کو حقہ اور دانتوں کو موتی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ایک بوسہ طلب کرنے پر وہ اپنے حقۂ دہن سے ہزار طنز کی باتیں نکالتا ہے۔ عاشق معشوق کی گالیوں کو بھی شکر ریزی اور گل افشانی کہتے ہیں۔ اگر **صد افسوس** کو معنی معروف لیا جائے۔ تو یہ مطلب ہوگا کہ میرے سوال بوسہ پر معشوق صد افسوس کہتا ہے

غضب ہے ایک بوسہ پہ ہزاروں گالیاں دینا
جو چاہے میری جان لے تو دل آزاری نہ کیجئے

امیر مینائی کسی ایسے ہی سلوک پہ کہتے ہیں

نہیں ہے بت مصحف رخ کو تیرے چھو کر ہوا مجرم
مسلماں رات دن بوسہ دیا کرتے ہیں قرآں کو

مرزا غالب تو حقۂ دہن سے دشنام کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔

بوسہ نہیں نہ دیجئے دشنام ہی سہی
آخر زباں تو رکھتے ہو تم گر دہاں نہیں

(۵) ترجمہ۔ وہ فریب جو میں تیری نرگس میں دیکھتا ہوں۔ بہت آبروؤں کو خاک راہ میں ملا دیگا۔

یعنی تیری چشم مست کے فریب بہت لوگوں کی آبروریزی کرینگے۔ وہی مضمون ہے جو شعر نمبر ۵ میں بیان ہوا ہے نیز دیکھو شعر ۱۴/۸

من ہماں روز کہ آں خال بدیدم گفتم
بیم آنست بدیں دانہ کہ در دام افتم

(۶) ترجمہ۔ بیابان عشق کی نشیب و فراز دام بلا ہیں ایسا شیر کی دل والا کون ہے۔ جو بلا سے نہ ڈرے۔

شیب۔ مخفف نشیب۔

دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا (غالب)

مرزا جلال اسیر بھی عشق کو پلنگ خو کہتے ہیں۔

عشق پلنگ خو نہ شناسد جوان و پیر
گل را بہ بزم شعلہ زخار امتیاز نیست

(۷) ترجمہ۔ تو عمر اور صہبا کی طلب کر کیونکہ شعبدہ باز آسمان۔ اس سے بھی عجیب تر نئی اور چال چلیگا۔ یعنی اپنی خیریت کیلیے دعا کر اور صبر و اطمینان قلب حاصل کرنیکی کوشش کر۔ کیونکہ آسمان کے فریب عجیب عجیب طرح کے ہوتے ہیں اور ان سے نجات حاصل کرنا مشکل ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ آستانہ تسلیم پر سر رکھ دے۔ کیونکہ اگر تو جنگ کریگا تو زمانہ تجھ سے برسر پیکار ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ رضائے محبوب پر سر تسلیم خم کردے۔ اور جو کچھ تیری قسمت میں ہے اسی پر شاکر رہ۔ کیونکہ تو آسمان سے لڑائی نہیں کرسکتا اور جتنا تیرا حصہ ہوگا وہ ملیگا۔ مقررہ حصہ سے زیادہ لینے کی کوشش کریگا اتنا ہی زمانہ تجھکو اور تکلیف دیگا۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ساز
ع

رودکی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

رفت آنکہ رفت آمد آنکہ آمد	بود آنچہ بود خیرہ چہ غم داری
ہموار کرد خواہی گیتی را	گیتی است کے پذیرد ہمواری
مستی مکن کہ نشنود او مستی	زاری مکن کہ نشنود او زاری
شو تا قیامت زاری کن	کے رفتہ را بزاری باز آری

مولانا روم فرماتے ہیں۔

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز	تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز

حدیث قدسی ہے۔ من لم یصبر علی بلائی ولم یرض بقضائی فلیطلب ربا سوائی فلیخرج من تحت سمائی۔ یعنی جو میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر نہ کرے۔ اور میری قضا پر راضی نہ ہو۔ اسے چاہیے کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا بنالے اور میرے آسمان کے نیچے نہ رہے۔

اسی مضمون پر ہے۔

کہ من دست قدرت ندارم بہیچ		بسرپنجہ دست قضا مرپیچ
چو نتوان بر افلاک دست آختن		ضروری است با گردشش ساختن
نہ روزی بہ سرپنجگی میخورند	(سعدی)	کہ سرپنجگان تنگ روزی ترند
کہ حاصل کنند نیکبختی بزور		بسرمہ کہ بینا کند چشم کور
ہمہ فیلسوفان یونان و روم		ندانند کرد انگبین از زقوم

غزل (۸)

آن کیست کز روی کرم با من وفاداری کند	۱	بر جای بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند
اول ببانگ نای و نی گوید بمن پیغام وی	۲	وانگه بیک پیمانه می با من هواداری کند
دلبر که جان فرسود ازو کام دلم نگشود ازو	۳	نومید نتوان بود ازو باشد که دلداری کند
گفتم گره نگشوده‌ام زان طره تا من بوده‌ام	۴	گفتا منش فرموده‌ام تا با تو طراری کند
پشمینه پوش تندخو کز عشق نشنیدست بو	۵	از مستیش رمزی بگو تا ترک هشیاری کند
چون من گدای بی‌نشان مشکل بود یاری چنان	۶	سلطان کجا عیش نهان با رند بازاری کند
زان طرهٔ پرپیچ و خم سهل است اگر بینم ستم	۷	از بند و زنجیرش چه غم آنکس که عیاری کند
شد لشکر غم بیعدد از بخت میخواهم مدد	۸	تا فخر دین عبد الصمد باشد که غمخواری کند

(۹) با چشم پرنیرنگ او حافظ مکن آهنگ او
کان طرهٔ شبرنگ او بسیار مکاری کند (۹)

(۱) ترجمہ۔ وہ کون ہے جو ازروئے کرم مجھ سے وفاداری کرے۔ مجھ جیسے بدکار کے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے نکوکاری کرے۔ مطلب یہ ہے کہ میں گنہگار ہوں اور اسکی عفو و مغفرت کا امیدوار۔ لطف و کرم اسی کا ہے اگر مجھ جیسے بدکار کے ساتھ مہربانی کرے۔

فریدون گفت نقاشان چین را	[illegible]	که پیرامون خرگاهش بدوزند
بدان را نیک دار ای مرد هشیار		که نیکان خود بزرگ و نیک روزند

(۲) ترجمہ۔ [illegible]

نای۔ بمعنی نے و بمعنی گلو و حلقوم۔ بانسلی۔ بانسری۔ دیکھو ردیف الف غزل (۸)

(۳) ترجمہ۔ وہ معشوق کہ جان اس سے فرسودہ ہوئی اور میرے دل کا مقصد اس سے حاصل نہ ہوا اس سے نا امید نہیں ہو سکتے شاید کہ وہ دلداری کرے۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں اگرچہ بہت تکلیف برداشت کی ہے اور تاحال مقصود کو نہیں پہنچے مگر نا امید نہیں ہونا چاہئے دلبری کی دلداری ہوگی

الطاف محبوب سے کبھی نا امید نہیں ہونا چاہیے۔ لا تقنطوا من رحمت اللہ

کشتۂ عشق ترا زندہ نگہ دار بجان بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

اسی مضمون پر ہے۔

ز کار بستۂ مندیش و دل شکستہ مدار کہ آب چشمۂ حیوان درون تاریکیست

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ جب سے میں ہوں اس طرہ سے گرہ نہیں کھلی اس نے کہا میں نے ہی حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ طراری کرے

طرار۔ بالفتح و تشدید را۔ (۱) تیز زبان (۲) چور۔ گرہ بر۔ ماخوذ از طر۔ تیز کرنا۔ کاٹنا۔

مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں جس قدر مشکلات اور ناکامیوں کا سامنا ہوتا ہے وہ سب معشوق کی بھیجی ہوئی ہوتی ہیں۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا دان خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف اوست
گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد از کماندار بیند اہل خرد

طرہ اور طرار۔ گرہ کی رعایت لفظی ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ تند خو پشمینہ پوش جس نے عشق کی بو بھی نہیں سونگھی اسکو مستی کی کوئی رمز بتا تاکہ ہشیاری چھوڑ دے۔ یعنی زاہدان خرقہ پوش اور بزرگان صوفی لباس محض ظاہر دار ہوتے ہیں اور چونکہ مستی عشق سے بے بہرہ ہوتے ہیں اسلئے تند خو متعصب اور ضدی ہوتی ہیں ان کو مستی کے اسرار و رموز سے آشنا کرتا کہ وہ ہشیاری و مستوری کو ترک کریں۔

لبریز شراب ناز بنا تو ساغر چشم کافر کو تا زاہد پاک طینت ہو صوفی دلکش میکش ہو (ذوق)

یہی مضمون ہے۔

پڑے تسبیح زاہد پر نگاہ مست گر اسکی تو ٹپکے بادۂ انگور اسکے دانہ دانہ سے

یہ شعر بھی اسی مضمون پر ہے۔

ذوق جو مدرسہ کے بگڑے ہوئے ہیں ملا ان کو میخانہ میں لے آؤ سنور جائیں گے

(۶) ترجمہ۔ مجھ جیسا بے نشان گدا مشکل ہے کہ اسکا دوست ہو بادشاہ رند بازاری کے ساتھ کب عیش نہاں میں مشغول ہو سکتا ہے

مطلب یہ ہے کہ محبوب کا آستان بلند ہے اور میں خرابات دنیا کا ایک رند ہوں تقرب مشکل نظر آتا ہے۔

ہوتا ہو عیاں ذرہ و خورشید کیا ز مہر
عیار آسماں آٹھ پہر درمیان رہی

(۷) ترجمہ۔ اس پیچ در پیچ زلف سے اگر غیر ظلم دیکھوں تو آسان ہے جو شخص عیاری کرے وہی بند زنجیر ستم ہو کر عیار۔ تحقیق کیلیے دیکھو شعر ت ۱ مطلب یہ ہے کہ جسطرح عیار شخص کو بند زنجیر کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشق کو زلف محبوب کی زنجیر سے کچھ ڈر نہیں۔ یعنی عاشق مشکلات عشق سے نہیں گھبرتا اور سلسلۂ زنجیر سے آواز زنجیر کی طرح باہر نکل جاتا ہے۔ نادر علی سرہندی کا شعر ہے۔

آسماں سلسلۂ ہائے سکر و حال نیست
ہمچو آواز ازیں حلقۂ زنجیر برآ

[illegible] مرزا غالب کا شعر ہے

خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتار وفا زنداں سے گھبرادینگے کیا

(۸) ترجمہ۔ لشکر غم حد شمار سے بڑھ گیا بخت سے مدد چاہتا ہوں تاکہ فخر دین عبد الصمد غمخواری کرے۔
فخر الدین عبد الصمد ممدوح کا نام ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اس کی چہ نیرنگ آنکھہ کی ہوتی اے حافظ اسکا ارادہ نہ کر کیونکہ وہ زلف سیاہ بہت مکاری کریگی۔
نیرنگ۔ بالکسر یای معروف۔ مکر۔ فریب۔ طلسم۔ سحر۔ افسوں مجازاً بمعنی عجائبات۔
مطلب یہ کہ اس چشم جادو کی سحر اور زلف سیاہ کے مکر سے ڈرتا رہ۔

[illegible]
ہزار جال کی وہ ایک چال بدتر ہیں

غزل (۹)

ای پستۂ تو خندہ زدہ بر دہان قند	۱	مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند
جائیکہ یار ما بشکر خندہ دم زند	۲	ای پستہ کیستی تو خدارا دگر مخند
خواہی کہ بر نخیزدت از دیدہ رود خون	۳	دل در ہوای صحبت رود کسان مبند
گہ لطف می نمائی و گہ طعنہ میزنی	۴	ما نیستیم معتقد مرد خود پسند
طوبی ز قامت تو نیارد کہ دم زند	۵	زین قصہ بگذرم کہ سخن میشود بلند
ز آشفتگی حال من آگاہ کے شود	۶	آن را کہ دل نگشت گرفتار این کمند
بازار شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست	۷	تا جان خود بر آتش رویش کنم سپند

حافظ چو ترک غمزہ خوبان نمیکنی
دانی کجاست جائی تو خوارزم یا خجند

(۱) ترجمہ۔ ای کہ تیری پستہ دہن نے دہانِ قند پر خندہ زنی کی ہے مشتاق ہوں خدا کیلئے ایک دفعہ شکر خندہ کر۔ دہن معشوق کو پستہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری پستہ دہن نے اپنی شیرینی کے غرور میں قند و نبات کا منہ چڑھایا ہے برائے خدا ایک دفعہ میری طرف متوجہ ہو کر بھی تبسم کر۔

سنہ ۱۱۹۰ ہجری کی ایک قلمی دیوان میں۔ بجائے "بر دہانِ قند" کے "بر حدیثِ قند" ہے پستہ و قند کی آمیزش کی شیرینی اور لطافت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ جہاں ہمارا معشوق شکر خندہ کرے۔ اے پستہ وہاں تیری کیا حقیقت ہے خدا کیلئے پھر نہ ہنس۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھوں سے خون کی نہریں جاری نہ ہوں۔ تو بنی آدم کی صحبت کی آرزو میں دل نہ باندھ

رود۔ بالضم (۱) نہر عظیم و جاری (۲) فرزند بیٹا۔ لفظ رود دونوں مصرعوں میں دو مختلف معنی دے رہا ہے۔ صنعت تجنیس ہے

(۴) ترجمہ۔ کبھی تو لطف کا اظہار کرتا ہے۔ اور کبھی طعنہ زنی کرتا ہے۔ ہم خود پسند آدمی کے معتقد نہیں۔ معشوقوں کے ناز تو دیکھے عاشقانہ ناز بھی دیکھیے۔ خواجہ صاحب معشوق کی تلون طبع پر بگڑ گئے ہیں۔

داغ دہلوی کا شعر ہے۔

نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی توقیر
عاشق آتے ہیں تمہارے کہ غلام آتے ہیں

مروجہ نسخوں میں بجائے "گہ لطف می نمائی" کے "گہ طرہ می نمائی" ہے۔

(۵) ترجمہ۔ طوبیٰ تیرے قد کے مقابلہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں اس قصہ کو طول نہیں دیتا کہ بات دور پہنچتی ہے۔ خواجہ صاحب قدِ یار کے مقابلہ میں طوبیٰ کی ناسازی قامت کا بیان کر بھی گئے۔ اور بات ٹال بھی گئے زیادہ بحث کرنے سے بیشک بات دور پہنچتی تھی۔ لفظ قامت اور بلند کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر ب ۳۔

قد بلند اور سخن بلند پر قاسم کا شعر ہے۔

سخن بلند شد اکنوں بلند تر گویم
کہ خاطرم چو قد آں بلند بالا نیست

(۶) ترجمہ۔ میرے حال کی پریشانی سے وہ شخص کب واقف ہو سکتا ہے جس کا دل اس کمند میں کبھی گرفتار نہ ہوا ہو۔ یعنی راہِ عشق کی مشکلات کا اس شخص کو ہرگز علم نہیں ہو سکتا۔ جس نے اس راستہ پر کبھی سفر نہ کیا ہو۔

[illegible]	[illegible]

(۷) ترجمہ۔ شوق کا بازار گرم ہو گیا ہے وہ شمع رخ کہاں ہے؟ تاکہ میں اپنی جان کو اس چہرہ کی آگ پر سپند کی طرح قربان کر دوں۔

سپند۔ ایک مشہور بیج (ہرمل) کا نام ہے۔ جو چشم زخم وغیرہ کیلئے جلایا جاتا ہے۔ آگ پر گرتے ہی زور سے تڑاخ کرتا ہے اور جل جاتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ جب تو حسینوں کے غمزوں کو نہیں چھوڑتا۔ تو جانتا ہے کہ تیری جگہ کونسی ہے۔ خوارزم یا خجند۔

خوارزم۔ ترکستان کا ایک حصہ جو اب خیوا کہتے ہیں۔ خجند۔ ماوراء النہر میں ایک شہر کا نام ہے ان دونوں مقاموں کے خوبان ستم پیشہ مشہور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تو عشق خوباں سے باز نہیں آتا۔ یاد رکھ کہ معشوق ظالم اور ستمگر ہوتے ہیں اور تجھے ان سے واسطہ پڑیگا۔

غزل (۱۰)

اگر ز روی تو بوئی بمن رساند باد	۱	بمژده جان جهان را بباد خواهم داد
اگرچه گرد برانگیختی ز هستی من	۲	غباری از من خاکی بدامنت مفتاد
تو تا بروی من ای نور دیده در بستی	۳	وگر جهان در شادی بروی من کشاد
خیال روی توام دیده میکند پر خون	۴	سوای زلف توام عمر میدهد بر باد
نه در برابر چشمی نه غائب از نظری	۵	نه یاد میکنی از من نه میروی از یاد
بجای طعنه اگر تیغ میزند دشمن	۶	ز دوست دست نداریم هرچه بادا باد

(۷) ز دست عشق تو جان نه نمیبرد حافظ
که جان ز حسرت شیرین نمیبرد فرهاد (۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر ہوا تیرے کوچہ کی خوشبو مجھ تک پہنچا دے۔ تو میں اس بشارت پر اپنی جان جہاں کو برباد (قربان) کر دونگا۔

جان جہاں۔ زندگی مستعار۔ دنیا کی زندگی۔ دیکھو اشعارت ۱۶۱/۱-۲-۳

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ تو نے میری ہستی سے گرد اٹھائی۔ مجھ خاکی کی طرف سے غبار بھی تیرے دامن پر نہ پڑے۔

گرد برانگیختن۔ از کسے۔ یا گرد دمار در آن انگیختن۔ پامال کرنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ تو نے میری ہستی کو برباد کر دیا تاہم میری دعا یہ ہے کہ تیرے دامن پر میری جانب سے غبار بھی نہ پڑے۔ یعنی تجھ کو کوئی بات پیش نہ آئے کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ کوئی کدورت نہ ہو۔

یادم مسیحی وزیدہ دم مے سردی | عمرت دراز باد ز آموختگار سخن

ذوق کا شعر ہے

تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو غضب | ہم تو تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

(۱۰) ترجمہ۔ اگر دشمن تیغ [illegible] طعنہ کی تلوار [illegible] ہم [illegible] عشق [illegible] نہیں [illegible]

مطلب یہ ہے۔ کہ دشمنوں کی طعنہ زنی سے ہم ترکِ عشق نہیں کرسکتے۔ طعنہ کیا اگر تلوار بھی ہے تو ہم اپنے معشوق کو نہیں چھوڑ سکتے

(۷) ترجمہ۔ تیرے عشق کے ہاتھ سے جاں فدا جان بر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ فرہاد شیریں (کے عشق) کی محنت سے جان نہیں بچا سکتا۔ فرہاد۔ فارس کی ایک مشہور سنگتراش کا نام ہے۔ جو شہزادی شیریں پر عاشق ہوگیا تھا۔ مگر شیریں کی شادی خسرو پرویز سے ہوگئی۔ وعدۂ وصل کی امید پر فرہاد کوہ بیستون سے ایک نہر کھود کر شیریں کے محل تک لایا۔ شیریں کو دودھ سے بہت رغبت تھی۔ اور اس نے بہت سی بکریاں کوہ بیستون پر رکھی تھیں۔ جنکا دودھ روزانہ شیریں پہاڑ سے منگواتی۔ یہ نہر اسلئے نکالی گئی۔ کہ دودھ بذریعہ نہر شیریں کے محل تک پہنچ جائے اور پہاڑ تک آنے جانے کی تکلیف سے رہائی ہو۔ فرہاد مدت تک دن رات پہاڑ کاٹ کاٹ کر نہر بناتا رہا اور راہ میں جا بجا شیریں کی مورتیں اور پیکر تراش کر بنائیں۔ آخرکار جب وہ نہر کو محل تک لے آیا۔ خسرو کو خیال ہوا۔ کہ اب فرہاد اپنا وعدہ پورا کرچکا ہے۔ شیریں کی ایفائے وعدہ پر ضرور اصرار کریگا۔ اسلئے اسنے یہ مشہور کردیا۔ کہ رات شیریں کا انتقال ہوگیا۔ فرہاد یہ سنکر ہجوم یاس و حرمان کا مقابلہ نہ کرسکا اور ایک تیشہ اپنے سر میں مار کر جان بحق ہوا۔ فرہاد کے مرنے کی خبر سنکر شیریں بھی مکان سے گر کر مرگئی۔ اور اسطرح عاشق و معشوق کا خاتمہ ہوگیا۔ مولانا حالی عشق کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں

فرہاد کوہکن کی لی تو نے جان شیریں | اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا

غزل (۱۱)

بآب روشن می عارفی طہارت کرد	۱	علی الصباح کہ میخانہ را زیارت کرد
ہمیں کہ ساغر زریں خور نہاں گردید	۲	ہلال ابروی ساقی بمی اشارت کرد
خوشا نماز و نیاز کسی کہ از سر درد	۳	بآب دیدہ و خون جگر طہارت کرد
بہای بادہ چون لعل چیست جوہر عقل	۴	بیا کہ سود کسی برد کاں تجارت کرد
بیا بمیکدہ و موضع قرب جاہم بین	۵	اگرچہ چشم بما واعظ از حقارت کرد

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز وردہا دادی و درمانی ہنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز اندریں ویرانہ سلطانی ہنوز

داغ دہلوی کا شعر ہے

[illegible] ہوئی منزل [illegible] کہ جس کی تلاش تھی ہم آپ ہی [illegible] ہیں

(۱۱) ترجمہ۔ اگر جماعت کا امام تجھے بلائے۔ تو اسے کہہ دو کہ حافظ تو خراب ہو گیا ہے۔
یعنی حافظ مست ہو چکا ہے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے قابل نہیں رہا۔
امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کیمیائے سعادت و احیائے علوم کا شعر ہے۔

ما جامہ نمازی بسر خم کردیم وز خاک خرابات تیمم کردیم

غزل (۱۲)

بسر جام جم آنگہ نظر توانی کرد ۱ کہ خاک میکدہ کحل بصر توانی کرد
گدائی در میخانہ طرفہ اکسیریست ۲ گر این عمل بکنی خاک زر توانی کرد
مباش بی می و مطرب بزیر چرخ کبود ۳ کزین ترانہ غم از دل بدر توانی کرد
بعزم مرحلۂ عشق پیش نہ قدمی ۴ کہ سودہا بری ار این سفر توانی کرد
بیا کہ چارہ ذوق حضور و نظم امور ۵ بہ فیض بخشی اہل نظر توانی کرد
گل مراد تو آنگہ نقاب بگشاید ۶ کہ خدمتش چو نسیم سحر توانی کرد
تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون ۷ کجا بکوی حقیقت گذر توانی کرد
جمال یار ندارد نقاب پردہ ولی ۸ غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد
دلا ز نور ریاضت گر آگہی یابی ۹ چو شمع خندہ زنان ترک سر توانی کرد
ولی تو تا لب معشوق و جام می خواہی ۱۰ طمع مدار کہ کار دگر توانی کرد

گر این نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ
بشاہراہ طریقت گذر توانی کرد

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز / دردہا دادی و درمانی ہنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز / اندرین ویرانہ سلطانی ہنوز

داغ دہلوی کا شعر ہے

ستان با ہوش اڑتی ہوئی منزل نہیں ہے یہ / کہ جس کی جان جاتی ہے اسی کے دل میں بستی ہے

(۱۱) ترجمہ۔ اگر جماعت کا امام آج ہی چاہے۔ تو اسے کہہ دو کہ حافظ نے شراب سے وضو کیا ہے۔

یعنی حافظ مست ہو چکا ہے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے قابل نہیں رہا۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کیمیائے سعادت و احیائے علوم کا شعر ہے۔

ما جامہ نمازی بسر خم کردیم / وز خاک خرابات تیمم کردیم

غزل (۱۲)

۱ بسر جام جم آنگہ نظر توانی کرد / کہ خاک میکدہ کحل بصر توانی کرد
۲ گدائی در میخانہ طرفہ اکسیریست / گرین عمل بکنی خاک زر توانی کرد
۳ مباش بی می و مطرب بزیر چرخ کبود / کزین ترانہ غم از دل بدر توانی کرد
۴ بعزم مرحلہ عشق پیش نہ قدمی / کہ سودہا بری ار این سفر توانی کرد
۵ بیا کہ چارہ ذوق حضور و نظم امور / بفیض بخشی اہل نظر توانی کرد
۶ گل مراد تو آنگہ نقاب بگشاید / کہ خدمتش چو نسیم سحر توانی کرد
۷ تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون / کجا بکوی حقیقت گذر توانی کرد
۸ جمال یار ندارد نقاب پردہ ولی / غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد
۹ دلا ز نور ریاضت گر آگہی یابے / چو شمع خندہ زنان ترک سر توانی کرد
۱۰ ولے تو تا لب معشوق و جام می خواہی / طمع مدار کہ کار دگر توانی کرد

گر این نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ
بشاہراہ طریقت گذر توانی کرد

(۱) ترجمہ۔ تو جام جم کے اسرار کو صرف اسی صورت میں دیکھ سکیگا۔ کہ شراب خانہ کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنائے۔

سرمہ مقوی بصر کا اچھا نسخہ ہے۔ تشریح کیلئے دیکھو شعر ت ۳۵/۳ و ت ۵۶/۱۴۔

(۲) ترجمہ۔ درمیخانہ کی گدائی عجیب اکسیر ہے۔ اگر تو یہ عمل کرے تو مٹی کو سونا بنا سکتا ہے۔

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱۲۔

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی	کاین کیمیای ہستی قارون کند گدا را

لفظ عمل یا اکسیر (کیمیا) کی رعایت سے لائے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ نیلگوں آسمان کے نیچے شراب اور مطرب کے بغیر نہ رہ۔ کیونکہ تو اس ترانہ کے ذریعہ اپنے دل کا غم نکال سکیگا۔

مرزا غالب کے زمانہ میں شادی و مطرب ہی غم ربا ہیں یہی فرماتے ہیں۔

لگی رندوں کی ہے یہ نوک جبیں شیشہ کہ	جو کہ مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

(۴) ترجمہ۔ مرحلۂ عشق (کی قربانی) کا ارادہ سے قدم آگے بڑھا۔ کیونکہ یہ سفر اگر کریگا تو بہت فائدہ حاصل کریگا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر ذوقِ حضور اور نظم امور کا چارہ ہے تو اہل نظر کی فیض بخشی سے کر سکیگا۔

یعنی حضور محبوب کا ذوق اور امور عشق کا نظم و نسق تجھے صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ تو اہل النظر کی صحبت نصیب ہو۔

تشریح کیلئے دیکھو شعر (۱) غزل (۱۳ - الف) ردیف ہذا

(۶) ترجمہ۔ تیری مراد کا پھول اسوقت نقاب اٹھائیگا۔ جب تو نسیم سحر کی طرح اس کی خدمت کریگا۔

پھول نسیم سحر سے کھلتے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ اسی طرح مراد کے پھول بھی دعائے سحر سے کھلتے ہیں خواجہ صاحب شب بیداری اور سحر خیزی کی تعلیم فرماتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تو جو طبیعت کی سرائے سے باہر نہیں نکلتا۔ حقیقت کے کوچہ میں تیرا گذر کسطرح ہو سکیگا۔

یعنی خودی چھوڑے بغیر خدا نہیں ملتا۔

در راہ یگانگی نہ کفرست نہ دین ای جان جہان تو راہ اسلام گزین	یک گام ز خود بیرون نہ و راہ ببین با یار بسہ بنشین و با خود منشین

اسی مضمون پر ہے۔

کلاہ ما طبیعت نہ ز بالای النفس بیرون کن	بپا یابان سعادت را بدام امتحان درکش

(۸) ترجمہ ۔ معشوق کا جمال پردہ اور نقاب نہیں رکھتا ۔ رستہ کا غبار بٹھا دے ۔ تاکہ اسے دیکھ سکے ۔

یعنی معشوق بے نقاب ہے ۔ غبار من و تو درمیان حائل ہے ۔ پردۂ خودی ہٹا دے ۔ اور اسے دیکھ لے ۔
شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حجاب اللہ تعالیٰ زمین و آسمان نیست ۔ بلکہ پندار منی و توئی ست ۔
چوں از خود گذشتی ۔ بخدا پیوستی ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

ترا با حق آشنائی دہد	گر از دست خویشت رہائی دہد
کہ تا با خودی تا خدا راہ نیست	وزین کلمہ جز بیخود آگاہ نیست

شاہزادہ دارا شکوہ قادری برادر عالمگیر بادشاہ کا شعر ہے ۔

با دوست رسیدیم چو از خویش بریدیم	از خویشتن بریدن چہ مبارک سفر بود

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د ۲۹ ب ۱

(۹) ترجمہ ۔ اے دل اگر تو نور ریاضت سے واقفی حاصل کرلے ۔ تو شمع کی طرح ہنستے ہوئے تو ترک سر کر سکتا ہے ۔

ریاضت ۔ رنج کشی ۔ فرمانبرداری ۔ نفس کشی ۔

یہاں خواجہ صاحب ریاضت اور مجاہدہ کی تلقین کرتے ہیں ۔ ذوق عمل کی تعلیم فرماتے ہیں ۔ اور ایثار کامل کی ترغیب دیتے ہیں
شمع کو بھی سر کٹوانے سے نور حاصل ہوتا ہے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ لیکن تو اگر لب معشوق اور جام مے کا طالب ہے گا ۔ تو یہ امید نہ رکھ کہ کوئی اور کام کر سکیگا ۔

یعنی ہمہ تن مے و معشوق میں مشغول اور مصروف ہونا پڑیگا ۔

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے	وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

(۱۱) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر اس شاہانہ نصیحت کو تو سنیگا ۔ تو شاہراہ طریقت پر تیرا گذر ہو سکیگا ۔

طریقت ۔ تزکیہ باطن ۔ اصطلاح سالکان ہے ۔ تزکیہ ظاہر کو شریعت کہتے ہیں ۔

غزل ۱۲
الف

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	۱	آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
دردم نہفتہ بہ ز طبیبان مدعی	۲	باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند
چوں حسن عاقبت نہ برندی و زاہدیست	۳	آں بہ کہ کار خود بعنایت رہا کنند

معشوق چوں نقاب ز رخ بر نمی کشد	۴	ہرکس حکایتی بتصور چرا کنند
مے خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب	۵	بہتر ز طاعتی کہ بروی و ریا کنند
حالے دروں پردہ بسے فتنہ می رود	۶	تا آں زماں کہ پردہ بر افتد چہا کنند

حافظ دوام وصل میسر نمی شود
شاہاں کم التفات بحال گدا کنند

یہ غزل مروجہ نسخوں میں نہیں ہے۔ لیکن پورانی قلمی دیوانوں میں موجود ہے۔ اور خواجہ صاحب کی ہے چنانچہ دیکھو سوانح عمری (لسان الغیب جلد اول) یہ غزل ایک قلمی دیوان سے لکھی جاتی ہے۔ بعض نسخوں میں اشعار زیادہ ہیں۔ بعض میں کم۔ مشتبہ اشعار کو چھوڑکر باقی غزل لکھی گئی ہے۔ اور کئی نسخوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

(۱) **ترجمہ**۔ وہ لوگ جو مٹی کو نظر سے کیمیا کر دیتے ہیں خدا کرے کہ وہ ایک گوشۂ چشم ہماری طرف بھی کریں۔ — مطلب یعنی وہ بابرکت لوگ جنکی نظر میں یہ تاثیر ہے کہ خاک کو کیمیا کر دیتے ہیں ہماری دعا ہے کہ وہ ہم پر بھی ایک نظر توجہ فرمائیں کہ ہمارے قلب کو زرِ خالص کر دیں۔ ضرورتِ مرشد کا بیان ہے۔ دیکھو شعر ۲/۱۲ اور غزل (۳) ردیف ہذا۔

اہل اللہ لوگوں کی تاثیر روحانی جو دوسرے آدمی کے اندر اثر کرتی ہے۔ اور جسے اصطلاح اہل طریقت میں توجہ کہتے ہیں کئی قسموں کی ہے

۱۔ **تاثیر انعکاسی**۔ یہ عارضی تاثیر ہوتی ہے۔ جسوقت تک آدمی اس بزرگ کی صحبت میں بیٹھا رہے اسکی شخصیت کا اثر دل پر پڑیگا۔ اور اس کے آئینہ دل پر اس بزرگ کے نور ایمان کا عکس پڑتا رہیگا۔ مگر جب وہ اس صحبت سے محروم ہو جائیگا وہ اثر بھی معدوم ہو جائیگا۔ جسطرح آئینہ کے سامنے چراغ رکھنے سے اس میں چراغ کا عکس آجاتا ہے۔ مگر چراغ کو دور کردینے سے عکس بھی باقی نہیں رہتا۔ یا یہ سمجھو کہ ایک آدمی عطر لگاکر مجلس میں آتا ہے۔ حاضرین مجلس کے دماغ کو وہ خوشبو معطر کرتی ہے مگر یہ اثر صحبت کے قیام تک رہتا ہے

۲۔ **تاثیر القائی**۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دیا ہو۔ جس میں بتی اور تیل موجود ہو۔ مگر روشن نہ ہو ایک اور آدمی کے پاس آگ ہو اسنے دیا روشن کر دیا۔ اور چراغ تیار ہوگیا۔ اسی طرح ایک انسان کے اندر استعداد موجود ہے۔ اور وہ فیض کے قابل ہے۔ ایک کامل شخص اگر اسکی طرف توجہ کرتا ہے اور اسکے چراغ دل کو جسمیں روشنی کا تمام سامان موجود ہے۔ اپنے نور سے روشن کر دیتا ہے اسی کو تاثیر القائی کہتے ہیں۔ مگر یہ تاثیر اگرچہ تاثیر انعکاسی سے زیادہ دیرپا اور مستقل فیض کی صورت رکھتی ہے تاہم ظلمی [illegible] اور حوادثات کا اثر ہو سکتا ہے۔ جسطرح چراغ طوفانِ باد و باراں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایسے شخص کا دل بھی کسی آفت یا حادثہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ بعض واقعات ایسے پیش آجاتے ہیں۔ کہ وہ نور جاتا رہتا ہے اور اسکا دیا باوجود تیل و بتی کے موجود ہونے کے بے نور ہو

جاتا ہے۔ گویا تاثیر القائی پر مخالف اور متضاد تاثیرات بعض دفعہ غالب آجاتی ہیں۔

۳۔ **تاثیر اصلاحی** ۔ کی مثال اس طرح ہے کہ پانی کنوئیں یا دریا سے لاکر ایک خزانہ یا ریزروائیر میں جمع کر لیا جائے۔ اور اس خزانہ آب کے متعلق ایک فوارہ بنائیں خزانہ سے لیکر فوارہ تک راستہ بالکل صاف کر دیں اور پھر خزانہ سے پانی چھوڑیں۔ اور پانی خوب زور سے فوارہ سے نکلنے لگ جائے۔ ظاہر ہے کہ فوارہ کا زور دریا یا کنوئیں پر منحصر نہیں بلکہ خزانہ پر اور فوارہ و خزانہ کی درمیانی مسافت پر منحصر ہے اور خزانہ یا خزانہ و فوارہ کی درمیانی راہ پر کسی آفت آنے یا نقص واقع ہونے سے فوارہ کو بھی نقصان ہوگا۔ یہ قسم پہلی دونو قسموں سے زیادہ پائدار ہے۔ مگر نقصان کا خطرہ کم و بیش موجود ہے۔ تاثیر اصلاحی میں بھی گو تزکیہ نفس حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر خزانہ کی استعداد اور مسافت پر منحصر ہے۔

۴۔ **تاثیر اتحادی** ۔ یہ تاثیر سب تاثیروں سے زیادہ قوی ہے۔ مگر شاذ و نادر اسکی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مرشد طالب کے روح کی ساتھ اپنی روح اس زور سے ملائے کہ مرشد کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے۔ حتی کہ دونو روحیں قریباً ایک مرتبہ کی ہو جائیں۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مکان پر کچھ مہمان آگئے۔ اس روز آپ کے پاس مہمانوں کی کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ سخت تشویش ہوئی۔ آپ کے مکان کے نزدیک ہی ایک نانبائی رہتا تھا۔ اسکو خبر ہوئی۔ تمام مہمانوں کیلئے مکلف کھانا تیار کر کے حاضر کیا۔ آپ دیکھ کر بہت خوش ہوئے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ نانبائی نے کہا کہ مجھے اپنے جیسا کر دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نہ کر سکیگا۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ انہوں نے بھی کئی بار سمجھایا۔ مگر آخر کار وہ نہایت عاجزی کرنے لگا۔ خواجہ صاحب مجبور ہو کر اسے حجرہ میں لے گئے اور اس پر تاثیر اتحادی کی۔ جب حجرہ سے باہر نکلے تو ظاہر و باطن خواجہ اور نانبائی میں کچھ فرق نظر نہ آتا تھا۔ تاثیر اتنی زبردست تھی کہ دونو کی صورتوں میں بھی کچھ فرق باقی نہ رہا اور لوگ انکو بڑی مشکل سے ایک دوسرے سے تمیز کرتے تھے۔ البتہ یہ فرق تھا کہ خواجہ صاحب ہوش میں تھے اور نانبائی بیہوش۔ اس واقعہ سے تین روز کے بعد نانبائی نے اسی بیہوشی اور سرشاری میں وفات پائی۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

کاملے گر خاک گیرد زر شود	ناقص ار زر برد خاکستر شود
چوں قبول حق بود آں مرد راست	دست او در کارہا دست خدا است
جہل آید پیش او دانش شود	جہل شد علمے کہ در ناقص رود
ہرچہ گیرد علتی علت شود	کفر گیرد کاملے ملت شود

خاقانی کا شعر ہے۔

بمعلولی تن اندر دہ کہ یاقوت از ذوق خور
سفر حل سنگ بود اول کہ آخر گشت کانی

عارف جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

بگذار یک لحظہ در آں رو کہ اہل دل
گیرند کیمیا نظر پاک باز را

اسی مضمون پر ہے۔

غبارِ جہل اڑا دیتا ہے فیضِ صحبت کامل
شعاع مہر تاباں کم نہیں سایہ کو شہپر سے

نیازی نیاز کا شعر ہے۔

آں چشمِ التفات کہ بر حال دیگر انست
آیا بود کہ عشرت شیرینش بما کنند

(۳) ترجمہ۔ میرا درد طبیبانِ مدعی سے پوشیدہ رہے تو اچھا ہے۔ خدا کرے۔ کہ خزانۂ غیب سے میری دوا کریں۔ جسطرح جسمانی بیماریوں کے طبیب دو قسم کی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو فی الحقیقت ماہر فن ہیں اور ہزارہا بیمار ان کی فیض سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ مگر وہ اپنی علم و فضل کا دعویٰ نہیں کرتے۔ دوسرے وہ جو صرف اشتہاری حکیم ہیں۔ طبیب ہونے کا دعویٰ ہے مگر حقیقت میں طبیب نہیں۔ اور انکی علاج سے بجائے صحت یابی کے نقصان کا احتمال ہے۔ بعینہ امراض روحانی کی طبیبوں کی بھی دو فرقے ہیں ایک راست باز اور دوسرے مدعی۔ خواجہ صاحب نے مطلع غزل میں مرشد کی نظرِ عنایت کیلئے دعا کی ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی ایسے بزرگ کی صحبت حاصل ہو جائے۔ جو قلب تیرہ کو اکسیر کر دے۔ تو زہے قسمت۔ مگر ساتھ ہی اس شعر میں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ مجھے طبیب مدعی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بقول سعدی۔

ایں مدعیان در طلبش بیخبر انند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

جو حقیقت سے آشنا ہو جائے وہ دعویٰ نہیں کرتا۔ مولانا روم محقق اور مدعی مبطل کی فرق میں فرماتے ہیں۔

چون بسی ابلیس آدم روی ہست
پس بہر دستے نشاید داد دست

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر
تا فریبد مرغ را آن مرغ گیر

بشنود آن مرغ بانگ جنس خویش
از ہوا آید بیابد دام و نیش

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں
تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بیشرمی است

شیر پشمین از برائے کد کنند
بو مسیلم را لقب احمد کنند

بو مسیلم را لقب کذاب ماند
مر محمد را اولو الالباب ماند

(۳) ترجمہ - جب حسن عاقبت رندی و زاہدی پر منحصر نہیں تو یہی بہتر ہے کہ اپنے کام کو (خدا کی) عنایت پر چھوڑ دیں

تشریح کیلئے دیکھو شعر ۵ ۸ ۔ امیر مینائی کا شعر ہے ۔

حسن انجام پہ اسلام کا ہے دار و مدار	تھے مسلمان وہ جو دنیا سے مسلمان گئے

(۴) ترجمہ - معشوق جب چہرہ سے نقاب نہیں اٹھاتا - تو ہر شخص اپنے اپنے خیال سے کسطرح علیحدہ علیحدہ حکایتیں بیان کرتا ہے

محبوب فی الحقیقت پردہ میں ہے اور اسکے متعلق جسقدر حکایتیں بیان کیجاتی ہیں وہ صرف اپنی عقل و فہم کی حد تک بیان کیجاتی ہیں جسطرح کسی نے سمجھا کہہ دیا عیسائی کچھ اور کہتے ہیں ہندو کچھ اور مسلمانوں نے ایک راستہ اختیار کیا ہے ۔ یہودیوں نے دوسرا حتی کہ ہر قوم کا ہر فرد بشر محبوب حقیقی کی حقیقت کے متعلق اپنی علیحدہ رائے رکھتا ہے ۔

آنانکہ وصف حسن تو تفسیر میکنند	خواب ندیدہ را ہمہ تعبیر میکنند

(۵) ترجمہ - شراب پی کیونکہ غیروں سے پردہ میں سو گناہ اس عبادت سے بہتر ہیں جو لوگ ریاکاری سے کرتے ہیں ۔

یعنی وہ عبادت جو روی و ریا سے کیجائے سب سے بڑا گناہ ہے اور ریاکاری سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں ۔

[illegible]	[illegible]

فویل للمصلین ۔ الذین ہم عن صلاتہم ساہون ۔ الذین ہم یراءون ۔ ویمنعون الماعون ۔

یعنی عذاب کی سختی ان ریاکار نماز گذاروں پر ہے ۔ جو نماز کی صرف اسی صورت میں پرواہ کرتے ہیں ۔ جب لوگوں کے سامنے ہوں اور خلوت میں نماز کا خیال نہیں کرتے اور لوگوں سے صلہ ستائش حاصل کرنے کیلئے اپنے افعال و اعمال میں ریا کرتے ہیں ۔ ” طاعت کہ برائے خلق کردی ۔ بدنامی کہنہ دلق کردی ۔ حقا کہ معاصی گنہگار بہتر ز عبادت ریاکار “

پارسایان روئے در مخلوق	پشت بر قبلہ مے کنند نماز	(سعدی)

امیر خسرو مطلع الانوار میں فرماتے ہیں ۔

جامہ اسلام بر اصحاب ریو	پر فرشتہ است نگہبان دیو
این نہ لباس است کہ تلبیس ماست	دین نہ خیال است کہ ابلیس ماست
زشت نمازے کہ ریا شان اوست	مزبلۂ دیو ارکان اوست

یہی شعر تھوڑی سی ضروری تغیر و تبدل کے ساتھ ردیف م غزل (۴۲) میں بھی درج ہے اور وہ تمام غزل کلیات سعدی میں بھی موجود ہے اسکے لئے دیکھو جلد اول سوانح عمری صفحہ (۵۱) و صفحہ (۵۳)

(۶) ترجمہ - ابھی تو پردہ کے اندر یہ اور اسقدر فتنے برپا ہیں جسوقت پردہ اٹھ جائیگا ۔ دیکھئے کیا کرینگے ۔

مطلب یہ ہے کہ محبوب ابھی تو پردہ کے اندر ہے اور عاشقوں کا یہ حال ہے اگر پردہ سے باہر آیا تو خدا جانے کیا کیفیت ہوگی۔ پردہ کیلئے دیکھو شعر ت ۶

پردہ میں بھی تو اس پہ یہ عالم ہے حسن کا		پردہ سے باہر آئے تو کیا جانے کیا کرے

خواجہ صاحب کے اس سوال کا جواب ایک حدیث میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ لَوْ کَشَفَهَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ کُلَّ مَنْ اَدْرَکَ بَصَرَہٗ

یعنی خدا تعالیٰ ستر ہزار نور کے پردوں کے اندر ہے اگر ان پردوں کو کھولدے تو اسکے چہرہ کی روشنی تمام دیکھنے والوں کو جلا دیگی

(۵) ترجمہ۔ اے حافظ ہمیشہ کا وصل حاصل نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ فقیروں کے حال پر تھوڑی توجہ کیا کرتے ہیں

کم۔ بمعنی معروف اور بمعنی نفی مطلق۔ تھوڑا یا بالکل نہیں۔

غزل (۱۳)

بیا کہ ترک فلک خوان روزہ غارت کرد	۱	ہلال عید بدور قدح اشارت کرد
ثواب روزہ و حج قبول آنکس برد	۲	کہ خاک میکدہ عشق را زیارت کرد
مقام اصلی ما گوشہ خرابات ست	۳	خداش خیر دہاد آنکہ این عمارت کرد
نماز در خم آن ابروان محرابی	۴	کسی کند کہ بخون جگر طہارت کرد
امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش	۵	بخون دختر رز جامہ را قصارت کرد
فغان کہ نرگس جماش شیخ شہر امروز	۶	نظر بدرد کشان از سر حقارت کرد

(۷) حدیث عشق ز حافظ شنو نہ از واعظ (۷)
اگرچہ صنعت بسیار در عبارت کرد

(۱) ترجمہ۔ آ کہ ترکِ فلک نے روزہ کے خوان کو غارت کر دیا ہلال عید نے دور قدح کیطرف اشارہ کیا۔

ترک فلک۔ ستارہ مریخ اور بعض کہتے ہیں کہ آفتاب سے مراد ہے۔

ماہ رمضان کو خوان بنایا اور اجرام فلکی کو ترکوں کا لشکر کہا ہے سال میں ایک بار ایک عام دعوت ہوتی تھی۔ جسمیں خوان لٹتا

کہتے تھے۔ اور ترک اسی کو کہا جاتا ہے۔ مشہور قصہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گردش اجرام فلکی سے ماہ رمضان ختم ہوا اور ہلال عید نمودار ہوا۔ ہلال چونکہ پیالہ کی شکل کا ہوتا ہے اسلئے کہا ہے کہ وہ جام مے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ماہ صیام گذر گیا ہے۔ چلو اب شراب پئیں۔ حقیقی معانی کو شائق ترک فلک سے سلطان عشق خوان روزہ سے سامان زہد و ورع اور ہلال عید سے جذبہ عشق اور سعد در قدح سے مستی محبت مراد لیکر اپنا شوق پورا کریں۔

اب تو نہ بند کر رہ میخانہ محتسب	نکلا ہے چاند عید کا سوئے سما تو دیکھ

عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ماہ نو بشکل جام آمد نماز شام عید	یعنی از جام طرب خالی مباد ایام عید
کرد یکبار دگر عید از مہ نو جام دور	مے پرستان سرخوش اند امشب ز دور جام عید

ایک اور غزل میں فرماتے ہیں۔

قفلے کہ دزد بر در عیش و نشاط زد	بشکل ہلال عید ز زر ساختش کلید
من بعد باد عید و می لعل و عیش نقد	نے شادمان بوعدہ و نے خائف از وعید

اسی مضمون پر نیاز نے کہا ہے۔

عید است ساقیا در میخانہ باز کن	پیمان توبہ بشکن و پیمانہ ساز کن
ہنگام زہد و توبہ و تقوی گذشت رفت	دور حقیقت است وداع مجاز کن

اسی مضمون کیلئے دیکھو نعت ۳

(۲) ترجمہ۔ روزہ کا ثواب اور مقبول حج وہ شخص حاصل کر سکتا ہے جس نے شرابخانہ عشق کی خاک کی زیارت کی۔

قبول۔ بفتح اول بمعنی پذیرفتن مصدر ہے۔ قبولیت غلط ہے۔ قبول استعمال فارسی میں اکثر بمعنی مقبول آتا ہے (غیاث اللغات) مطلب یہ ہے کہ عبادت اسی شخص کی مفید ہو سکتی ہے جسکو دل میں درد عشق ہو۔ یہاں خواجہ صاحب نے پھر اپنی شراب اور شرابخانہ کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ "میکدہ عشق" میں شراب انگور نہیں بکتی۔

ایک پرانے قلمی نسخہ میں "حج قبول" کی بجائے "حج و قبول" ہے اور زیادہ فصیح ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارا اصلی مقام گوشہ خرابات ہے۔ خدا اسکو جزائے خیر دے۔ جس نے یہ عمارت بنائی۔

اس عمارت سے مراد خرابات۔ خراب و عمارت کا مقابلہ لطیف ہے۔ خرابات کیلئے دیکھو الف ۱

(۴) ترجمہ۔ ان ہلالی ابروں کے خم میں نماز صرف وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو خون جگر سے طہارت کرے۔

مسجد کی محراب میں نماز ادا کرنے کیلئے تو بیشک پانی سے وضو کر لینا کافی ہے مگر محراب ابروئے محبوب میں نماز ادا کرنے کیلئے حقیقت میں خونِ جگر سے طہارت ضروری ہے۔ کیونکہ دردِ عشق میں جگر کو خون کئے بغیر حضوری حاصل ہی نہیں ہوسکتی۔ امیر مینائی تو مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے بھی صرف پانی سے وضو کر لینا کافی نہیں سمجھتے شراب ناب سے وضو کرنا ضروری بتاتے ہیں۔

	زاہد شرابِ ناب سے جب تک وضو نہ ہو		قابل نماز پڑھنے کی مسجد میں تو نہ ہو	
اس صورت میں محراب ابرو میں نماز پڑھنے کیلئے بیشک خونِ جگر سے طہارت لازم ہے۔				
	زاہدا کن وضو بخونِ جگر		در سرت گر سرِ نماز من است	نیاز

(۵) ترجمہ۔ شہر کا امام جو پہلے کندھے پر لئے پھرتا تھا۔ دخترِ رز کے خون سے اس نے بھی اپنا خرقہ دھو لیا ہے۔

قصارت۔ بفتح۔ کپڑے دھونا۔ پیشہ گاذری۔ دھوبیوں کا پیشہ۔

سجادہ کندھے پر لئے پھرتا تھا۔ یعنی اپنے زہد و ورع کی نمائش کیا کرتا تھا۔ دخترِ رز یعنی شراب۔ زاہدان ظاہر دار کی شرب الیہود (چھپ کر پینے) کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ خرقہ تو شراب سے آلودہ تھا اسلئے سجادہ (جائے نماز) کو کندھے پر ڈال کر چل پڑے۔

(۶) ترجمہ۔ فریاد! کہ شیخِ شہر کی شوخ آنکھ نے دردکشوں کیطرف حقارت کی نظر کی۔
یعنی زاہد نے عاشقوں کو بنظرِ حقارت دیکھا۔

ایک پرانے قلمی نسخہ میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے "فغانکہ نرگسِ جماش شوخِ شہر آشوب"

(۷) ترجمہ۔ عشق کی باتیں حافظ سے سن نہ کہ واعظ سے۔ اگرچہ واعظ نے اپنی عبارت میں بہت صنعت کی۔

یعنی واعظ۔ اگرچہ اپنے وعظ کو صنائع لفظی و معنوی اور رنگین بیانی وغیرہ سے دلچسپ بنانے کی کوشش کرتا ہے اور تصنع سے کام لیتا ہے۔ لیکن اسکی کلام میں اثر بالکل نہیں۔ کیونکہ جب تک دل میں درد نہ ہو کلام میں سوز و گداز اور اثر نہیں ہوتا۔ اور جب تک عشق نہ ہو دل میں درد نہیں ہوتا۔ حافظ عاشق ہے۔ اسلئے اس کے کلام میں اثر ہے۔ لہٰذا عشق کے حقائق اور معارف حافظ کی زبان سے ہی سننے چاہئیں۔

	حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد		پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی	
مرزا جلال اسیر کا شعر ہے				
	تا نیشترِ نالہ از دلِ آسودہ مے دمد		در گفتگوے گشودہ نشد طبیب	

غزل (۱۴۱)

بلبلی خون جگر خورد و گلی حاصل کرد ۱ باد غیرت بصدش حال پریشان دل کرد
طوطئی را بہوای شکری دل خوش بود ۲ ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد
قرة العین من آن میوۂ دل یادش باد ۳ کہ خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد
ساربان بار من افتاد خدا را مددی ۴ کہ امید کرمم ہمره این محمل کرد
روی خاکی و نم چشم مرا خوار مدار ۵ چرخ فیروزه طربخانہ ازین کہگل کرد
آه و فریاد کہ از چشم حسود مہ و مہر ۶ در لحد ماه کمان ابروی من منزل کرد

(۷) نزدی شاه رخ و فوت شد امکان حافظ
چہ کنم بازی ایام مرا غافل کرد (۷)

یہ غزل خواجہ صاحب نے اپنی ایک لڑکے کی وفات پر لکھی۔ جو اوائل عمر میں ہی فوت ہوگیا تھا۔

(۱) ترجمہ۔ ایک بلبل نے خون جگر پیا اور پہول حاصل کیا باد غیرت نے اسکو سو طرح سی پریشان دل کیا۔

پہول سے مراد فرزند اور بلبل سے والدین اور باد غیرت سے رشک دوراں۔

(۲) ترجمہ۔ طوطی کا دل شکر کی آرزو میں خوش تھا۔ ناگاہ سیلاب فنا نے نقش امید کو باطل کردیا۔

طوطی سے مراد والدین شکر سے مراد فرزند اور سیلاب فنا سے مراد موت۔

(۳) ترجمہ۔ میرا نور چشم (لڑکا) کہ اس کی یاد میرے دل کی غذا (میوه) ہو۔ خود تو آرام میں چلا گیا لیکن میرا کام مشکل کردیا۔ قرة العین۔ قره معنی خنکی۔ سردی۔ روشنی۔ عین آنکھ۔ مجازاً فرزند۔ میوه دل یادش باد جملہ دعائیہ ہے۔ اسکی یاد میرے دل کی غذا ہو۔

(۴) ترجمہ۔ اے ساربان (شتربان) میرا بوجھ گر گیا۔ خدا کیلئے مدد کر۔ کیونکہ امید کرم نے مجھے اس محمل کے ہمراہ کیا۔

بار افتاد۔ بوجھ کا گرنا مسافر کیلئے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ کہ دوبارہ اسکو لادنا پڑتا ہے۔

خواجہ صاحب اپنے مخاطب (مرشد وغیره) سے اپنی تکلیف کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے یہ کہ کر امداد کی درخواست کرتے ہیں

کہ میں تیری محمل کی ہمراہ اسی واسطے ہوا ہوں۔ یعنی تیری پیروی اسی واسطے اختیار کی ہے کہ تو مجھ پر مہربان ہوگا اور مجھے دنیا کی سفر میں تکلیف کیوقت مدد فرمائیگا۔ غالبا صبر و اطمینان اور تسلیم کے حصول کی درخواست ہے۔

(۵) **ترجمہ۔** میرے خاکی چہرہ اور چشم تر کو ذلیل نہ سمجھ۔ کیونکہ سبز (نیلے) آسمان نے اسی گارہ سے طرب خانہ بنایا ہے۔

کہگل۔ مرکب ہے کاہ اور گل سے۔ گارہ چونکہ کاہ (بھوسا) اور گل (گوندھی ہوئی مٹی) سے بنتا ہے اسلئے کہگل کہتے ہیں روئے خاکی اور نم چشم سے مٹی اور پانی لیکر گارا بنایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طرب خانۂ عالم اسی گارے سے بنا ہے۔ اور حقیقت میں مصیبت کیوقت آنسو بہا لینا موجب تسکین ہوتا ہے اور رنج سے صدمہ کا بار دل سے ہلکا ہو جاتا ہے اس لئے مصیبت کیوقت مصیبت زدہ شخص کے رونے پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

(۶) **ترجمہ۔** آہ و فریاد ہے۔ کہ چاند اور سورج کی چشم حاسد سے میرے کمان ابرو چاند نے قبر میں منزل بنائی۔ ماہ کمان ابرو سے مراد فرزند۔ مطلب یہ ہے کہ چاند میرے کمان کی ابرو والے چاند (فرزند) کو دیکھکر حسد کرنے لگا اور اس کی چشم بد کے اثر سے میرا چاند جانبر نہ ہو سکا۔ چشم و ابرو۔ مہ و مہر اور منزل (برج) کی رعایت ظاہر ہے

(۷) **ترجمہ۔** اے حافظ تو نے شاہ رخ نہ مارا اور امکان ہاتھ سے جاتا رہا کیا کروں ایام کی بازی نے مجھکو غافل کر دیا

شاہ رخ۔ (۱) نام شاہزادہ (۲) شطرنج بازی میں جو شاطر ہو (۳) شطرنج میں شہ رخ اس کشت کو کہتے ہیں جو اس طرز میں دی جائے کہ حریف کے رخ پر بھی اسکی ضرب واقع ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اے حافظ بازی ایام یعنی زمانہ کے ساتھ بازی کرنے میں تو نے غفلت سے کام لیا اور جو چال تو چل سکتا تھا نہ چلا۔ اسلئے امکان فوت ہوا یعنی جو کچھ تو کر سکتا تھا۔ نہ کیا۔ اور زمانہ بازی لیگیا۔ فی الحقیقت زمانہ بڑا شاطر ہے اور ذراسی غفلت سے انسان مات ہو جاتا ہے۔ اس شعر کو واقعہ مذکورہ بالا سے چنداں تعلق نہیں۔ ناصحانہ انداز ہے۔

غزل (۱۵)

بخت از دہان یار نشانم نمیدہد	۱	دولت خبر ز راز نہانم نمیدہد
از بہر بوسہ ز لبش جان ہمیدہم	۲	اینم ہمی ستاند و آنم نمیدہد
مردم ز انتظار و درین پردہ راہ نیست	۳	یا ہست پردہ دار نشانم نمیدہد
شکر بصبر دست دہد عاقبت ولی	۴	بدعہدی زمانہ امانم نمیدہد
زلفش کشید باد صبا چرخ سفلہ بین	۵	کانجا مجال باد وزانم نمیدہد

چندانکہ بر کنار چو پرکار میروم (٦) دوران چو نقطہ رہ بمیانم نمیدہد

(٧) گفتم روم بخواب کہ بینم جمال یار
حافظ ز آہ و نالہ امانم نمیدہد (٧)

(١) ترجمہ۔ بخت مجھے دہانِ یار کا نشان نہیں دیتا۔ دولت مجھے پوشیدہ راز کی خبر نہیں دیتی۔

بخت و دولت ۔ سے مراد خوش نصیبی۔ نصیب۔ مطلب یہ ہے۔ کہ میرے نصیب ایسے نہیں۔ کہ مجھے محبوب کے الطاف و اکرام سے بہرہ ور کریں اور اس کی بارگاہ کے اسرار سے مطلع کریں۔

(٢) ترجمہ۔ اس کے لب کے بوسہ کے عوض میں جان دیتا ہوں (معشوق) مجھ سے یہ بھی نہیں لیتا اور وہ بھی نہیں دیتا۔

اینم میں میم اضافت کا ہے اور آنم میں مفعول۔ یعنی نہ جان لیتا ہے نہ بوسہ دیتا ہے۔

برائے نام بھی ہے ان کو وصل سے نفرت شعر وصال کا بھی مرے وہ ملال کرتے ہیں

اینم اور آنم کی بجائے این ہم اور آں ہم بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

(٣) ترجمہ۔ میں انتظار میں مرگیا اور اس پردہ میں جانے کا راستہ نہیں پایا ہے۔ لیکن پردہ دار اس راستے کا مجھے پتہ نہیں دیتا۔

پردہ سے مراد پردۂ اسرار معرفت۔ پردہ دار سے مراد حاجب۔ دربان۔

(٤) ترجمہ۔ شکر صبر سے آخر کار ہاتھ آتی ہے۔ لیکن زمانہ کی بیوفائی مجھے آرام نہیں دیتی۔

شکر ۔ بفتحتین شکر یا بفتح اول و تشدید ثانی شکر۔ یہاں شکر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ صبر کا نتیجہ شکر ہے اور صابر آدمی ہمیشہ عاقبت کار کامیاب ہوتا ہے۔ بقول سعدی ؏

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

مولانا روم فرماتے ہیں۔

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر صبر کن از حرص و ایں حلوہ مخور
صبر باشد مشتہائے زیرکاں ہست حلوا آرزوے کودکاں
ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود ہر کہ حلوا خورد واپس تر رود

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بیشک صبر کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے مگر ہم صبر کہاں تک کریں زمانہ کی بیوفائی امن نہیں دیتی۔ یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ آج ہیں شاید کل نہ ہونگے۔ اسلئے وصل کیلئے بیقرار ہو رہے ہیں۔

تیرے وعدہ پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے	ہمیں اپنی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا	.

ایک قلمی نسخہ میں پہلا مصرعہ اسطرح ہے ''گفتم بصبر دست دہد عاقبت دلے''

(۵) ترجمہ۔ اس کی زلف کو باد صبا نے بکھیرا۔ کمینہ آسمان کو دیکھہ کہ اسجگہ مجھے چلتی ہوا کی برابر بھی مجال نہیں دیتا یعنی سفلہ پرور آسمان بادِ صبا کو تو زلفِ معشوق کو پریشان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر ہمیں بادِ صبا کی برابر وقعت بھی نہیں دیتا۔ کہ ہم بھی زلفِ معشوق کو بکھیر سکیں۔

(۶) ترجمہ۔ یہ حالت ہے کہ جبتک کہ ہم کنارہ پر پرکار کی طرح چل رہے ہیں زمانہ نقطہ کی طرح ہمکو درمیان میں نہیں جانے دیتا یعنی پرکار کی بیرونی شاخ کیطرح ہم دائرہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ لیکن (دوسری شاخ کیطرح) زمانہ ہمکو مرکز کیطرف نہیں آنے دیتا۔ مطلب یہ ہے کہ پریشان اور سرگشتہ ہو رہے ہیں۔ اطمینان اور تسکین حاصل نہیں۔ یا حریم اسرار میں ہمیں دخل نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا (میرا ارادہ تھا) کہ سو جاؤں تاکہ خواب میں جمالِ معشوق دیکھوں مگر حافظ مجھے آہ و نالہ سے سونے نہیں دیتا یعنی اسقدر آہ و نالہ کر رہا ہوں کہ نیند بھی حرام ہو گئی ہے۔ ورنہ کبھی خواب میں تو ضرور محبوب کا دیدار نصیب ہوتا

غزل (۱۹)

بود آیا کہ در میکدہا بگشایند	۱	گرہ از کار فروبستہ ما بگشایند
اگر از بہر دل زاہد خودبین بستند	۲	دل قوی دار کہ از بہر خدا بگشایند
در میخانہ ببستند خدایا مپسند	۳	کہ در خانہ تزویر و ریا بگشایند
گیسوی چنگ ببرید بمرگ می ناب	۴	تا ہمہ مغبچگان زلف دوتا بگشایند
بصفای دل رندان صبوحی زدگان	۵	بس در بستہ بمفتاح دعا بگشایند
نامہ تعزیت دختر رز بنویسید	۶	تا حریفان ہمہ خون از مژہا بگشایند

حافظا این خرقہ پشمینہ بیفکن فردا (۷)
کہ چہ زنار ز زیرش بجفا بگشایند (۷)

محمد بن مظفر مبارز الدین بادشاہ شیراز نے میخانے بند کرا دئے تھے کہتے ہیں۔ کہ یہ غزل بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ دیکھو ردیف الف

(ت) غزل (۳۶) اور سوانح عمری صفحہ ۱۴۹ - ۱۵۰ - (جلد اول)

	ستفشا ہوا مجلسپ کیا مسکلو قرقا	سیٹھوا دیا نیہ بوئی نہیں افرات

(۱) ترجمہ - کیا کبھی ایسا ہو گا - کہ میخانوں کے دروازے کھولدیں - ہماری اٹکی ہوئی کام سے گرہ کھولدیں -

حقیقت شناس لوگ میکدۂ عشق کا دروازہ بند ہونے سے حالت قابض اور دروازہ کھلنے سے حالت بسط مراد لیتیں -

(۲) ترجمہ - اگر زاہد خود بین (مغرور) کی دلداری کیلئے (شرابخانے) بند کردئے ہیں تو دل کو مضبوط رکھ کہ خدا کیلئے کھولدینگے

ظاہر ہے کہ میخانے زاہدوں اور مفتیوں کی دلداری کیلئے بند کئے گئے ہونگے - خود اور خدا کی رعایت ظاہر - بستند و کشایند کا مقابلہ لطیف ہے

(۳) ترجمہ - میخانہ کا دروازہ تو نے بند کر دیا اے خدا یہ نہ پسند کرنا کہ تزویر و ریا کے گھر کا دروازہ کھول لیں -

یہاں خواجہ صاحب پھر زاہدانِ ریاکار کا رندانِ میخوار سے مقابلہ کرتے ہیں اور ہمیشہ اس قسم کے اشعار سے خواجہ صاحب کو ریا اور دوسرے گناہوں کا مقابلہ منظور ہوتا ہے - فرماتے ہیں کہ شرابخانوں کے دروازے تو بند ہو گئے - مگر اے خدا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ زاہد اور مفتی ریا کا دروازہ کھولدیں مطلب یہ کہ میخانے بند کرنے سے خانۂ تزویر کا دروازہ بند کرنا زیادہ ضروری ہے - تزویر یعنی دروغ گوئی - فریب - مکر - حیلہ وغیرہ -

(۴) ترجمہ - چنگ کے گیسو شراب خالص کے ماتم میں کاٹ دو - تاکہ تمام مغبچے زلفِ دوتا کھولدیں -

ماتم کے وقت بالوں کو نوچنا مشہور - زلف چنگ بریدن - یعنی چنگ کی تاریں کاٹنا اسے بیکار کرنا -

مطلب یہ ہے کہ میخانوں کے بند ہونے کے ماتم میں زلف چنگ کو بھی کاٹ ڈالو مغبچے (میفروش لڑکے) بھی اسی ماتم میں زلفیں کھولدینگے

(۵) ترجمہ - صبوحی پینے والے رندوں کے دل کی صفائی کی قسم ہے (یا صفائی کی برکت سے) کہ بہت سے بند دروازے دعا کی کنجی سے کھول لینگے

صبوحی - شراب صبح ۔ رندوں کے دل کی صفائی مشہور ہے -

(۶) ترجمہ - دختر رز کا تعزیت نامہ لکھو - تاکہ تمام حریف (دوست) پلکوں سے خون جاری کریں -

دختر رز یعنی شراب - شرابخانوں کے بند ہونے کے ماتم میں تعزیت نامے لکھو تاکہ دوست انکو پڑھ کر خون کے آنسو بہائیں

(۷) ترجمہ - اے حافظ تو دیکھیگا کہ کل (روز قیامت) اس خرقہ پشمینہ کے نیچے سے کسقدر زنار زبردستی کھینچ کر نکالی جائینگے

مطلب یہ ہے کہ ہزاروں خرقہ پوش زاہد جو تجھے نظر آتے ہیں سب محض ریاکار ہیں ان کے دل ناپاک ہیں ان کی عبادت میں اخلاص نہیں ہے - لباس مسلمانوں کا ہے - مگر دل کافروں کا - گویا خرقہ کے نیچے زنار باندھے ہیں قیامت کے دن ان کے مکر و فریب اور تزویر و ریا ایک ایک کر کے کھل جائینگے - زنار یعنی جنیؤ -

واعظ کتاب وعظ لی ہے تو کیا ہوا | بوتل شراب کی تو نہاں زیر بغل ہے

غزل (١٧)

١ بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند — که ببالای چمان از بن و بیخم برکند
٢ حاجت مطرب و مے نیست تو برقع بگشای — که برقص آوردم آتش رویت چو سپند
٣ هیچ روئی نشود آئینهٔ چهره بخت — مگر آن روی که مالند بر آن سم سمند
٤ گفتم اسرار غمت هرچه بود گو می باش — صبر ازین بیش ندارم چه کنم تا کی و چند
٥ مکش آن آهوی مشکین مرا ای صیاد — شرم ازان چشم سیه دار و مبندش ببند
٦ من خاکی که ازین در نتوانم برخاست — از کجا بوسه زنم بر لب آن قصر بلند
٧ جز بزلف تو ندارد دل عاشق میلی — آه ازین دل که کند بند نمیگیرد پند
٨ شب و روزت بدعا عاشق بیدل گوید — که مبیناد سهی قامتت از دهر گزند

(٩) باز مستان دل ازان گیسوی مشکین حافظ
زانکه دیوانه همان به که بماند در بند (٩)

(١) ترجمہ۔ اسکے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور اس سرو بلند کا دامن۔ جسکے قد خرامان نے مجھے بیخ و بنیاد سے اکھیڑ دیا ہے
یعنی اسکے دامن کو کبھی نہ چھوڑونگا۔ سرو بلند۔ بالائے چمان۔ بن و بیخ کی رعایت ظاہر
(٢) ترجمہ۔ مطرب و مے کی حاجت نہیں تو برقع کھول کیونکہ تیرے چہرہ کی آگ سپند کی طرح مجھے رقص میں لائی ہے
جسطرح دانہ سپند آگ میں گر کر تیزی سے چٹ چٹ کی آواز کرتا ہے اور اچھلتا ہے اسیطرح میں تیرے چہرہ کے نور کو دیکھکر مست ہوجاتا ہوں
اور رقص کرنے لگتا ہوں۔
(٣) ترجمہ کوئی چہرہ خوش نصیبی کے چہرہ کا آئینہ (مظہر) نہیں ہو سکتا سوائے اس چہرہ کے جو معشوق کے گھوڑے کے سموں سے ملا گیا ہو
یعنی چہرہ وہی عاشق خوش نصیب ہے۔ جو معشوق کے راہ میں گر پڑا ہو اور معشوق کا گھوڑا اسکے چہرہ پر قدم رکھکر گذرا ہو
چہرہ پر سم لگنے سے گویا چہرہ صاف ہوکر آئینہ کیطرح ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں ریاضت اور مجاہدہ

بغض کشی اور ایثار کی بغیر مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۴) ترجمہ - میں نے تیرے غم (عشق) کے اسرار بیان کر دیئے جو کچھ ہوتا ہے ہو کر ہو جائے اس سے زیادہ صبر نہیں کیا اور کب تک اس کا اخفا کروں

یعنی ہرچہ باداباد - میں نے تیرے عشق کے اسرار بیان کر دیئے - اب طاقت اخفا و ضبط نہیں رہی - فی الواقع اخفائے راز بہت ضبط کا کام ہے اور ضروری ہے - افشائے راز کا نتیجہ دار ہے قصہ منصور حلاج عبرت آموز ہے دیکھو شعر الف

عہد بسیار بکردم کہ نگویم غم دل
عاقبت جان بہ میان آمد و طاقت برسید

(۵) ترجمہ - اے ستمگار میری آنکھیں (تیرے عشق میں) ہر ایک گوشہ باندھتی ہیں - پس [illegible] شرم کر اور اے کشتہ عشق [illegible]

بکش - از کشیدن - از مصدر کشیدن - بمعنی (۱) کھینچنا - (۲) تحمل کرنا (۳) پینا (۴) [illegible] کرنا (۵) [illegible] (۶) نکالنا - (۷) باندھنا - یہاں یہی معنی ہیں (۸) بنا کرنا - (۹) اونچا کرنا - (۱۰) کھڑا کرنا - (۱۱) اکٹھا کرنا (۱۲) ترتیب دینا (۱۳) آراستہ کرنا - (۱۴) اکھاڑنا - (۱۵) رنگ کرنا - (۱۶) دراز ہونا - (۱۷) دراز کرنا (۱۸) پیدا کرنا (۱۹) چھوڑنا (۲۰) سر کرنا - (۲۱) لکھنا (۲۲) چلانا وغیرہ وغیرہ حسب اقتضائے مقام کے معنی دیتا ہے۔

(۶) ترجمہ - میں خاکی جو اس دروازہ سے نہیں اٹھ سکتا - اس بلند محل کے کنارہ (لب بام) پر کس طرح بوسہ دوں -

یعنی میں خاک بستہ اور خاک نشین ہوں - نہ خاک سے اٹھنے کی طاقت ہے اور نہ اس دروازہ کی خاک سے اٹھنا منظور ہے - اس لئے لب بام پر بوسہ دینا محال ہے - مطلب یہ کہ دنیا میں مشاہدہ ذات ممکن نہیں - وہ درگاہ بلند ہے - اور زمین پر رہنے والے خاکی انسان کی طاقت اور رسائی کی حد سے بالاتر ہے -

(۷) ترجمہ - سوائے تیری زلف کے عاشق کے دل کی کسی طرف رغبت نہیں افسوس ہے اس دل پر جو گرفتار ہے کے باوجود بھی نصیحت نہیں پکڑتا -

یعنی تیری زلف ایک دام ہے اور دل کیلئے ایک زندان ہے - مگر باوجود اس کے دل پھر اسی طرف جاتا ہے اور عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتا -

(۸) ترجمہ - دن رات عاشق بیدل تیرے لئے دعا کرتا ہے کہ تیرا قد سہی زمانہ سے کچھ تکلیف نہ دیکھے -

(۹) ترجمہ - اے حافظ اس زلف مشکیں سے دل واپس نہ لے - کیونکہ یہی بہتر ہے کہ دیوانہ قید میں رہے -

دل جائے تری زلف گرہ گیر میں اچھا
پہنا ہوا دیوانہ تھا زنجیر میں اچھا

غزل (۱۸)

۱ بتی دارم کہ گرد گل ز سنبل سائبان دارد
بہار عارضش خطی بخون ارغوان دارد

۲ غبار خط بپوشاند خورشید رخش یارب
حیات جاودانش دہ کہ حسن جاودان دارد

۳ چو عاشق میشدم گفتم کہ بردم گوہر مقصود
ندانستم کہ این دریا چہ موج بیکران دارد

۴ چو در رویت بخندد گل مشو در دامش ای بلبل
کہ بر گل اعتمادی نیست گو حسن جہان دارد

۵ خدارا داد من بستان ازو ای شحنۂ مجلس
کہ می با دیگران خوردہ ست و با من سرگران دارد

۶ چو دام طرہ افشاند ز گرد خاطر عاشق
بغماز صبا گوید کہ راز من نہان دارد

۷ ز خوف ہجرم ایمن کن اگر امید آن داری
کہ از چشم بد اندیشان خدایت در امان دارد

۸ چہ افتادہ است در این رہ کہ ہر سلطان معنی را
درین درگاہ می بینم کہ سر بر آستان دارد

۹ بفتراک ار ہمی بندی خدارا زود صیدم کن
کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیان دارد

۱۰ ز سرو قد دلجویت مکن محروم چشمم را
بدین سرچشمہ اش بنشان کہ خوش آبی روان دارد

۱۱ ز چشمت جان نشاید برد کز ہر سو ہمی بینم
کمین از گوشۂ کردست و تیر اندر کمان دارد

۱۲ بفشان جرعہ بر خاک و حال اہل شوکت بین
کہ از جمشید و کیخسرو ہزاران داستان دارد

(۱۳) چہ عذر از بخت خود گویم کہ آن عیار شہر آشوب
بہ تلخی کشت حافظ را و شکر در دہان دارد (۱۳)

(۱) ترجمہ- میں ایسا پھول رکھتا ہوں۔ جو پھول کے گرد سنبل کا سائبان رکھتا ہے اور اسکے عارض کی بہار خون ارغوان کا خط رکھتی ہے۔

گل سے مراد چہرہ۔ **سنبل** سے مراد زلف تحقیق کیلئے دیکھو ۵ یعنی رخسار کے گرد زلف کا سائبان ہے۔ **خط** اگرچہ [illegible] ہو۔ حرف نہ ہو۔ ہر لکھی ہوئی شے مثلاً نامہ۔ مکتوب۔ خصوصاً گیا سبزہ جو لبوں سے شروع ہوکر رخسار کے گرد ظاہر ہوتا ہے۔ **خط بخون کسے داشتن**۔ کسی کی قتل کی حجت مہیا کرنا۔ **خط بخون دادن**۔ اپنے قتل پر راضی ہونا۔ اپنا قتل منظور کرلینا۔ **ارغوان**۔ بفتح اول و سوم۔ ایک درخت ہے جسکی شاخیں باریک ہوتی ہیں اور موسم

بہار میں تمام درخت سرخ پھولوں سے لد جاتا ہے اور پتے بالکل نہیں ہوتے۔ دوسرے موسم میں صرف پتے ہی پتے رہ جاتے ہیں پھول نہیں ہوتا۔ ارغوان۔ ایک سرخ رنگ پھول کا نام (برہان قاطع)۔

دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عارض کی بہار ارغوان کے قتل کی حجت رکھتی ہے یعنی اسکا گل عارض اسقدر سرخ اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں ارغوان کی کچھ حقیقت نہیں۔ گل سنبل بہار۔ ارغوان اور عارض [illegible]

(۱) ترجمہ۔ خط کے غبار نے اس کے چہرہ کے خورشید کو نہ ڈھانکا۔ خدا اسکو ہمیشہ کی زندگی دے کہ اسکا حسن جاودانی ہے خط سبزہ نورستہ معشوق بلکہ غیر معشوق (مصطلحات خان آرزو) خط سبز۔ خط سیاہ۔ [illegible] معنی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ غبار یا بادل سورج کو چھپا دیتے ہیں۔ مگر غبار خط اس کے خورشید رخ کو نہ چھپا سکا۔ گویا اسکا حسن دائمی ہے اسلئے اے خدا اسے حیات ابدی نصیب کر۔ صائب بھی خط سبز کو بادل سے تشبیہ دیتے ہیں۔

خط سبز کہ بر پشت لب جاناں برخاست
زنہار مپندار کہ از چشمۂ حیواں برخاست

(۲) ترجمہ۔ جب میں عاشق ہوا (ہوتا تھا) تو کہا کہ میں نے گوہر مقصود حاصل کیا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس دریا میں کتنی بے حد حباب موجیں ہیں۔ تشریح کیلئے دیکھو شعر الف ۱

یہ وہ دریا ہے کہ جس کے نہیں ساحل کا پتا
یہ وہ ساحل ہے کہ کشتی ہیں جسے [illegible]

یہ وہ طوفان ہے کہ الٹا ہے گرداب بنا
یہ وہ کشتی ہے کہ [illegible] میں فنا

یہ وہ موج ہے کہ خنجر کی روانی دکھلائے
یہ وہ مقام ہے کہ تلوار کا پانی دکھلائے

اسی مضمون پر۔

[illegible]

(۳) ترجمہ۔ جب پھول تیرے سامنے ہنسی تو نے بس اسکی چال میں عشق و پھول پر عتاب نہیں آتا کہ وہ حسن [illegible] یعنی اگرچہ پھول فی الحال خوبصورت ہے اور عالم شباب میں ہے مگر ناپائدار ہے اسکے عشق میں گرفتار نہ ہو ایسے معشوق کا عاشق ہو۔ جسکے حسن کو زوال نہ ہو۔

گل اگرچہ ہست اکنوں صاحب جمال
حسن او در ہفتہ گیرد زوال
شیخ عطار
در گذر از گل کہ گل در نو بہار
بر تو مخندد مخند و شرم دار

[illegible]
غنی

(۴) ترجمہ۔ [illegible]

سرگراں ۔ لا ابالی مست ہو، متکبر، خشمناک، ملول ۔ یعنی حباب الٹا ہے کہ شراب عنبریں کے ساتھ جھک گیا ہے اور سرگراں ہو کر [illegible]

(۶) ترجمہ ۔ جب زلف کا دام کہ دلِ عاشق کے گرد رہتا ہے تو تم ان صبا کو کہتا ہے کہ میرا راز پوشیدہ رکھو ۔
دامِ زلف میں دلِ عاشق اسیر رہتا ہے ۔ جب گردِ دلِ عاشق سے زلف معنبر کو ہٹا دیگا تو خوف ہے کہ بادِ صبا زلف عنبرین کی خوشبو اور خاطرِ عاشق کی گرد کو اڑا لے پھرے گی اور افشائے رازِ عشق کر دیگی ۔ اسلئے حافظ صبا کو یہ کہتا ہے کہ رازِ عشق کو پوشیدہ رکھنا محض ایک نازِ معشوقانہ ہے ۔ بادِ صبا کی غمازی کیلئے دیکھو شعرت ۱۳۳ و ۱۰۵ ۔

(۷) ترجمہ ۔ مجھے خوف ہے تجھ کو محفوظ کرد ۔ اگر تو اسباب کی امید رکھتا ہے کہ بداندیشوں کی چشم بد سے خدا تجھے محفوظ رکھے ۔

	کار درویش مستمند برآید		کہ ترا نیز کارہا باشد	

تشریح کیلئے دیکھو شعرت ۳۴)

(۸) ترجمہ ۔ اس سے ادب کیا پڑا ہے ۔ کہ ہر بادشاہِ معنی کو اس درگاہ میں کچھ دیکھتا ہوں کہ آستان پر سر رکھا ہے ۔
یعنی درگاہِ محبوب کے آستان پر تمام عارف جو سلطنت معنی کے بادشاہ ہیں سر جھکائے ہیں خدا جانے یہاں کیسا ہے یہ تجلیٔ عارفانہ ہے
یہ شعر بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں دیکھا گیا ۔ ممکن ہے الحاقی ہو ۔

(۹) ترجمہ ۔ اگر فتراک سے باندھتا ہے تو بندہ کیلئے مجھے جلد شکار کر ۔ کیونکہ تاخیر عمر آفت ہے اور طالب کیلئے باعث زیان ہیں ۔
فتراک ۔ وہ تسمہ ہے جو گھوڑے کی زین کے دائیں بائیں شکار باندھنے کیلئے لگاتے ہیں ۔
راہِ طلب میں تاخیر بیشک موجب زیان ہے ۔ اور سالک طالب کیلئے درنگ مہلک ہے ۔ اسلئے فرماتے ہیں کہ مجھے جلد شکار کر تاکہ تیرا ہو جاؤں تیرے عشق میں تجھ پر قربان ہو جاؤں اور فنا فی المحبوب ہو کر بقا بالمحبوب حاصل کروں ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ میری آنکھ کو اپنے قد دلجو کی سرو سے محروم نہ کر ۔ اس سرچشمہ پر اسے لگا کہ بہت اچھا آب رواں رکھتا ہے ۔
سرو عموماً آب رواں کے کنارہ پر ہوتا ہے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں سے جو چشمہ آب جاری ہے یہاں تو قد موزوں کے سرو کو وہاں لگا ۔

	تصور قامت محبوب کا ہے دیدۂ تر کو	ز اکبر	طریق عشق میں ہے سرو لب جو اسکو کہتے ہیں	

(۱۱) ترجمہ ۔ تیری آنکھ سے جان نہیں بچا سکتی کیونکہ ہر طرف سے دیکھتا ہوں کہ گوشہ سے گھات لگائی ہے اور کمان میں تیر رکھتی ہے ۔
تیر سے مراد تیرِ مژگان اور کمان سے کمانِ ابرو ۔ گوشہ یعنی گوشۂ چشم ۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی ترچھی نظروں اور تیرِ مژگان سے جان بچانا مشکل ہے ۔ کہ چاروں طرف آن کی زد ہے ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ تو تھوڑی سی (شراب) خاک پر گرا ۔ اور اہل شوکت کا حال دیکھ ۔ کہ جمشید اور کیخسرو کی ہزاروں داستانوں میں سے
مشہور ہے ۔ [illegible] کہ نشہ پیتے وقت تھوڑی سی زمین پر گرا دیتے تھے خواجہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ تو بھی شراب پی اور تھوڑی سی خاک پر بھی گرا

تاریخ جمشید و سیروس بہمن پرویز با شوکت و شاہوں کا حال معلوم ہو جو زیر زمین ہیں - دیکھو شعر الف ۲ اور ت ۲
کی ایک خشت زمین کو جو ہر جگہ پڑی ہو باشوکت بادشاہوں کے قصے یاد ہیں - حیات ناپائداری - دنیا کی ناپائداری اور شاہوں کی تباہی کے شعر نہایت
عبرت انگیز ہیں -

	ایں کہنہ رباط را کہ عالم نام است بزمے ست کہ واماندۂ صد جمشید ست	(خیام)	آرامگہ ابلق صبح و شام است قصرے ست کہ تکیہ گاہ صد بہرام است	
	دی کوزہ گرے بدیدم اندر بازار وان گل بزبان حال با او میگفت	(خیام)	بر تازہ گلے لگد ہمی زد بسیار من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار	
	شنیدم کہ یک بار در دجلہ کہ من فر فرماندہی داشتم	(سعدی)	سخن گفت با عابدے کلّہ بہ سر بر کلاہ مہی داشتم	
	ہر ذرہ کہ بر روی زمینے است ہر خشت کہ بر کنگرہ ایوانے است	(خیام)	خورشید رخے زہرہ جبینے است انگشت وزیرے و سر سلطانے است	
	پیش از من و تو لیل و نہارے بودہ است زنہار قدم بخاک آہستہ بنہ	(خیام)	گردندہ فلک نیز بکارے بودہ است کیں مردمک چشم نگارے بودہ است	
	ایں کوزہ چو من عاشق زارے بودہ است ایں دست کہ بر گردن او مے بینی	(خیام)	در بند سر زلف نگارے بودہ است دستے است کہ در گردن یارے بودہ است	
	بر سنگ زدم دوش سبوئے کاشی با من بزبان حال میگفت سبو		سرخوش بودم کہ کردم ایں اوباشی من چوں تو بدم تو نیز چوں من باشی	

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۔ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝

اور ان سے پہلے ہم نے کئی طبقات آدم کو ہلاک کیا ہے - کیا ان میں سے کسی کو دیکھتا ہے یا ان سے آواز تنگی کی سنتا ہے - سو ہم
اسی مضمون کیلئے دیکھو قرآن شریف پارہ ۱۵ رکوع (۱) پارہ ۱۶ رکوع (۲) پارہ ۱۷ رکوع (۱) پارہ ۲۰ رکوع (۳) پارہ ۲۶ رکوع (۱)

	کوا ترا ز سروران تاج بخش سوخت ہمہ شہان کام جو		کو شہان از سروران تاجدار خاک شد تخت ملوک کامگار	

[illegible]

یعنی عجیب بات ہے کہ شکر دہن ہو کر عاشقوں کو تلخی ہجراں سے تلخ کرتا ہے شرح سعدی نے بھی شہرت پائی (از شعر دیگر ۲۵)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ای گنج نوشدارو بر خستگان نظر کن
مرہم بدست و مارا مجروح میگذاری

غزل (۱۹)

به حسن خلق و وفا کس بیار ما نرسد	۱	ترا درین سخن انکار کار ما نرسد
اگرچه حسن فروشان بجلوه آمده اند	۲	کسی بحسن و لطافت بیار ما نرسد
بحق صحبت دیرین که هیچ محرم راز	۳	بیار یکجهت حق گزار ما نرسد
هزار نقد ببازار کائنات آرند	۴	یکے بسکہ صاحب عیار ما نرسد
دریغ قافله عمر آنچنان رفتند	۵	که گردشان بهوای دیار ما نرسد
هزار نقش برآید ز کلک صنع و یکی	۶	بدلپذیری نقش نگار ما نرسد
دلا ز طعن حسودان مرنج و امین باش	۷	که بد بخاطر امیدوار ما نرسد
چنان بزی که اگر خاک ره شوی کس را	۸	غبار خاطرے از رہگذار ما نرسد
(۹) بسوخت حافظ و ترسم که شرح قصه او		بسمع پادشه کامگار ما نرسد (۹)

یہ غزل نعتیہ معلوم ہوتی ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اخلاق کے لحاظ سے ہے مگر مجازی معشوق کے انداز میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ حسن خلق اور وفا میں کوئی ہماری محبوب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو اس بات میں ہماری بات (کار ما) کا انکار نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ احزاب) یعنی تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیروی، اقتدا اور متابعت کے لیے ایک نہایت اعلیٰ اور بہت نیک نمونہ ہیں۔ ان کے اخلاق تمہارے لیے مشعل ہدایت کا کام دیں۔ سورہ قلم میں ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی تو فی الحقیقت نہایت بزرگ خلق پر ہے۔

چونہ ہم ... کیست ہم گا ر
وصف خلق کسیکہ قرآن است
گوہر رسش کان فلسفۃ القرآن
خلق را نعت او چہ امکان است

بعض نسخوں میں پہلا مصرعہ اسطرح ہے کسی بحسن و ملاحت بیار ما نرسد۔ صاحب مظاہر الحق فی شرح مشکوۃ میں جہاں یہ شعر نقل کیا ہے پہلا مصرعہ اسی طرح لکھا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ اور حسن فروشوں نے بھی جلوہ نمائی کی ہے لیکن حسن و لطافت میں کوئی ہمارے معشوق کو نہیں پہنچ سکتا

دیکھو ردیف ت غزل (۹)

کھلا یہ مجھ پہ دم مسیحا و حسن یوسف کو کرکے یکجا
کہاں کا نافہ کہاں کی ریحان کجا چنبیلی کہاں کی سنبل
تمام نبیوں کا حق نے بخشا ہے تجھکو لب لباب کیسا
شمیم زلف معنبر ایسی مقابل اسکے گلاب کیسا

اسی مضمون پر ہے

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان جہاں

دوسرے مصرعہ میں لفظ لطافت کی جگہ بعض نسخوں میں لفظ ملاحت ہے اور زیادہ موزوں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ حق صحبت دیرینہ کی قسم ہے کہ کوئی محرم راز ہمارے یک جہت اور حق گذار معشوق کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

یک جہت۔ جسکی ہر قول و فعل میں ایک ہی مقصد مد نظر ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام عمر ہی تلقین حق میں گزری۔ اور اس مدعا کے بغیر اور کسی طرف توجہ نہ فرمائی۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اگرچہ تمام انبیا علیہم الصلوۃ والسلام حریم راز کے رازدان تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اسرار بتائے گئے۔ اور کسی نبی کو نہیں بتائے گئے۔ بحق صحبت دیرین اسلئے کہا ہے۔ کہ صحبت دیرین (یعنی صحبت روز میثاق) یہ راز و اسرار کی صحبت تھی۔ معراج کیوقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اسرار بتائے گئے۔

برداشت از طبیعت امکان قدم کہ آن
تا عرصہ وجود کہ اقصائے عالم است
بالا برست اشگرف در آنجا مقیم ماں
اسرا بعبدہ ست عن المسجد الحرام
کانجا نہ جاست و نے جہت و نی نشان و نام
از آستانہ عالم بیماں پرس از این مقام

(۴) ترجمہ۔ بازار کائنات میں ہزار بقدر لائیں کوئی بھی ہماری صاحب عیار کی سکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ صاحب عیار یعنی کھرے سکہ والے۔ خالص کھرا۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دنیا میں سینکڑوں مذہب آئے ہیں اور کئی رسول اپنی اپنی شریعت لیکر آئے۔ مگر کامل اور جامع شریعت صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں آئی۔

سکہ نام حبیب سے دین مصطفیٰ کا ہو گیا — ایضاً — غلغلہ سارے خدائی میں خدا کا ہو گیا

عارف جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

لقد جاءکم آمدہ — از بحر گوہر شد محمد

سورہ مائدہ میں ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا جسکو اور کوئی احکام منسوخ نہ کر سکینگے۔ اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا۔ کہ تم امین اور مطمئن رہو۔ اور تمہارے لئے دین اسلام اختیار کیا۔ جو تمام باقی دینوں سے پاکیزہ تر ہے (تفسیر حسینی) سورہ آل عمران میں ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ یعنی تم بہترین گروہ ہو جو خلوتِ خانۂ غیب سے لوگوں کیلئے باہر آئے۔ یا تم بہترین امت ہو جو سابق علم یا لوحِ محفوظ یا کتب انبیا یا روزِ میثاق میں ہوئے۔ اور اس امت کی بزرگی کی دلیل یہ ہے۔ کہ خدمتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سلک میں منسلک ہوئے۔

لما دعا اللہ داعینا لطاعتہ — باکرم الرسل کنا اکرم الامم
چوں خدا پیغمبر ما را برحمت خواندہ است — افضل پیغمبراں او گشتہ ما خیر الامم

(۵) ترجمہ۔ افسوس ہے کہ عمر کے قافلے (کا قافلہ) اسطرح چلے گئے۔ کہ ان کی گرد بھی ہمارے ملک کی ہوا تک نہیں پہنچی یعنی قافلے والے اتنی دور نکل گئے۔ کہ ان کی گرد بھی ہم تک نہیں پہنچی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے بہت دور نکل گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میر کاروان اور قافلہ سالار کہتے ہیں۔ چنانچہ اصطلاح میں قافلہ شد یعنی قافلہ رفت سے مراد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے بعد کیطرف اشارہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ قدرت (صنعت) کے قلم سے ہزارہا نقش نکلیں۔ لیکن ایک بھی۔ ہمارے معشوق کے نقش کی دلپذیری و مقابلہ نہیں کر سکتا۔ امیر مینائی کا شعر ہے۔

مگر نظر میں کسی کی کوئی نہ دوسری تصویر آتی — مٹا دیئے صانع ازل نے ہزاروں نقشے بنا بنا کر

(۷) ترجمہ۔ اے دل جو دروں کے طعنوں سے رنجیدہ نہ ہو اور رنجیدہ نہ ہو کیونکہ ہمارے دلِ امیدوار میں ان کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ اسطرح زندگی بسر کر۔ کہ اگر تو کسی کی خاکِ راہ ہو۔ تو ہمارے راہگذار سے کسیکے دل میں کدورت ہو اور نہ

(بقیہ)

مطلب یہ ہے کہ تو کم آزار ہو خاکسار ہو۔ خاک راہ بن اور کسی کے دامن کو جو تجھے پامال کر کے بھی گذرے غبار آلودہ نہ کر۔ تواضع اور خاکساری کی تعلیم ہے۔ اور حقیقت میں نجات ابدی کم آزاری ہی میں ہے۔ خواجہ صاحب جا بجا اسی اصول کی تلقین فرماتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعر ت ۲۲ ت ۱۱ ت ۳۴

ہمای بر ہمہ مرغان از آن شرف دارد (سعدی) کہ استخوان خورد و طائرے نیاز آرد

اسی مضمون پر ہے

[illegible] توان شکستن دل دوستان نخواہ
گر خانہ را بہ مثل [illegible] بہا دہند

(۹) ترجمہ۔ حافظ جل گیا اور مجھے ڈر ہے کہ اس کے قصہ کا بیان۔ ہمارے کامگار بادشاہ کے کانوں تک نہیں پہنچیگا۔ یعنی میں آتش عشق سے جل گیا اور سلطان عشق کو شاید اسکی خبر ہی نہیں۔ اسی مضمون پر ہے۔

سوختیم [illegible] نرسید [illegible]
ہمچون چراغ [illegible] سوختیم

امیر مینائی کا شعر۔

امیر [illegible] تھی
[illegible] تھا

غزل (۲۰)

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید	۱	نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید
جمال بخت ز روی ظفر نقاب انداخت	۲	کمال عدل بفریاد داد خواہ رسید
سپہر دور خوش اکنون زند کہ ماہ آمد	۳	جہان بکام دل اکنون رسد کہ شاہ رسید
ز قاطعان طریق آن زمان شوند ایمن	۴	قوافل دل و دانش کہ مرد راہ رسید
عزیز مصر برغم برادران غیور	۵	ز قعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید
کجاست صوفی دجال چشم ملحد شکل	۶	بگو بسوز کہ مہدی دین پناہ رسید
صبا بگو کہ چہا بر سرم درین غم عشق	۷	ز آتش دل سوزان و برق آہ رسید
ز شوق روی تو جانان برین اسیر فراق	۸	ہمان رسید کز آتش ببرگ کاہ رسید
(۹)	مرو بخواب کہ حافظ ببارگاہ قبول	(۹)

(۱۶) زود دہ بفتح و در صبحگاہ رسید (۲۴)

امیر تیمور نے شیراز پر لشکر کشی کی اور ملک پر قبضہ کر لیا۔ شاہ یحییٰ نے امیر تیمور کی اطاعت قبول کر لی۔ تیمور نے اسے شیراز پر مسلط کر دیا۔ منصور نے جب دیکھا کہ شاہ یحییٰ شیراز پر حکمران ہو گیا ہے۔ فوج لیکر شیراز پر چڑھ آیا۔ شاہ یحییٰ کو شکست دیکر خود شیراز کا حاکم بن گیا۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل اسی واقعہ پر لکھی ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹-۲۰ سوانح حیات

(۱) ترجمہ۔ آگہ منصور بادشاہ کا جھنڈا پہنچ گیا۔ فتح و بشارت کی خوشخبری سورج اور چاند تک پہنچ گئی۔

رایت۔ علم لشکر۔ لشکر کا جھنڈا۔ رایات اسکی جمع ہے۔

(۲) **ترجمہ۔** بخت کے جمال نے فتح کے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا۔ کمال عدل (اعلیٰ درجہ کا انصاف) داد خواہ (فریادی) کی فریاد کو پہنچا

(۳) آسمان اب اچھا زمانہ لائیگا۔ کیونکہ چاند نکل آیا۔ جہان اب اپنے دل کے مقصد کو پہنچیگا۔ کیونکہ بادشاہ آگیا۔

(۴) ترجمہ۔ دل و دانش کے قافلے اسوقت راہزنوں سے محفوظ ہونگے۔ کہ مرد راہ پہنچ گیا۔

مرد راہ۔ محافظ۔ بہادر۔ رہبر۔ کارواں کی حفاظت کرنیوالا بہادر مرد۔ دل و دانش کے قافلہ کو نفس امارہ اور شیطان کی رہزنی سے بچانے کیلئے رہبر اور مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اسطرح قافلوں کو رہزنوں سے بچانے کیلئے بہادر اور منتظم بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ عزیز مصر برادران حاسد کے خلاف مراد۔ کنوئیں کی گہرائی سے نکلکر چاند کی بلندی تک پہنچا۔

عزیز مصر سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام جو آخر کار عزیز مصر ہوئے۔ بھائیوں نے انہیں قعر چاہ میں ڈالدیا تھا۔ مگر خدا نے انہیں وہاں سے نکالکر ان بھائیوں کی خلاف منشاء (خلاف مراد) عزیز مصر بنا دیا اسیطرح منصور بادشاہ بھی اپنے رشتہ داروں کی خلاف مراد شاہ شیراز بن گیا۔ **برغم۔** علی الرغم الف۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعر ۳

غیور۔ بفتح بروزن غفور۔ بہت غیرت کرنیوالا۔ بہت رشک کرنیوالا۔ حاسد۔

تفاؤل ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ نے شکست دی۔ اور وہ ہندوستان سے بھاگ کر فارس چلا گیا۔ ہر چند اپنے بھائیوں سے کہا۔ مگر وہ اس کی مدد پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور برخلاف رہے۔ جب ایران سے فوج لیکر پھر ہندوستان پر چڑھائی کی اسوقت دیوان حافظ سے فال نکالی۔ یہی شعر نکلا۔ چنانچہ کابل اور قندھار کی لڑائیوں میں اس نے اپنے دونوں بھائیوں مرزا عسکری اور مرزا کامران کو شکست فاش دی۔ اور ہندوستان پر چڑھ آیا۔

(۶) ترجمہ۔ دجال فعل اور ملحد شکل صوفی کہاں ہے۔ اسے کہو۔ کہ جل جائے۔ کیونکہ مہدی دین پناہ آگیا۔

دجال۔ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ قیامت کے قریب مشرق کی طرف سے آئیگا۔ اور مدینہ کا قصد کریگا۔ یہانتک کہ مسجد

کو بھی فروغ نہ ہوگا۔ کیمیا فروشوں کی سیاست بھی برہم ہو جائیگی اور وہ آخرکار شام میں جا کر ہلاک ہوگا۔ اس کے پاس ایک باغ بہشت کے طور پر اور ایک آگ دوزخ کے نمونہ کی ہوگی۔ یہ دکھا کر وہ لوگوں سے اپنی خدائی کا اقرار کروانا چاہیگا منافق اور کافر اسکے ہمراہ ہو جائینگے۔ مہدی آخرالزمان کے آنے کا بھی وہی وقت ہوگا۔

ملحد۔ راہ حق سے برگشتہ ہونیوالا۔ از الحاد۔ صوفی سے مراد یہاں صوفی مکار اور زاہد ریاکار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ منصور کے عہد میں ریاکاری اور الحاد وغیرہ کی بیخ کنی ہو جائیگی۔ بعض قلمی دیوانوں میں "دجال چشم" کی بجائے "دجال کیش" ہے

(۷) ترجمہ۔ اے صبا بتا کہ میرے سر پر اس غم عشق میں۔ دل سوزاں کی آگ اور آہ کی بجلی کے ہاتھ سے کیا کچھ گذرا

(۸) ترجمہ۔ اے معشوق تیری چہرہ کے شوق میں اس اسیر ہجر کی وہی حالت ہوئی جو آگ کے کنارے کی بتی کی ہوتی ہے یعنی میں ہجر میں شوق دیدار کی آگ سے جل گیا۔

(۹) ترجمہ۔ نہ سو (نیند میں جا) کیونکہ حافظ بارگاہ قبول میں۔ آدھی رات کے درد اور صبح کے درس کی وجہ سے پہنچا یعنی حافظ کو درجۂ قبولیت اس واسطے حاصل ہوا ہے کہ وہ شب بیدار اور سحرخیز ہے۔ تو بھی اگر یہ رتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو میری طرح شب بیداری اور سحرخیزی اختیار کر۔ خواجہ صاحب ریاضت و مجاہدہ کی تعلیم دیتے ہیں وہ خود فی الواقعہ سحرخیز تھے۔

غزل (۲۱)

بنفشه دوش بگل گفت و خوش نشانی داد	۱	که تاب من بجهان طرهٔ فلانی داد
دلم که مخزن اسرار بود دست قضا	۲	درش ببست و کلیدش بدلستانی داد
شکسته وار بدرگاهت آمدم که طبیب	۳	بمومیائی لطف توام نشانی داد
برو معالجهٔ خود کن ای نصیحت گوی	۴	شراب و شاهد و ساقی کرا زیانی داد
تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش	۵	که دست داد و دهش را و ناتوانی داد
گذشت بر من مسکین و با رقیبان گفت	۶	دریغ عاشق مسکین من که جانی داد
(۷)	خزینهٔ دل حافظ ز گوهر اسرار بیمن عشق تو سرمایهٔ جهانی داد	(۷)

(۱) ترجمہ۔ بنفشہ نے گل چوں سے کہا اور کیا اچھا پتہ دیا کہ مجھ کو پیچ و تاب فلاں (معشوق) کی زلف نے دیا ہے
یعنی بنفشہ کو پیچ و تاب زلف معشوق کے پیچ و تاب سے حاصل ہوا ہے یا بنفشہ زلف معشوق سے پیچ و تاب میں ہے

دیکھا نہیں یہ رشک و حسد وہ بلا کہ آج	(مومن)	سنبل کو تیری زلف کا سا پیچ و تاب تھا	

اسی مضمون پر ہے۔

سنبل بتاب و لالہ ستیزہ گل بناز		یک جلوہ زاں جمال بگلزار آمدہ	

(۲) ترجمہ۔ میرا دل جو بھیدوں کا خزانہ تھا۔ قضا کے ہاتھ نے اسکا دروازہ بند کر دیا۔ اور اس کی کنجی ایک معشوق کے حوالے کر دی۔

یعنی میرے دل کے خزائن راز پر اب میرا کچھ اختیار نہیں۔ چابی معشوق کے ہاتھ میں ہے۔
مولانا سید حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کی تفسیر میں خواجہ صاحب کا یہ شعر لکھ کر شب معراج کا مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا ہے جو حدیث میں ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل نے مجھ کو تکیہ دیا۔ اور سینہ کے اوپر سے میری ناف تک میرے جسم کو چیرا۔ حضرت میکائیل آب زمزم کی ایک طشت لائے اور میرے سینہ کو رگوں کو اور حلق کو اس پانی سے دھو دیا۔ حضرت جبرائیل نے میرا دل نکالا۔ اسے چیرا اور ایک طلائی طشت سے حکمت و ایمان نکالکر میرے دل میں بھر دیا۔ اور پھر اسے اپنی جگہ پر رکھدیا۔ پھر خاتم نور سے میرے دل پر مہر لگی۔
چنانچہ اس راحت اور لذت کا اثر اب تک میرے عروق و مفاصل میں موجود ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں تیری درگاہ میں شکستہ ہو کر آیا ہوں۔ کیونکہ طبیب نے تیرے لطف کی مومیائی کا مجھے پتہ دیا۔

مومیائی۔ ایک سیاہ رنگ دوا کا نام ہے۔ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مصنوعی۔ دوسری قدرتی۔ مصنوعی مومیائی کی ترکیب ساخت کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک سرخ رو اور سرخ مو لڑکے کو لیکر اسکی پرورش کرتے ہیں جب اس کی عمر تیس سال کے قریب ہو جاتی ہے تو ایک پتھر کا برتن بناتے ہیں۔ اسے شہد اور ادویہ سے پر کر دیتے ہیں اور اس جوان کو اسمیں کھڑا کر کے برتن کا منہ بند کر دیتے ہیں۔ تاریخ اس پر لکھ دیتے ہیں جب ایک سو بیس برس گذر جاتی ہیں۔ اسکو کھولتے ہیں۔ شہد اور وہ آدمی تمام مومیائی ہو جاتا ہے۔ ہر عضو کی شکست کی اصلاح کیلئے اسی وجود کا وہی عضو استعمال کرتے ہیں۔

قدرتی مومیائی کی متعلق مشہور ہے کہ پارس کی مضافات میں یا ہی نام ایک گاؤں ہے اسکی نزدیک پہاڑ میں ایک تالاب ہے۔ ہر سال میں ایکدفعہ اس چشمہ میں جوش آتا ہے۔ اور اس کی کنارہ پر کوئی چیز موم کی طرح منجمد ہو جاتی ہے

ہر کاری آدمی وہاں متعین ہوتے ہیں۔ جو اسکو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ اس گاؤں کے نام کی نسبت سے موم یائی یا مومیائی کہتے ہیں۔ صاحب کشف نے لکھا ہے۔ کہ اس چشمہ پر ایک مس کی تختی لگی ہے۔ سال کے بعد اس تختی کو اٹھاتے ہیں۔ چند درم مومیائی اس سے نکلتی ہے۔ یہ بیان قاطع میں لکھا ہے۔ کہ دراصل یہ لفظ موم آئین تھا۔ کیونکہ جب یہ کان سے نکالتے ہیں۔ تو یہ دوا موم کیطرح نرم ہوتی ہے۔ کثرت استعمال سے مومیائی ہو گیا (غیاث اللغات)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں شکستہ حال ہوں۔ اور تیری لطف و کرم کی امید پر تیرے دربار میں آیا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ اے ناصح جا اور اپنا علاج کر۔ شراب۔ معشوق اور ساقی نے کسکو نقصان پہنچایا۔

مطلب یہ ہے کہ اے ناصح تیرے دماغ میں فتور ہے۔ اسلئے تو ہمیں مے و معشوق سے منع کرتا ہے۔ چاہیئے اپنے ہوش کی دوا کر۔ مے و معشوق سے کبھی کسیکو نقصان نہیں پہنچا۔ درد عشق کی دوا بتانیوالے اور پوچھنے والے سب بیوقوف ہیں۔

[illegible] درد عشق کی	[illegible] ہوش [illegible] دوا کرے

(۵) ترجمہ۔ [illegible]

یعنی جو آدمی فیاض ہے خدا اسکی عیش سلامت رکھے۔ اس شعر میں حرف ق۔ د۔ ش کی کثرت دیکھو اور اس کثرت کے لطف کی داد دو۔

(۶) ترجمہ۔ مجھ مسکین (کی قبر) سے گذرا اور رقیبوں کو کہا۔ افسوس ہے مسکین عاشق پر کہ اس نے جان دیدی۔ یہ بھی معشوقانہ انداز اور چھیڑ ہے۔ قاتل ہو کر افسوس کرتے ہیں۔ اور قتل کرنے کے بعد

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا
کل وہ چھیہ لوگوں کو لیکر اپنے ساتھ	تربتیں لے جا کے دکھلاتے رہے
اس میں ہے مجنوں اور اس میں ہے کوہکن	عاشقان ناز ہیں جاتے رہے
بعد اس کے پھر ہماری قبر پر	دیر تک افسوس فرماتے رہے
سب نے جب پوچھا کہ اس میں کون تھا	آپ جو رہ رہ کے پچھتاتے رہے
رو کے بولی یہ عاشق کا مزار	جان دے دی لاکھ سمجھاتے رہے

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے دل کے خزانہ نے اسرار کے موتیوں سے تیرے عشق کی برکت سے ایک جہاں کو سرمایہ دیا۔ یعنی تیرے عشق کی برکت سے حافظ کے دل کا خزانہ اسرار معرفت سے پر تھا اور تمام جہان نے اسی خزانہ سے گوہر اسرار کا حصہ لیا۔

غزل (۲۲)

پیرانہ سرم عشق جوانی بسر افتاد	۱	وان راز کہ در دل بنہفتم بدر افتاد
از راہ نظر مرغ دلم گشت ہواگیر	۲	ای دیدہ نظر کن کہ بدام کہ در افتاد
دردا کہ ازان آہوی مشکین سیہ چشم	۳	چون نافہ بسی خون دلم در جگر افتاد
بار غم او عرض بہرکس کہ نمودند	۴	عاجز شد و این قرعہ بنامم زسر افتاد
از رہگذر خاک سر کوی شما بود	۵	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد
مژگان تو تا تیغ جہانگیر بر آورد	۶	بس کشتۂ دل زندہ کہ بر یکدگر افتاد
این بادہ کہ پرورد کہ خمار خرابات	۷	از بوی بہشتیش ز خود بیخبر افتاد
بس تجربہ کردیم درین دار مکافات	۸	با دردکشان ہر کہ درافتاد برافتاد
گر جان بدہد سنگ سیہ لعل نگردد	۹	با طینت اصلی چہ کند بدگہر افتاد

(۱۰) حافظ کہ سر زلف بتان دست کشش بود
بس طرفہ حریفیست کش اکنون بسر افتاد (۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ پیرانہ سری میں ایک جوان کا عشق میرے سر میں پیدا ہوا ۔ وہ راز جو میرے دل میں چھپا ہوا تھا ظاہر ہو گیا

(۲) ترجمہ ۔ آنکھوں کے راستے سے میرے دل کا پرندہ ہواگیر ہوا ۔ اے آنکھ دیکھ کہ کس کے جال میں جا پھنسا ہے ۔

ہواگیر ہوا ۔ یعنی اڑا ۔ تیز ہوا ۔ یعنی شوق ۔ عشق چونکہ معشوق کو دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے ۔ اسلئے کہا ہے کہ میرا دل آنکھوں کے راستے سے نکلکر کہیں چلا گیا ہے ۔ مولف نے کہا ہے ۔

مری آنکھوں سے ہو کر آتش غم پہنچی پہلو میں
اٹھی گوشہ نشینوں سے لگی خلوت نشینوں میں

(۳) ترجمہ ۔ افسوس کہ اس سیہ چشم مشکین آہو سے ۔ نافہ کیطرح بہت خون دل میرے جگر میں پڑا ۔

نافہ ۔ مشک (کستوری) کی تھیلی جو ایک قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ خون منجمد ہو کر ہرن کی ناف میں اکٹھا ہوتا رہتا ہے جب تھیلی بھر جاتی ہے ۔ تو ناف میں ایک قسم کی خارش پیدا ہو جاتی ہے ۔ اسلئے ہرن درختوں اور پتھروں سے

سے اپنی ناف کو رگڑتا ہے۔ جس سے نافہ الگ ہو کر گر پڑتا ہے۔ آہو مشکین۔ نافہ۔ اور خون کی رعایت ظاہر ہے

(۴) ترجمہ۔ اس کی غمِ عشق کا نامہ جسکے پیش کیا گیا۔ وہ عاجز ہوا اور قرعہ میرے نام پر شروع سے پڑا بعض پرانی قلمی دیوانوں میں "بنامِ من زسر افتاد" کی بجائے "بنامِ ما بشب افتاد" ہے۔ [illegible] ازل قضا و قدر تشریح کیلئے دیکھو شعر د ۱۴۵/۵۔ جہاں اس مضمون پر انشاء اللہ العزیز بالتفصیل بحث ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ تمہاری کوچہ کی خاک کی راہ سے تھا۔ ہر ایک نافہ جو نسیم سحر کے ہاتھ لگا۔

مطلب یہ ہے۔ کہ نسیم سحر کے پاس جتنی خوشبو ہے وہ تیری کوچہ کی خاک سے اڑا کر لائی ہے۔ یعنی دنیا میں جسقدر حسن وخوبی ہے۔ اسکا ماخذ محبوب حقیقی کا حسن ہے

عالم سوادِ نافۂ آں خالِ مشکبوست	یک نفحہ زاں نسیم بہ تاتار آمدہ

(۶) ترجمہ۔ تیری پلکوں نے سب سے تیغ جہانگیر لگائی ہے بہت سے زندہ دل والے مقتول ہیں جو ایک دوسرے پر گر رہے ہیں یعنی تیری خنجر مژگاں نے کشتوں کی پشتی لگا دی ہیں۔ کشتہ دل زندہ اس واسطے کہا کہ کشتۂ ناز کا دل ہمیشہ زندہ رہتا ہے

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را	ہر زماں از عشق جانِ دیگر است

(۷) ترجمہ۔ یہ شراب کس نے کھینچی ہے۔ کہ خرابات کا مسفر دش۔ اسکی مستی خوشبو سے اپنے آپ سے بیخبر ہو گیا ظاہر ہے کہ یہ شراب انگور نہیں شراب طہور ہے یا شراب عشق۔ شراب عشق کا ساقی پہلے خود اسی شراب سے مست ہوا۔ اور کائنات کو عدم سے وجود میں لایا۔ کنت کنزاً مخفیاً کی مضمون کیطرف اشارہ ہے۔ دیکھو شعر الف ۱

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کا شعر ہے۔

[illegible]	[illegible]

(۸) ترجمہ۔ ہم نے اس دارِ مکافات میں [illegible] تجربہ کیا ہے کہ جو شخص [illegible] درد کشوں [illegible] آزار [illegible] خستہ حال ہوا

دارمکافات۔ دنیا۔ عوض کا گھر۔ بدلہ کا مکان۔ سزا کی جگہ۔ چونکہ دنیا میں خیر و شر کا اجر ہوتا ہے اسلئے دارِ مکافات کہتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ اے طالب جری	ہیں مکن با ہیچ مظلومے مری

درویش سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر بے حقیقت نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں عارف ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ومن عادی اللہ تعالیٰ ولیاً فقد بارز اللہ بالمحاربۃ ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الخ۔ یعنی جس نے دشمنی کی ولی خدا سے۔ پس تحقیق نکلا اللہ تعالیٰ کی روبرو واسطے لڑائی کے

اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیکوں پرہیزگاروں پوشیدہ حالوں کو۔

(۹) **ترجمہ۔** اگر سنگ سیاہ جان بھی دیدے تو لعل نہیں ہو سکتا۔ ذاتی طینت کو کیا کرے اسکا اصل ہی یہ واقع ہوا ہے اس مضمون پر شعر الف ۲۶ میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔ نیز دیکھو شعر ت ۱۳/۸ عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہیچ سود نکند تربیت ناقابل	گرچہ برتر نہی از خلق جہان مقدارش
سبز و خرم نشود از نم باران ہرگز	خار خشکے کہ نشانی لب دریا ارش

شیخ آذری کا شعر ہے

زنہار آذری ز کجاں راستی مجو	نتواں نمود راست درخت خمیدہ را

(۱۰) **ترجمہ۔** حافظ جسکا دست کش معشوقوں کی زلف کا سر تھا ایک عجیب حریف سے جسکے اب اسکا واسطہ پڑا ہے

دستکش۔ وہ چیز جو ہاتھ کی مالش سے فرسودہ ہو گئی ہو۔ تحفہ مخصوص ہاتھ سے کھینچنے کی چیز۔ وغیرہ وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ ہمیشہ معشوقوں کی زلفوں کو اپنا دستکش بنائے رکھتا تھا اب ایسے معشوق پر عاشق ہوا ہے جو غضب کا حریف ہے ایک ملا ہے اسکی زلف سے دست درازی کرنا آسان کام نہیں۔

غزل (۲۳۱)

برید باد صبا دوشم آگہی آورد	۱	کہ روز محنت و غم رو بکوتہی آورد
بمطربان صبوحی دہیم جامۂ پاک	۲	بدین نوید کہ باد سحرگہی آورد
نسیم زلف تو شد خضر راہم اندر عشق	۳	زہی رفیق کہ بختم بہمرہی آورد
بیا بیا چو تو حور بہشت را رضوان	۴	درین جہان ز برای دل رہی آورد
بجز خاطر ما کوشش کاین کلاہ نمد	۵	بسی شکست کہ بر افسر شہی آورد
چہ نالہ ہا کہ رسید از دلم بخرگہ ماہ	۶	چو یاد عارض آن ماہ خرگہی آورد

(۷)	رساند رایت منصور بر فلک حافظ چو التجا بجناب شہنشہی آورد	(۷)

منصور بادشاہ نے شاہ یحیی کے لشکر کو شکست دیکر شیراز پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ خواجہ صاحب نے اسی واقعہ کے متعلق یہ غزل بھی تہنیت کے طور پر لکھی۔ دیکھو تمہیدی نوٹ غزل (۳۰) ردیف ت!

(۱) ترجمہ۔ بادصبا کا قاصد کل میرے پاس خبر لایا کہ محنت و غم کا دن اب روبکمی ہے (گھٹتا جاتا ہے۔)

(۲) ترجمہ۔ ہم مطربان صبوحی (شراب صبح) کو اپنا جامہ پاک (خرقہ تقوی) دینگے اس خوشخبری کے عوض جو باد سحر لائی

یعنی خرقہ تقوی و زہد کو رہن شراب عشق کرینگے۔ کیونکہ ہمیں کاروبار عشق میں اب کشایش کی خوشخبری دیگئی ہے

(۳) ترجمہ۔ تیری زلف کی خوشبو عشق میں میری خضر راہ (رہبر) ہے۔ بہت اچھا رفیق ہے جو میری بخت نے میرے ہمراہ کیا۔

یعنی تیرا لطف میرا رہنما بنا ہے اب منازل عشق کو بخیریت طے کر سکونگا۔ زہے قسمت۔!

(۴) ترجمہ۔ آ آ کہ تجھہ جیسی حور بہشت کو رضوان۔ اس جہان میں بندہ کے دل کیلئے لایا۔

رہی۔ بکسر تین بالفتح اول و کسر ثانی۔ غلام۔ عبد۔ بندہ۔

رضوان یعنی موکل بہشت۔ تجھہ حوری نژاد کو بہشت سے نکال کر دنیا میں میرے لئے لایا ہے۔ اسلئے میرے پاس آ جا۔

[illegible]	[illegible] دنیا میں [illegible]

بعض نسخوں میں پہلا مصرعہ اسطرح ہے "بیا بیا کہ طہور بہشت داد رضوان" اسصورت میں طہور سے مراد شراب طہور ہو گی۔

(۵) ترجمہ۔ ہمارے دل کے ساتھہ نیکی کرنیکی کوشش کر۔ رندوں کی ٹوپی نے بادشاہی تاج کو بہت شکستیں دی ہیں۔

کلاہ رند سے مراد وہ رندی ٹوپی جو قلندر۔ رند درویش لوگ استعمال کرتے ہیں ظاہر ہے کہ درویشوں کی خاطرداری ضروری ہے بادشاہ بھی درویشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اگر کسی بادشاہ نے کسی درویش کو ستایا ہے۔ تو ہمیشہ یہی نتیجہ ہوا ہے کہ وہ خود ذلیل و خوار ہوا۔

مولانا روم فرماتے ہیں

تا دل مرد خدا نامد بدرد	ہیچ قومی را خدا رسوا نہ کرد

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د ۲۲/۸ اور شعر ت ۵/۱۰۔ کلاہ رند کی خدا کے گھر میں بڑی قیمت ہے

حکایت۔ کہ ایک روز شیخ **احمد جامی** ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ اور رندہ کی ٹوپی سر پر تھی فرمان رب العزت ہوا۔ کہ اے احمد تو کلاہ رند فروخت کریگا؟ شیخ نے جواب دیا کہ خدا تیرے پاس اس ٹوپی کی قیمت ہے۔ جو خریدیگا۔ فرمان باری آیا کہ اے احمد جو کچھہ تو مانگیگا دونگا۔ شیخ نے جواب دیا کہ اگر تو دنیا اور عقبی قیمت دے تو میں ٹوپی کے عوض نہیں لونگا۔ اور تو خود پہلے ہی سے میرا ہے۔ اور تیرے پاس کیا ہے۔ جو دیگا۔

لطیفہ۔ صاحب گلشن معرفت نے اس شعر کا اسطرح ترجمہ کیا ہے "ہماری خاطر کے ساتھہ نیکی کی کوشش کر"

کر یہ بلندی کی خوبی بہ نسبت بہت گھٹ گئی ہو۔ کہ جو تاج شاہی بھی جاتی تھی"

(۶) **ترجمہ** کسقدر نالے مرغ دل نے چاند کی منزل تک پہنچے۔ جب مجھ اس ماہ خرگہی کی عارض یاد آئے۔

خرگاہ بالکسر۔ خوشی کیجگہ۔ کیونکہ خر بزبان پہلوی بمعنی خوشی ہے مجازاً خرگاہ بمعنی خیمہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ خیمہ بھی خوشی کیجگہ ہے برہان قاطع میں لکھا ہے۔ کہ اصل میں لفظ خرگاہ بفتح ہے خر بمعنی کلان (مثلاً خرگوش وغیرہ) خرگاہ بمعنی خیمہ کلان خرگاہ بکسر اسواسطے پڑھتے ہیں کہ اشتراک معنی حمار اگر باہمی کراہت پیدا نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

خرگہ ماہ یعنی برج سرطان جو خانہ ماہ ہے کبھی خرگہ ماہ سے ہالہ ماہ مراد لیتے ہیں (غیاث اللغات)

ماہ خرگہی یعنی ماہ پردہ نشین۔ ماہ خوش منزل معشوق۔ خرگہ ماہ اور ماہ خرگہی میں تقدیم و تاخیر لطیف ہے۔

(۷) **ترجمہ** حافظ نے منصور بادشاہ کی جھنڈی کو آسمان پر پہنچایا۔ جب شہنشاہی دربار میں التجا کی۔

یعنی حافظ نے بارگاہ رب العزت میں دعا و التجا کی تو منصور بادشاہ کا جھنڈا آسمان پر پہنچا۔

منصور کی فتح شیراز کو اپنی دعا سے منسوب کرتے ہیں۔

غزل (۲۴)

۱ بکوی میکدہ یارب سحر چہ مشغلہ بود / کہ جوش شاہد و ساقی و شمع و مشعلہ بود
۲ حدیث عشق کہ از حرف و صوت مستغنیست / بنالۂ دف و نی در خروش و ولولہ بود
۳ مباحثی کہ دران حلقۂ جنون میرفت / ورای مدرسہ و قیل و قال و مسئلہ بود
۴ دل از کرشمۂ ساقی بشکر بود ولی / ز نامساعدت بختش اندکی گلہ بود
۵ قیاس کردم ازان چشم جادوانۂ مست / ہزار ساحر چون سامریش در گلہ بود
۶ بگفتمش بلبم بوسۂ حوالت کن / بخندہ گفت کیت با من این معاملہ بود
۷ ز اخترم نظر سعد در رہ است کہ دوش / میان ماہ و رخ یار من مقابلہ بود

(۸) دہان یار کہ درمان درد حافظ داشت (۸)
فغان کہ وقت مروت چہ تنگ حوصلہ بود

خلافِ معمولِ شعرا خواجہ صاحب کی غزلوں میں اکثر مسلسل مضمون پایا جاتا ہے۔ اس غزل کا مضمون بھی مسلسل ہے۔ اور ایک خاص بزم طرب کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ساقی و شاہد و شمع موجود ہیں مطرب دف و نے سے قصہ ہائے عشق بیان کر رہا ہے مضامین عشق پر بحثیں ہو رہی ہیں۔ مگر یہ بحثیں اصول منطق و فلسفہ کی پابند نہیں ہیں معشوق کی چشم جادو عاشقوں پر سحر کر رہی ہے۔ عاشق ایک بوسہ کی طلب کرتا ہے جواب ملتا ہے کہ ہمارا تمہارا یہ لین دین کب سے ہے؟

(۱) ترجمہ۔ اے خدا کوچہ میکدہ میں صبح کیوقت کیا شغل تھا کہ شاہد و ساقی۔ شمع و مشعلہ کا جوش تھا۔

مشعلہ۔ بالفتح و بالکسر بمعنی مشعل مشہور ہے۔ عموماً جلسہ ہائے طرب میں روشنی کیلئے کپڑے کی گدی کو تیل میں تر کرکے بانسوں میں ڈال کر آگ لگاتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ عشق کی حکایت جو حرف اور آواز سے مستغنی ہے۔ دف اور نے کی آواز سے شور اور ولولہ میں تھی۔
مطلب یہ ہے۔ کہ قصہ ہائے عشق بیان کی محتاج نہیں۔

گرچہ تفسیر زبان روشن گر است
لیک عشق بے زبان روشن تر است

بزم یار میں جب چند بے تکلف بیٹھکر بھی عشق کے راز و نیاز بیان ہو سکتے ہیں۔ نگاہوں نگاہوں میں ہی ساری حکایتیں اور قصے ل ہوجاتے ہیں۔ مگر اس بزم میں مطرب بھی موجود تھا۔ اور دف و نے سے قصہ ہائے عشق بیان کر رہا تھا۔ جس سے مجلس میں اور زیادہ جوش و خروش پیدا ہو گیا۔

(۳) ترجمہ۔ جو مباحثے اس بزم جنوں میں ہوتے ہیں وہ مدرسہ اور قیل و قال (اور مسائل) کے اصولوں سے باہر تھے۔
ظاہر ہے کہ عشق کے مضامین پہ مباحثے منطق اور فلسفہ کے قواعد کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ایسی بحث میں حجت اور دلیل کا کچھ کام نہیں۔ یہ علم لدنی ہے۔ چوں و چرا کی اسمیں گنجائش نہیں۔

رموز علم ادریسی بود ذوقی نہ تدریسی
چہ داند ذوق ابلیسی رموز علم الاسما

عشق ایک جنون ہے عقل و دانش کے اصول اور قواعد وہاں حاوی نہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھو شعر ت ۲ اور ت ۵۶

(۴) ترجمہ۔ دل ساقی کے کرشمہ کا شکر گذار تھا۔ لیکن بخت کے ناموافق ہونے کا اسے کچھ گلہ تھا۔

یعنی ساقی موجود تھا۔ اور دل اس کے ناز و ادا کا شکر گذار تھا۔ ہم بزم ہونیکا شکریہ ادا کرتا تھا۔ لیکن بدنصیبی سے گلہ تھا۔ کہ بوس و کنار سے محروم رہا۔ شکریہ معشوق کا ہے اور گلہ بخت سے یہ طریق ادب ہے ورنہ گلہ بھی معشوق سے ہونا چاہئے۔ دیکھو شعر ۴۸

(۵) ترجمہ۔ میں نے اس مست جادو گر آنکھ سے قیاس کیا کہ سامری جیسے ہزار جادو گر اسکے شاکی تھے (عاجز آگئے تھے) یا اس کے گلہ میں تھے (اس کو سپرد تھے)

سامری ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیوقت کا ایک شخص ہو۔ جادوگر۔ شہر سامرہ کا رہنے والا تھا۔ سورہ اعراف میں اس کی جادوگری کا قصہ ہے۔ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّہِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ یعنی قوم موسیٰ نے ان کے جانیکے بعد قبطیوں کے زیور سے ایک گوسالہ بنایا۔ ایک جسم تھا۔ جس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ یہ گوسالہ سامری نے تیار کیا تھا قبطیوں کے سونے چاندی کے زیور جو بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے عاریت لئے ہوئے تھے۔ یہ تمام زیور حضرت ہارون علیہ السلام کے حکم سے سامری کے پاس امانت کے طور پر جمع کئے گئے۔ سامری زرگری میں ماہر تھا اس نے تمام زیوروں سے ایک گوسالہ کی شکل بنائی جو بے روح تھی۔ سامری نے ایکدفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا۔ اس گھوڑے کے سم کے نیچے کی خاک اس نے اٹھا کر کے اپنے پاس رکھی تھی۔ جب گوسالہ کو سامری نے قالب سے نکالا۔ اس کے منہ میں اس خاک میں سے کچھ مٹی ڈال دی۔ خداتعالیٰ نے اس گوسالہ کو زندہ کر دیا اور وہ زندہ گوسالہ کیطرح آواز کرنے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس گوسالہ کی آواز سنکر بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ سر بسجود ہوگئے اور اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منحرف ہو کر گمراہ ہو گئے

شعر کا مطلب یہ ہے کہ سامری جیسے ہزار ساحر میرے معشوق کی چشم جادوگر کے جادو سے عاجز ہیں ظاہر ہے کہ سامری کی جادوگری کا اثر عارضی تھا اور آخرکار حقیقت باطل پر غالب آگئی۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے اسے کہا۔ کہ میرے لب کو ایک بوسہ حوالہ کر (دے) ہنس کر جواب دیا کہ تیرا میرا اس قسم کا لین دین تھا یعنی مجھے بوسہ نہ دیا اور یہ کہدیا کہ جاؤ ہمارے تمہارے درمیان بوسہ لینے دینے کا کوئی لین دین نہیں۔

(۷) ترجمہ ۔ میرے اختر سے نظر سعد راہ میں ہے کیونکہ کل۔ چاند اور میرے معشوق کے چہرہ کے درمیان مقابلہ تھا۔ اصطلاح علم نجوم میں سوائے سورج کے ہفت کواکب سیارہ میں سے دو سیاروں کے ایک ہی برج میں ایک درجہ اور ایک دقیقہ میں یکجا ہونے کو قرآن کہتے ہیں اور بعض قران سعد ہیں مثلاً زہرہ کا مشتری کے ساتھ قران ۔ چاند کا زہرہ کے ساتھ قران اور مشتری کا چاند کے ساتھ قران ۔ مولود کے حق میں اور ہر ایک کام کرنیکے لئے یہ تینوں قران بہت نیک اور مبارک ہیں

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح چاند ۔ زہرہ مشتری کے باہم قران مبارک ہوتے ہیں اور ایسے قران سے نیک بختی اور خوش نصیبی کی امید ہو جاتی ہے اسی طرح میرے معشوق کا چہرہ جو زہرہ اور مشتری کی طرح مبارک ہے چاند کے ساتھ مقابل ہوا ہے یعنی قران سعد ہوا ہے ۔ اسلئے مجھے نیک بختی کی امید ہو گئی ۔ نظر سعد در رہ است سے مراد سعد کی امید ۔

(۸) ترجمہ ۔ معشوق کا دہن جسکے پاس حافظ کے درد کا علاج تھا ۔ افسوس کہ مروت کیوقت کتنا تنگ حوصلہ نکلا ۔

حوصلہ - پوٹہ - پرند جانوروں کا معدہ جو حلق کے نیچے ہوتا ہے جسمیں وہ دانہ جمع کرلیتے ہیں - مجازاً مقدور - ہمت تحمل - برداشت - نہ ہی معشوق ایسوں ہی تنگ حوصلہ ہوتا ہے اور مروت کسوقت یعنی بوسہ کی التجا پر تو تنگ حوصلہ ہی ہو جاتا ہے - یعنی بوسہ دینے میں فیاضی نہیں کرتا - بلکہ بڑی بخیلی ظاہر کرتا ہے -

غزل (۲۵)

بوی خوش تو هر که ز باد صبا شنید	۱	از یار آشنا سخن آشنا شنید
اینش سزا نبود دل حق گذار من	۲	کز غمگسار خود سخن ناسزا شنید
ای شاه حسن چشم بحال گدا فکن	۳	کین گوش بس حکایت شاه و گدا شنید
خوش میکنم بباده مشکین مشام جان	۴	کز دلق پوش صومعه بوی ریا شنید
سر خدا که عارف سالک بکس نگفت	۵	در حیرتم که باده فروش از کجا شنید
ما باده زیر خرقه نه امروز می کشیم	۶	صد بار پیر میکده این ماجرا شنید
یارب کجاست محرم رازی که یکزمان	۷	دل شرح آن دهد که چه دید و چها شنید
مامی ببانگ چنگ امروز می کشیم	۸	بس دور شد که گنبد چرخ این صدا شنید
ساقی بیا که عشق ندا میکند بلند	۹	آنکس که گفت قصهٔ ما هم ز ما شنید
محروم اگر شدم ز سر کوی او چه شد	۱۰	از گلشن زمانه که بوی وفا شنید
پند حکیم عین صوابست و محض خیر	۱۱	فرخنده بخت آنکه بسمع رضا شنید

(۱۲) حافظ وظیفهٔ تو دعا گفتن است و بس (۱۲)
در بند آن مباش که نشنید یا شنید

(۱) ترجمہ - جس کسی نے تیری خوشبو باد صبا سے سونگھی - یار آشنا سے آشنا کی بات سنی
باد صبا معشوق کی زلف عنبرین سے خوشبو مشام عاشق تک لاتی ہے اسی طرح عارف سالک معشوق حقیقی کی نفحات سے عشاق کی مشام جان کو معطر کرتا ہے - یار آشنا سے مراد عارف سالک (باد صبا) آشنا سے مراد محبوب

(۲) ترجمہ - میرے حق گذار دل کی لائق و سزاوار یہ نہ تھا - کہ اپنے غمگسار سے ناسزا باتیں سنے -

حق گذار - حق ادا کرنیوالا -

(۳) ترجمہ - اے حسن کے بادشاہ فقیر کی حال پر نظر کر - کیونکہ اس کان نے شاہ و گدا کی بہت حکایتیں سنی ہیں - یعنی میں نے بادشاہوں کے فقیروں پر نظر عنایت فرمانے کی بہت حکایتیں سنی ہیں تو بھی اقلیم حسن کا بادشاہ ہے - اور میں کشور عشق کا گداگر - میری حال پر رحم فرما - یا یہ کہ میں نے ہزارہا بادشاہوں اور گداؤں کی حکایتیں سنی ہیں - جواب نہیں رہے - اسلئے اب وقت ہے - میرے حال پر مہربانی فرمالے

(۴) ترجمہ - میں اپنے مشام جان کو شراب خوشبودار سے خوش کرتا ہوں کیونکہ اس نے عبادتگاہ کی خرقہ پوشی سے ریا کی بو سونگھی ہے

یعنی زاہدان ظاہر دار کی ریاکاریاں دیکھکر میرا دل پژمردہ ہوگیا ہے اب اسی شراب سے زندہ اور خوش کر رہا ہوں مطلب یہ ہے کہ ریاکاری سے شراب خواری اچھی ہے - یا زہد خشک سے درد عشق بدرجہا افضل ہے -

(۵) ترجمہ - خدا کا راز جو عارف سالک نے کسی کو نہ بتایا - حیران ہوں کہ بادہ فروش نے کہاں سے سن لیا مطلب یہ ہے - کہ معرفت الٰہی کے اسرار جو صرف نبیوں کو بتائے گئے وہ ان رندان خراب حال کو کسطرح معلوم ہوگئے -

اس شعر میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے - جو اجمالاً یہاں درج کیا جاتا ہے -

کہتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت کردگار جل قدرتہ نے ستر ہزار کلمات اسرار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر کئے اور فرمایا کہ ان میں سے پینسٹھ ہزار کلمات آپ یاران اخیار اور اصحاب ابرار پر ظاہر کر سکتے ہیں - مگر پانچ ہزار کلمات پوشیدہ رکھنے چاہئیں اور خواص تک کو بھی ان کا علم نہیں ہونا چاہئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پینسٹھ ہزار اسرار میں سے بعض اسرار اپنے صحابہ کرام کو بتا دیئے اور قریباً دس ہزار راز انہی اسرار میں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتائے - مگر ان باقی پانچ ہزار کلمات میں سے کسی راز کا کسی شخص کو بھی پتہ نہ دیا - ایکدن حضرت رسالتپناہ طائفہ اخوان الصفا کے یاران وفا کی پاس سے گذرے اور وہ راز جو کسی پر ظاہر نہیں کئے گئے تھے ان رندان مجذوب روشن ضمیر سے سنے - حضرت نے فرمایا کہ یہ اسرار تمکو کس نے بتائے - انہوں نے جواب دیا کہ جس نے آپکو بتائے اور پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا - اسی نے ہمکو بھی کسی فرشتہ یا رسول کی وساطت کے بغیر وہ راز بتا دیئے ہیں حضرت رسول کریم صلی علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے قرب و قبول کو دیکھکر بہت حیران ہوئے -

شرح مثنوی مولانا روم میں بھی یہ واقعہ درج ہے وہاں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کے اس شعر میں بھی اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے -

مولانا روم کے مندرجہ ذیل اشعار کی شرح میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے -

حرف و صوت و گفت را برہم زنم	تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم
آن دمے کز آدمش کردم نہاں	با تو گویم اے تو اسرار جہاں
آن دمے را کہ نگفتم با خلیل	واں غمے را کہ نداند جبرئیل
آن دمے کز وے مسیحا دم نزد	حق ز غیرت نیز بے ما ہم نزد

اس شعر میں بھی اسی واقعہ و مضمون کیطرف اشارہ ہے۔

جو شب کو ہوئی ہیں باتیں وہ دن کو سنیں یا صبا یا تھا	سالک نے زباں سے کچھ نہ کہا مجذوب پکارا خوب بنا

لسان الغیب کے اس شعر پر لسان العصر حضرت اکبر مرحوم نے اپنی مخصوص طرز میں حسب ذیل تضمین کی ہے۔

میں نے کہا یہ اپنے خیال خضر سے آج	بتلاؤ اس روش سے ترقی کی کیا امید
ہر گام پر جو طاعت حق سے الگ پڑا	ہوتے رہو گے مرکز قومی سے تم بعید
ہاں انتشار و جہل کی تکمیل ہو گی جب	ہو جاؤ گے بتان کلیسا کے تم مرید
شاید کہ مدعا ہے تمہارا بس یہی	ہر چند ابھی ہے علم کے پردے میں ناپدید
حیرت سے مجھ کو دیکھ کے اس خضر نے کہا	حافظ کا ایک شعر جو معنی کو تھا مفید
سر ازل کہ پیر مغاں با کسی نہ گفت	در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

خواجہ صاحب نے اس شعر میں ان رندان خرابات کی تعریف کی ہے کہ جن کا درجہ بیان ہو چکا ہے جو بظاہر خراب ستے ہیں۔ مگر ان کے دل اسرار معرفت سے معمور ہیں اور اس درجہ کے روشن ضمیر ہیں کہ اسرار الٰہی بلا واسطہ ان تک پہنچتے ہیں

(۶) ترجمہ سہم نے صرف آج ہی خرقہ کے نیچے شراب نہیں چھپائی۔ سو دفعہ پیر میکدہ نے یہ ماجرا سنا ہے۔
اس شعر میں خواجہ صاحب نے زاہدان ریاکار کی چھپ کر پینے کیطرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی یہ لوگ گرچہ بظاہر بڑے پرہیزگار اور متقی ہیں مگر در پردہ کئی ممنوعات کا استعمال کرتے ہیں۔

واعظ کتاب وعظ لئے ہے تو کیا ہوا	بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے

(۷) ترجمہ۔ اے خدا محرم راز کہاں ہے کہ تھوڑی دیر کیلئے۔ دل بیان کرے کہ اس نے کیا دیکھا اور کیا سنا اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱۳۔ محرم راز کے سوا اور کوئی شخص راز کی بات نہیں سمجھ سکتا جو ماجرا انسان پر گذرا ہو اس کی حقیقت بیان کرنے میں اسی پر واضح نہیں ہو سکتی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

آہنگ دراز شب رنجوری مشتاق	با آں نتواں گفت کہ بیدار نہ باشد

مرغانِ قفس را الم باشد و شوقے کاں مرغ نہ داند کہ گرفتار نہ باشد

امیر مینائی کا شعر ہے۔

کب زاہدوں کو مسئلۂ عشق کا ہے فہم نامحرموں سے راز کی کیا گفتگو کریں

(۸) ترجمہ۔ ہم بانگِ چنگ کے ساتھ شراب صرف آج ہی نہیں پیتے مدت ہوئی کہ گنبدِ چرخ نے یہی آواز سنی یعنی ہم آج می خوار نہیں ہوئے روزِ ازل ہی سے شرابِ عشق سے مست چلے آتے ہیں۔ خواجہ معین الدین اجمیری فرماتے ہیں

عاشق و مست من از روزِ الست آمدہ ام عقل و ہشیاری خود امر محالی دیدم

اسی مضمون کیلئے دیکھو ت ۴۲ اور مقابلہ کیلئے دیکھو شعر ۶ غزل ہذا۔

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی آ کہ عشق ندا بلند کرتا ہے کہ جس نے ہمارا قصہ بیان کیا اس نے ہم ہی سے سنا۔ یعنی جو شخص حدیثِ عشق بیان کرتا ہے اپنے علم سے بیان نہیں کرتا بلکہ وہ تمام باتیں خود عشق کی ہی بتائی ہوئی ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
گرچہ تفسیرِ زباں روشن گر است لیک عشقِ بے زباں روشن تر است
چوں قلم اندر نوشتن می شتافت چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت
چوں سخن در وصف ایں حالت رسید ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب گر دلیلت باید از وے رو متاب

(۱۰) ترجمہ۔ اگر میں اس کی کوچہ سے محروم و اسیر ہوا تو کیا ہوا۔ زمانہ کے باغ سے اور کس نے وفا کی بو سونگھی۔

ریاضِ دہر میں ہیں یوں تو رنگ رنگ کے پھول ([illegible]) وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی

یہ شعر مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں نہیں دیکھا گیا۔ ایک پرانے قلمی دیوان میں ہے۔ ممکن ہے اس قلمی نسخہ میں الحاق ہو یا بصورت دیگر مطبوعہ دیوانوں میں کتابت کی غلطی سے درج نہ ہو سکا ہو۔ واللہ اعلم

(۱۱) ترجمہ۔ حکیم کی نصیحت بالکل درست اور محض نیک بختی ہے وہ شخص بہت خوش نصیب ہوتا ہے جو نصیحت کو ایسے رضا کے کانوں سے سنے

حکیم۔ دانا۔ راست کار۔ خداوند۔ ماہرِ حکمت۔ حکمت ایک علم کا نام ہے جس میں اشیاء موجودات خارجیہ کے احوال پر نفس الامر میں طاقتِ بشری کے مطابق بحث ہوتی ہے اس علم کی تین قسمیں ہیں (۱) طبیعی (۲) ریاضی (۳) الٰہی۔

بعض محققین کے نزدیک حکمت کی دو قسمیں ہیں اول حکمت علمی یا حکمت نظری دوم **حکمت عملی** ۔ حکمت علمی کی تین قسمیں ہیں ۔ (۱) علم **مابعد الطبیعت** ۔ (۲) **علم ریاضی** (۳) **علم طبیعی** ۔

علم مابعد الطبیعت کی دو اصول ہیں (۱) علم الٰہی (۲) علم فلسفہ اور کئی فروعات ہیں ۔

علم ریاضی کے تین اصول ہیں علم ہندسہ (۲) علم موسیقی (۳) علم عدد اور کئی فروعات ہیں ۔

علم طبیعی کی آٹھ اصول ہیں (۱) سماع طبیعی (۲) سماع عالم (۳) علم کون و فساد (۴) علم آثار علوی (۵) علم معادن (۶) علم نباتات (۷) علم حیوانات (۸) علم نفس ۔ علم طب بھی اسی علم کی فروعات سے ہے ۔

حکمت عملی کی تین قسمیں ہیں (۱) تہذیب اخلاق (۲) تدبیر منازل (۳) سیاست مدن ۔ طب اقسام حکمت سے ایک فرع ہے ۔ حکمت جمیع علوم کا نام ہے اسی واسطے حکیم اور طبیب کو مترادف نہیں سمجھنا چاہیئے ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ اے حافظ تیرا وظیفہ (ورد) دعا کرنا ہے اور بس ۔ اس فکر میں نہ رہ کہ (خدا نے) (یا کسی نے) سنی یا نہ سنی ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا کام بس یہی ہے کہ ہم بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے رہیں اور حتی المقدور اپنے اعمال و افعال کو حدود شریعت کے اندر رکھیں ۔ قبول کرنا یا نہ کرنا یہ خدا کے اختیار ہے ہمیں اسکا فکر نہیں کرنا چاہیئے ۔

خواجہ صاحب کا یہ شعر مشہور ترین فارسی اشعار میں سے ہے ۔ اور اکثر تقریر و تحریر میں استعمال ہوتا ہے ۔ امیر مینائی کا شعر ہے

ملنے نہ ملنے سے ہمیں کیا کام ہے کام
جب تک کہ دم میں دم ہے تری جستجو کریں

حیدری تبریزی نے اسی شعر پر قطعہ ذیل تضمین کیا ہے

در مدح بادشاہ سخن سنج ملک ہند	گفتم قصیدۂ کہ پسندید ہر کہ دید
اما چو روزگار مددگار من نبود	زان شاخ گل بپائے دلم خار غم خلید
تشبیہ شاہ عقدہ کشائے ہنر زمن	نکشود قفل آرزوئے من ازیں کلید
بودم ز آب دیدۂ تر غرق بحر غم	کز غیب ایں ترانہ بگوش دلم رسید
حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس	دربند آن مباش کہ نشنید یا شنید

[illegible]

غزل (۲۶)

بر سر آنم کہ گر ز دست بر آید	۱	دست بکاری زنم کہ غصہ سر آید

منظر دل نیست جای صحبت اغیار	۲	دیو چو بیرون رود فرشتہ در آید
صحبت حکام ظلمت شب یلداست	۳	نور ز خورشید خواہ بو کہ بر آید
بر در ارباب بے مروت دنیا	۴	چند نشینی کہ خواجہ کی بدر آید
بگذر ازین روزگار تلخ تر از زہر	۵	بار دگر روزگار چون شکر آید
صالح و طالح متاع خویش نمودند	۶	تا کہ قبول افتد و چہ در نظر آید
بلبل عاشق تو عمر خواہ کہ آخر	۷	باغ شود سبز و سرخ گل بدر آید
صبر و ظفر ہر دو دوستان قدیم اند	۸	بر اثر صبر نوبت ظفر آید

(۹) غفلت حافظ درین سراچہ عجب نیست
ہر کہ بمیخانہ رفت بیخبر آید (۹)

(۱) ترجمہ ۔ اے جان! یہی چاہتا ہوں کہ اگر ہو سکے ۔ تو ایسے کام کو ہاتھ لگاؤں (شروع کروں) کہ غصہ دور ہو ۔

غصہ ۔ بالضم و تشدید ۔ بمعنی اندوہ گلوگیر ۔ مجازاً بمعنی مطلق خشم و قہر ۔ دراصل لفظ غصہ سے مراد وہ خشم ہے جو کسی کی خوف سے ضبط کیا جائے اور اسکا اظہار نہ ہو سکے یعنی قہر درویش بر جان درویش ۔ رنج و الم مصیبت ۔ شعر کا مطلب یہ ہے ۔ کہ اب میرا ارادہ ہے کہ کوئی ایسا کام شروع کروں جسکی برکت سے رنج و غم اور مصائبِ دنیا سے نجات پاؤں یعنی عشق اختیار کروں تاکہ دنیاوی حوادث کی اثر سے محفوظ ہو جاؤں ۔

عشق می ورزم و امید کہ این فن شریف		چون ہنرہای دگر موجب حرمان نشود

(۲) ترجمہ ۔ دل کا منظر غیروں کی صحبت کی جگہ نہیں ہے شیطان جب باہر نکل جاتا ہے تو فرشتہ اندر آتا ہے ۔

منظر ۔ بالفتح و ظائے معجمہ مفتوح جائے نظر (۱) چشم ۔ کیونکہ آنکھ بصر کی پیدا ہونیکی جگہ ہے (۲) چہرہ و رو کیونکہ اکثر نظر چہرہ پر پڑتی ہے (۳) دریچہ جو سر بام ہو ۔ کیونکہ وہاں بیٹھ کر چاروں طرف کا نظارہ کیا جاتا ہے ۔

مطلب یہ ہے ۔ کہ دل کو خیالِ غیر سے خالی رکھنا چاہئے ۔ تاکہ جمالِ محبوب منظرِ دل سے نظر آئے ۔ جہاں شیطان ہو وہاں فرشتہ کا کیا کام ۔ اسی طرح جہاں ماسوا اللہ کا خیال ہو گا ۔ وہاں خدا کا خیال کسطرح پہنچ سکتا ہے ۔

حکایت کہتے ہیں کہ ایک مرید بدل پیر کی خدمت کرتا رہا اور اس سے کچھ حاصل نہ ہوا ۔ آخر ایک روز تنگ آ کر پیر کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت اتنی مدت خدمت کی [illegible] صحبت [illegible] حال [illegible]

نہ کیا۔ مجھے اسرار معرفت سے بہرہ کیسے اس کی تعلیم فرمائیں۔ تاکہ نور معرفت سے منظر دل کو روشن کروں پیر صاحب نے ایک برتن کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ کہ دیکھو اسمیں کیا ہے۔ طالب نے برتن سے سرپوش اٹھا کر دیکھا۔ چند درم پڑے تھے کہا کہ حضرت اسمیں درم ہیں۔ پیر انہوں نے ایک اور برتن کی طرف اشارہ کیا اُسے دیکھ کر مرید نے کہا کہ جناب اسمیں گیہوں کا آٹا پڑا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کئی برتنوں کی طرف اشارہ کرتے رہے اور مرید دیکھ دیکھ کر بتاتا رہا۔ کہ اسمیں فلاں چیز ہے اسمیں فلاں آخر پیر نے ایک اور برتن کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ دیکھ اسمیں کیا ہے مرید نے برتن دیکھا تو خالی پڑا تھا کہا کہ حضور اسمیں تو اللہ ہی اللہ ہے (یعنی خالی ہے) پیر نے کہا ہے کہ بس معرفت کا یہی نکتہ ہے۔ تو بھی اپنے ظرف دل کو غیر سے خالی کر اور تو دیکھیگا کہ اسمیں بھی پھر اللہ ہی اللہ ہو گا۔ مرید سمجھ گیا۔ کہ بیشک جب تک دل میں ماسوا کا خیال ہے اللہ کا خیال وہاں نہیں ہو سکتا بس اسی ایک نکتہ سے گوہر مقصود مل گیا۔

شعلہ بن کر پھونکدے خاشاک غیر اللہ کو	خوف باطل کیا کہ ہے غارتگر باطل بھی تو

امیر مینائی کا شعر ہے

حسرت [illegible] ہے ترکیب [illegible]	سب [illegible] وہ [illegible] تنہا ہو گا

(۳) ترجمہ۔ حکام کی صحبت شب یلدا کی تاریکی ہے نور سورج سے مانگ شاید کہ کچھ حاصل ہو۔

یلدا۔ اندھیری رات۔ سال میں سب سے بڑی رات جو قوس کے درجہ آخر میں واقع ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ماہ آذر مطابق پوس ماہ ہندی ہے اس رات کو نحس سمجھتے ہیں صاحب کشف نے لکھا ہے کہ شب یلدا ماہ دی مطابق (ماہ ہندی) کی گیارہویں تاریخ کو جب آفتاب جدی میں آتا ہے واقع ہوتی ہے۔ مولف غیاث اللغات لکھتا ہے کہ جسدن آفتاب برج قوس کے درجہ یازدہم کو طے کرتا ہے۔ وہ دن سب سے چھوٹا ہے اور وہ رات سب سے بڑی۔ ماہ آذر کے عشرہ دوم میں واقع ہوتی ہے۔ مطابق ماہ پوس (ماہ ہندی) باندک تفاوت۔ ۲۲ دسمبر کی رات۔ مطلب یہ ہے کہ حکام کی صحبت سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ اگر نور معرفت کی تلاش ہے تو یہاں سے نہیں ملیگا آفتاب سے مانگ کیونکہ وہ روشنی کا سرچشمہ ہے۔ کچھ روشنی دے سکتا ہے۔ یعنی بجائے حکام کے خدا کے سامنے دست بستہ حاضر ہونا چاہیے تاکہ نور حاصل ہو دیگر یہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں بیان ہوا

اگر وزیر از خدا بترسیدے	ہمچناں کز ملک ملک بودے	(سعدی)

(۴) ترجمہ۔ دنیا کی بیمروت لوگوں کے دروازہ پر کب تک بیٹھیگا کہ صاحب کب باہر نکلتے ہیں۔

نہایت زریں اصول ہے ارباب دنیا کے دروازہ پر جا کر آدمی کئی کئی گھنٹے ستم کش انتظار رہتا ہے کہ حضور کب باہر تشریف لائینگے۔ یا کب مجھے اندر بلائینگے۔ بسا اوقات گھنٹوں کی انتظار کے بعد اندر سے جواب آتا ہے کہ ہمارا سلام کہو آج فرصت نہیں

پھر دیکھا جائیگا اس شعر کی پوری تشریح صرف ہی اصحاب کر سکتے ہیں جو سلوک اور طریقت کے مشتاق ہیں۔ وہ اس مضمون پر پوری روشنی ڈال سکتے ہیں۔ ع۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اگر خدا کے دروازہ پر انسان اتنا عجز و نیاز کرے۔ تو فی الحقیقت فرشتہ بن جائے۔

(۵) ترجمہ۔ اس زہر سے بھی زیادہ تلخ زمانہ سے گذر جا۔ دوبارہ زمانہ شکر کی طرح میٹھا ہو کر آئیگا۔

مطلب یہ ہے کہ جبتک طالبِ دنیا دنیا کے پیچھے دوڑتا ہے۔ دنیا اسکو تکلیفوں میں رکھتی ہے اور زہر سے بھی زیادہ تلخ ہو کر پیش آتی ہے۔ لیکن اگر اسکو ترک کر دیا جائے تو خود بخود آتی ہے اور بڑی شیریں ہو کر۔ مشہور ہے کہ دنیا اپنے طالب کے آگے دوڑتی ہے اور تارک کے پیچھے پیچھے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا کو جو تلخ ہے چھوڑ دے۔ تاکہ عاقبت جو شیریں ہے تجھے حاصل ہو۔

(۶) ترجمہ۔ صالح اور طالح نے اپنی اپنی متاع پیش کی۔ دیکھیے کس کی متاع مقبول ہوتی ہے اور منظورِ نظر ہوتی ہے۔

صالح۔ نیکوکار۔ طالح۔ بدکردار۔ ضد صالح۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں نیکوکار بھی ہیں اور بدکار بھی۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ عاقبتِ کار کون فائزی میں رہیگا۔ ممکن ہے جو بظاہر نیکوکار ہیں وہاں جاکر بد ثابت ہوں اور جو یہاں بدکار نظر آتے ہیں وہاں جاکر نیک ثابت ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صرف اعمال پر منحصر نہیں معلوم نہیں خدا کی کیا مرضی ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر (د ۵/۳ ۔ د ۱۲/۲ الف) بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ درگاہِ بے نیاز میں گنہگار آدمی کا عجز و نیاز اور انفعال دریائے رحمت کو جوش میں لاتا ہے۔ اور تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اور بالعکس اسکے زاہد اپنے زہد پر غرور کرتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے تمام اعمال پر پانی پھیر دیتا ہے۔ دیکھو شعرات (۱۵/۲)

	متاعے بجز نقص در کار نیست		کمالِ ترا کس خریدار نیست	
	زجنبش شکست آنچہ پیدا شود شکستِ توا ایں جا درستی نماست		بریں آستاں قیمتش وا شود کہ جز کرم سربسر مومیاست	بیدل

(۷) ترجمہ۔ اے عاشق بلبل تو عمر مانگ کہ آخر کار۔ باغ سبز ہوگا اور سرخ پھول نکلیگا۔

یعنی زندگی ہوئی۔ تو وصل الحبیب نصیب ہوگا۔

(۸) ترجمہ۔ صبر اور کامیابی دونوں پرانے دوست ہیں۔ صبر کے اثر پر کامیابی کی باری آتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ بمصداق الصبر مفتاح الفرج۔ صبر آسائش کی کلید ہے۔ دیکھو شعر (۵/۱۴)۔

	صبر تلخ آمد ولیکن عاقبت		میوۂ شیریں دہد پر منفعت	مولانا روم

(۹) ترجمہ۔ اس سرائے (دنیا) میں حافظ کی غفلت عجیب نہیں جو شخص شراب خانہ میں ہے۔ بے خبر (مست) ہو کر آتا ہے۔

سراچہ۔ سرچہ برائے تصغیر یعنی سرائے دنیائے دوں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا غفلت کا مقام ہے جو اس میں آیا غافل ہوا۔ شراب خانہ میں جو شخص جائیگا مست ہو جائیگا۔ اسلئے عاقلوں کی غفلت پر کیا تعجب ہے۔

در کارخانہ کہ بنایش بغفلت است	ہشیار زیستن نہ ز قانون حکمت است

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ ۝ ۔ (سورہ انعام) یعنی دنیا کی زندگی کھیل ہے اور لہو کا شغل ہونا ظاہر ہے

چیست دولت آنکہ درد بانت است	نیستی زان جہان خود غفلت است

غزل (۲۷)

[illegible]	۱	مہرورزی تو با ما شہرہ آفاق بود
یاد باد آن صحبت شبہا کہ با نوشین لبان	۲	بحث سر عشق و ذکر حلقہ عشاق بود
حسن مہرویان مجلس گرچہ دل می برد و دین	۳	عشق ما در لطف طبع و خوبی اخلاق بود
از دم صبح ازل تا آخر شام ابد	۴	دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود
سایہ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد	۵	ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود
پیش ازین کین سقف سبز و طاق مینا برکشند	۶	منظر چشم مرا ابروی جانان طاق بود
رشتہ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار	۷	دستم اندر ساعد ساقی سیمین ساق بود
بر در شاہم گدائے نکتہ در کار کرد	۸	گفت بر ہر خوان کہ بنشستم خدا رزاق بود

(۹) شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد
دفتر نسرین و گل را زینت اوراق بود (۹)

ہمارے عشق کی ازلی ابدی ہونے کا بیان ہے آفتاب عشق کا طلوع صبح الست سے ہوا ابتدائے عشق میں عاشق و معشوق کے تعلقات زیادہ خوشگوار تھے ہجر و فراق کا نام تک نہ تھا۔ عاشق و معشوق ایک تھے ایک دوسرے کے مشتاق تھے عیش و عشرت کی صحبتیں رہتی تھیں۔ اسرار عشق پر گفتگو رہتی تھی۔ مگر اقتضاء مشکلہا۔ دنیا میں آکر عاشق و معشوق کے درمیان حجاب بعد ہو گیا۔ ہجر و وصال کی تمیز پیدا ہو گئی۔ آسمان پردہ میں چھپ گیا اور عاشق کو آتش شوق میں جلانا شروع کر دیا۔ عشق حقیقی کے اسرار پر نہایت اعلیٰ پایہ کی غزل ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اس سے پہلے عاشقوں کے ساتھ تیری ہمدردی اس سے زیادہ تھی ہمارے ساتھ تیری محبت شہرۂ آفاق تھی فی الحقیقت بڑی محبت تھی۔ ورنہ فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے پر کیوں مجبور کیا جاتا۔ مرزا غالب فرماتے ہیں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں

ایک اور شعر میں یہی مضمون ادا کیا ہے۔

آج کیوں پرواہ نہیں اپنے اسیروں کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

(۲) ترجمہ۔ وہ راتوں کی صحبتیں یاد کر کہ تیری زلف کے ساتھ ہم اسیرِ عشق کی بحث اور حلقۂ عشاق کا ذکر کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ عین وصال کی حالت میں عشق و عاشقی کے اسرار و رموز پر گفتگو ہوتی تھی۔ اب ہم دور ہیں اور مہجور۔ وہ گذشتہ زمانہ یاد کر اور پھر ہمیں اپنے دیدار سے فیضیاب کر۔ زلف و حلقہ کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اگرچہ مجلس کی ماہ جبینوں کا حسن دل و دین لیجاتا تھا لیکن ہمارا عشق لطفِ طبع اور حسنِ اخلاق پر تھا یعنی گرچہ حسنِ صورت بھی دلربا تھا۔ مگر ہم حسنِ سیرت کے دلدادہ تھے۔ یہاں [illegible] کہ تیرے اخلاق اب ایسے پر لطف نہیں جیسے کبھی تھے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱۲

(۴) ترجمہ۔ صبحِ ازل کی ابتدا سے شامِ ابد کی انتہا تک۔ دوستی اور محبت ایک ہی عہد اور ایک ہی پیمان پر تھی

ازل۔ ہمیشگی۔ وہ زمانہ جس کی ابتدا نہ ہو۔ ابد۔ وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ **میثاق**۔ عہد و پیمان۔ استواری۔ اقرارِ ربوبیتِ حق بروز ازل۔ وعدہ قالوا بلیٰ بجواب الست بربکم۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی ابتدا اور انتہا اسی وعدہ روزِ الست پر ہے۔ وہی عہد و پیمان قائم ہیں اور قائم رہینگے ان میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

من کہ مہر عارضت میورزم از صبح ازل
نگسلم از زلف تو پیوند تا شام اجل

(۵) ترجمہ۔ اگر معشوق کا سایہ عاشق پر پڑا تو کیا ہوا۔ ہم اس کے محتاج تھے اور وہ ہمارا مشتاق تھا۔

سایہ افتادن۔ سایہ پڑنا۔ پرچھائیں پڑنا۔ صحبت کا اثر ہونا۔ پری کا سایہ پڑنا۔ دوسرے کی خو بو آجانا۔ عکس پڑنا۔ کسی کے زیر اثر ہو جانا۔ دیو یا پری کا اثر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عاشق معشوق کے زیر اثر ہو گیا ہے تو کوئی تعجب نہیں عاشق و معشوق ایکدوسرے کے مشتاق رہے ہیں۔ عاشق اگر معشوق کا محتاج رہا ہے۔ تو معشوق بھی عاشق کا مشتاق رہا ہے

ع۔ عشق اول در دلِ معشوق پیدا میشود

معشوق بھی اپنے عاشق پر عاشق رہا ہے۔ مرزا غالب کا شعر ہے۔

یاد کرو وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیری دام کا
انتظارِ صید میں اک دیدۂ بیخواب تھا

مولانا روم فرماتے ہیں ۔

می شود صیاد مرغاں را شکار
تا کند ناگاہ ایشاں را شکار
دلبراں از دل اسیر بیدلاں
جملہ معشوقاں اسیرِ عاشقاں
ہر کہ عاشق دیدۂ معشوق داں
کہ بنسبت ہست ہم ایں و ہم آں

بموجب حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً الخ عشق پہلے خالق میں پیدا ہوا پھر مخلوقات میں ۔ عرفی کا شعر ہے

شرع گوید منع لب کن عشق گوید عرض کن
اے کہ تو ہم در رہِ عشق خود بعنواں اندر آ

(۶) ترجمہ ۔ پیشتر اس کے کہ خدا نے یہ سبز چھت اور مینائی محراب بنایا ۔ میری آنکھوں کے منظر کا طاق (محراب) معشوق کی ابرو تھی ۔

یعنی پیشتر اس کے کہ خدا نے آسمان بنایا اور کائنات کو پیدا کیا ۔ میری آنکھوں کے سامنے ابروئے جاناں کا محراب موجود تھا ۔ مطلب یہ ہے کہ میں ابتدائے آفرینش سے ہی محبوب حقیقی کا عاشق تھا ۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ۔

نخستیں آتشی کز آتش عشق
حریفاں را نہ اکنوں شعلہ زد دل

(۷) ترجمہ ۔ اگر تسبیح کا تاگا ٹوٹ گیا ۔ تو مجھے معذور رکھ ۔ کیونکہ میرا ہاتھ ساقی سیمین ساق کے ہاتھ میں ہے ۔
سیمین ساق ۔ یعنی چاندی جیسی سفید اور صاف پنڈلی والا سیمیں بدن ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں زہد و عبادت میں قاصر ہوں ۔ تو مجبور ہوں ۔ میرا ہاتھ معشوق کے ہاتھ میں ہے میرا کچھ اختیار نہیں جو کچھ کر رہا ہے وہ خود کر رہا ہے یا یہ کہ میرا ہاتھ معشوق کے ہاتھ میں ہے یعنی میں حقیقت کو پہچان چکا ہوں ۔ اسکا وصال حاصل کر چکا ہوں اب مجھے زہد و عبادت کی نہ ضرورت ہے اور نہ فرصت ۔

(۸) ترجمہ ۔ بادشاہ کے دروازہ پر ایک گدا نے مجھے ایک نکتہ بتایا ۔ کہا کہ جس خوانچہ پر میں بیٹھا ۔ خدا ہی رزاق تھا
مطلب یہ ہے کہ حقیقی رزاق خدا ہے ۔ تجھے روزی کہیں سے ہی ملے ۔ دراصل خدا ہی کی دی ہوئی ہے ۔ بادشاہ و امیر روزی رسان نہیں ہیں ۔ صرف اتنا ہے کہ ہم ان کے خوان پر بیٹھ کر کھاتے ہیں ۔ مگر روزی رساں وہ خود ہے اسلئے اسی کے لطف و کرم کا شکر گذار رہنا چاہئے ۔ مسئلہ سمجھا اگر کہ سمجھا ن تو ۔ روزی خود می خورد از خوان تو ۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ کے شعر اس زمانے میں جبکہ حضرت آدم باغ بہشت میں تھے نسرین و گل کی کتاب کے ورقوں کی زینت تھے
مطلب یہ ہے کہ حافظ کے اشعار ابتدائے آفرینش میں باغ بہشت کے پھولوں کی پنکھڑیوں پر لکھے تھے ۔ شاعرانہ فخریہ شعر ہے ۔ اور

جس حقیقت کا خواجہ حافظ نے اس غزل میں بیان فرمایا ہے وہ حقیقت فی الحقیقت باغ بہشت کے پھولوں کے اوراق پر لکھنے کے قابل ہے اور روضۂ رضوان کی ہر برگ گل پر لکھی ہوئی ہے اور خصوصاً جس کیفیت کا ذکر خواجہ صاحب نے غزل کے پہلے دو اشعار میں کیا ہے۔ وہ کیفیت صرف اسی وقت تک تھی جب تک حضرت آدم [illegible]

مروجہ نسخوں میں "دفتر نسرین" کی بجائے "دولت نسرین" لکھا ہے پر اُس کے قلمی دیوان [illegible] لفظ دفتر ہے اور صحیح [illegible]

غزل (۴۸)

تا ز میخانہ و می نام و نشان خواہد بود	۱	سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود
حلقہ پیر مغانم ز ازل در گوش است	۲	بر ہمانیم کہ گفتیم و ہمان خواہد بود
بر سر تربت ما چون گذری ہمت خواہ	۳	کہ زیارتگہ رندان جہان خواہد بود
بر زمینی کہ نشان کف پای تو بود	۴	سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود
برو ای زاہد خودبین کہ ز چشم من و تو	۵	راز این پردہ نہانست و نہان خواہد بود
ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز	۶	تا کرا خون دل امروز روان خواہد بود
عیب مستان مکن ای خواجہ کزین کہنہ رباط	۷	کس ندانست کہ رحلت بچہان خواہد بود
چشمم آن دم کہ ز شوق تو نہد سر بلحد	۸	تا دم صبح قیامت نگران خواہد بود

(۹) بخت حافظ گر ازین گونہ مدد خواہد کرد
زلف معشوق بدست دگران خواہد بود (۹)

(۱) ترجمہ۔ جب تک میخانہ اور شراب کا نام و نشان باقی ہے۔ ہمارا سر پیر مغاں کے رستہ کی خاک بنا رہیگا۔
یعنی جب تک کائنات میں عشق و محبت کا سلسلہ قائم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہیگا ہم اپنے معشوق کے رستے کی خاک راہ بنے رہینگے

(۲) ترجمہ۔ پیر مغاں کا حلقہ ازل سے ہمارے کان میں ہے۔ ہم اسی بات پر (قائم) ہیں جو ہم نے کہی اور ایسا ہی رہیگا۔
یعنی ہم پیر مغاں کے حلقہ بگوش آج سے نہیں بلکہ روز ازل سے ہیں اور تا ابد اسی طرح حلقہ بگوش رہینگے۔ روز الست کا وعدہ قالو بلیٰ ہمکو یاد ہے۔ ہم اب بھی اسی وعدہ پر قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہینگے۔

الست از ازل ہم چنانش بگوش
بفریاد قالوا بلیٰ در خروش

مروجہ دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے۔ "تا ہمہ یم کہ بود دیدم وہماں خواہد بود" ہمارا یہ نسخہ ایک پرانے قلمی دیوان سے لیا گیا ہے

(۳) ترجمہ ۔ ہماری قبر سے جب تو گذرے تو دعا مانگ کیونکہ (ہماری قبر) تمام دنیا کی رندوں کی زیارتگاہ ہوگی۔

خواجہ صاحب کی لسان الغیب ہونیکے جہاں اور کئی وجوہ ہیں۔ ہاں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی زبانِ مبارک سے جو کچھ نکلتا ہے ہوکر رہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنی تربت کی متعلق کہدیا تھا۔ کہ رندانِ جہاں کی زیارت گاہ ہوگی۔ خدا کی شان دیکھو کہ ان کا ایک ایک لفظ صحیح نکلا۔ آج خواجہ صاحب کی مقبرہ پر ہر ہفتہ ایک بھاری میلہ ہوتا ہے۔ ہر طرح کی لوگ ہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ ہوتا ہے اور تمام دن بڑی رونق رہتی ہے۔ دور دراز مقامات کے درویش خواجہ صاحب کی تربت پر دعا کیلئے جاتے ہیں اور مقبرہ کی زیارت کرتے ہیں دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۳۷ - ۳۸ - سوانحعمری ۔

(۴) ترجمہ ۔ جس زمین پر تیری کفِ پا کا نشان ہو ۔ وہ زمین سالہا سال تک اہل نظر لوگوں کی سجدہ گاہ رہیگی ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے خود بین زاہد جا کہ میری تیری آنکھ سے اس پردہ کا راز پوشیدہ ہے اور پوشیدہ رہیگا ۔

یعنی اسرار ازل کو نہ تو سمجھ سکتا ہے نہ میں ۔ یا یہ کہ اے زاہد خود بین وہ آنکھ جو من و تو میں تمیز کرتی ہے (چشم من و تو) یعنی وہ آنکھ جو خالق و مخلوق کی درمیان رابطہ من و تو اور تعلق دوئی سمجھتی ہے وہ پردہ معرفت کی اندر نہیں دیکھ سکتی ۔ جب تک پردہ دوئی درمیان ہے اور کثرت کا خیال دل میں ہے ۔ تو واحدِ مطلق کی اسرار کو نہیں سمجھ سکیگا ۔ من و تو کا پردہ اٹھا اور پردہ کی اندر کے راز دیکھ ۔

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
ایں حرفِ معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو
چوں پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

نیاز بے نیاز کا شعر ہے ۔

خود نقاب روئے او مائیم دیگر ہیچ نیست
گر بر انداز و ز رویش گم شود آثار ما

(۶) ترجمہ ۔ میرا عاشق کش معشوق آج مست ہوکر باہر نکلا ۔ دیکھئے آج کسکی دل کا خوں رواں ہوگا ۔

کسی کی شامت آئیگی کسی کی [illegible]
[illegible]
[illegible]

(۷) ترجمہ ۔ اے خواجہ مستوں کی عجیب عجیب ذکر کر اس لئے کہ اس سرا (دنیا) سے کسی کو معلوم نہیں کہ رخصت کسطرح ہوئی تشریح کیلئے دیکھو شعر ۳/۵

(۸) ترجمہ ۔ میری آنکھہ اس وقت سے لیکر جبکہ تیرے (دیدار کی) شوق میں قبر میں سر رکھیگی تا صبح قیامت نرگس کی طرح کھلی رہیگی یعنی میری آنکھہ شام اجل سے لیکر صبح قیامت تک مشاہدہ محبوب کے انتظار میں بھی چشم نرگس کیطرح وا رہیگی ۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی کا انتظار ہو اور شوق دید بحد کمال ہو تو آنکھہ چشم نرگس کیطرح ہمیشہ کھلی رہتی ہے ۔ قیامت کی روز عشاق الٰہی کو مشاہدۂ ذات باری تعالیٰ کا جو وعدہ دیا گیا ہے ۔ اس وعدہ کی ایفا کا انتظار ہے ۔۔ رودکی کا شعر ہے

نظر چگونه ندوزم که بهر دیدن دوست	ز خاک من همه نرگس دمد بجای گیاه

(۹) ترجمہ ۔ حافظ کا نصیب اگر اسی طرح مدد کرتا رہا تو معشوق کی زلف دوسروں کی ہاتھہ میں ہوگی ۔ یعنی حافظ کی نصیب اگر ایسی ہی ہو جیسی کہ اب ہیں ۔ تو ضرور حافظ محروم جائیگا ۔ اور رقیب صحبت یار سے فیض یاب ہونگے ۔ اپنی قسمت سے شکوہ ہے ۔

غزل (۲۹)

ترسم که اشک در غم ما پرده در شود	۱	وین راز سر بمهر بعالم سمر شود
گویند سنگ لعل شود در مقام صبر	۲	آری شود ولیک بخون جگر شود
خواهم شدن بمیکده گریان و دادخواه	۳	کز دست غم خلاص من آنجا مگر شود
این سرکشی که در سر سرو بلند تست	۴	کی با تو دست کوته ما در کمر شود
این قصر سلطنت که تواش ماه منظری	۵	سرها بر آستانهٔ او خاک در شود
از هر کناره تیر دعا کرده‌ام روان	۶	باشد کزین میانه یکی کارگر شود
از کیمیای مهر تو زر گشت روی من	۷	آری بیمن همت تو خاک زر شود
ای دل حدیث ما بر دلدار عرضه کن	۸	لیکن چنان مکن که صبا را خبر شود
روزی اگر غمی رسدت تنگدل مباش	۹	رو شکر کن مباد که از بد بتر شود
ای دل صبور باش و مخور غم که عاقبت	۱۰	از شام صبح گردد و از شب سحر شود
در تنگنای حیرتم از نخوت رقیب	۱۱	یا رب مباد آنکه گدا معتبر شود
بس نکته غیر حسن بباید که تا کسی	۱۲	مقبول طبع مردم صاحب نظر شود
مهر تو در دلم و عشق تو در سرم	۱۳	با شیر در درون شد و با جان بدر شود

(۱۲) حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس
گر خاک او بپای شما پی سپر شود (۱۴)

(۱) ترجمہ - میں ڈرتا ہوں کہ عشق میں آنسو پردہ دری کرینگے اور یہ سربستہ راز تمام جہان میں (افسانہ) مشہور ہو جائیگا

سمر - بفتحتین - افسانہ - کہانی - مجازاً بمعنی سخن -

عاشق کی اشکباری سے راز عشق ظاہر ہو جاتا ہے - اشک کی غمازی کیلئے دیکھو شعر د ۲۴/۲ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

ما بر [illegible] دل [illegible] بگیر
آب [illegible] چشم تر ما [illegible] میکند

عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

راز نہفتہ را چو [illegible] داشتن نہاں
وہ چہ بود گر نبود گریہ غماز ایں چنیں

(۲) ترجمہ - کہتے ہیں کہ پتھر مقام صبر میں لعل ہو جاتا ہے - ہاں ہو جاتا ہے - مگر خون جگر سے ہوتا ہے -

مطلب یہ ہے - کہ بیشک یہ درست ہے کہ پتھر آفتاب کی روشنی اور گرمی کی کیمیائی عمل کے زیر اثر کئی سو سال صبر کرنے کے بعد لعل ہو جاتا ہے - اسی طرح انسان بھی کچھ مدت صبر کرنے سے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتا ہے - لیکن پتھر کو بھی اس زمانہ صبر میں اپنا خون کرنا پڑتا ہے - اور یہ چمک دمک اور رنگ اسمیں اپنے خون جگر کا ہے اسی طرح انسان راہ طلب میں صرف صبر سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا - منازل عشق کی مصیبتوں اور دشواریوں سے خون پانی ایک کرنیکے بعد کچھ حاصل ہو سکتا ہے - اور صبر خود ایک ایسا دشوار کام ہے جسمیں دل و جگر خون ہو جاتے ہیں - لعل اور خون جگر کی رعایت ظاہر -

[illegible] از [illegible] نور
[illegible] الّا بجز گشتت رمانی

(۳) ترجمہ - میں تیرے کوچہ میں روتا ہوا اور واویلا کرتا ہوا آگیا ہوں [illegible] شاید دل کی آرزو [illegible] رہی ہے -

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۲/۳ - ت ۲۲/۴ - ت ۱۷/۱ - ت ۳۵/۹ - ت ۵۰ - ت ۲۲/۳ - ت ۸۴/۵ - د ۷/۳۲-۳-۲

(۴) ترجمہ - یہ سرکشی جو تیرے سرو بلند کے سر میں ہے - ہمارا دست کوتاہ تیری کمر تک کب پہنچ سکتا ہے -

دیکھو شعر د ۱۱/۶ شیخ جمالی دہلوی کا شعر ہے -

[illegible] دست [illegible]
[illegible]

(۵) ترجمہ - یہ شاہی محل کہ تو اس کا ماہ منظر ہے - کئی سر اس کے آستانہ پر خاک رہ ہو جائینگے

منظر - تحقیق لغوی کیلئے دیکھو شعر د ۶/۳ - ایک پرانے قلمی دیوان میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے زیں سرکشی کہ [illegible] در اصل اوج

(۶) ترجمہ — میں نے چاروں طرف دعا کی تیر چلائے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی کارگر ہو جائے۔
یعنی نشانہ پر جا لگے۔

(۷) ترجمہ — تیری عشق کی کیمیا سے میرا چہرہ سونا ہو گیا۔ ہاں (کیوں نہ ہو) تیری ہمت کی یمن و برکت سے خاک بھی سونا ہو جاتی ہے
کیمیا سے ناقص دھاتیں سونا چاندی ہو جاتی ہیں۔ خواجہ فرماتی ہیں۔ کہ تیری محبت کی کیمیا سے میرا چہرہ بھی جو خاکی تھا سونا ہو گیا۔ یہاں خواجہ صاحب نے معشوق سے نوک جھوک کی ہے۔ مدعا یہ ہے۔ کہ تیری عشق میں میں نے اسقدر مصیبتیں برداشت کی ہیں اور اتنی تکلیفوں کا سامنا کیا ہے۔ کہ میرا چہرہ زرد ہو گیا ہے اسی طرز کلام [illegible] شعر

حافظ از دولتِ عشق تو سلیمانی [illegible]		یعنی از وصل تو اش نیست بجز باد بدست

(۸) ترجمہ — اے دل ہمارا قصہ معشوق کے سامنے عرض کر۔ لیکن اسطرح بیان کر کہ صبا کو خبر ہو جائے۔
یعنی خلوت میں اور آہستہ آہستہ — تاکہ باد صبا بھی نہ سننے پائے۔ کیونکہ وہ غماز ہے

بسخن خواجہ رساں اے [illegible] شناس		سخنی گو کہ دراں اجنبی صبا باشد

(۹) ترجمہ — اگر کسی دن تجھے غم پہنچے۔ تو تنگدل نہ ہو۔ جا شکر کر۔ کہ بد سے بھی بدتر ہو جائے
نہایت قیمتی نصیحت ہے مطلب یہ ہے۔ کہ جس حالت میں ہے۔ خدا کا شکر کر۔ کیونکہ اس سے بھی بدتر حالت ہو سکتی ہے۔ دنیا میں لوگ بدحال اور خوش حال ہیں۔ جس حالت کو تو برا سمجھتا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں۔ جو اس حالت کو قابل رشک سمجھتے ہیں۔ یعنی تجھ سے بھی زیادہ بدحال ہیں۔

اے سیر ترا نانِ جویں خوش ننماید حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف	(سعدی)	معشوق من است آنکہ بہ نزدیک تو زشت است از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے۔ "رو شکر کن مباد کزیں بدتر شود"

(۱۰) ترجمہ — اے دل صابر ہو۔ غم نہ کھا۔ کہ آخر کار شام سے صبح اور رات سے سحر ہوتی ہے —
یعنی صبر کر۔ ہر تکلیف کے بعد خوشی حاصل ہوتی ہے فان مع العسر یسرا ۝ ان مع العسر یسرا (سورۃ الانشراح) یعنی ہر دشواری کے ساتھ آسانی اور ہر دشواری کے ساتھ آسانی ہے —

(۱۱) ترجمہ — میں رقیب کی غرور اور تکبر سے تنگنائی حیرت میں ہوں۔ یا خدا ایسا نہ ہو کہ گدا اگر معتبر ہو جاوے —
یعنی رقیب جو پہلے خستہ حال تھا۔ معشوق نے جب اسکی عزت افزائی کی تو وہ اسقدر مغرور ہو گیا۔ کہ میں اسکی حالت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے —

(۱۲) ترجمہ۔ حسن کی علاوہ بھی دیگر نکات چاہئیں تاکہ کوئی صاحب نظر تیرا گرویدہ و مفتون خاطر ہو جائی۔
یعنی صاحب نظر آدمی کو قابو کرنیکیلئے صرف حسن صورت ہی کافی نہیں اور کئی دیگر نکات کی ضرورت ہی۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۱۲/۱۱ د ۲/۳ د ۹۹/۱ ت ۲/۸ ۔

(۱۳) ترجمہ۔ تیری محبت میری دل میں اور تیرا عشق میری سر میں دودھ کی ساتھ میری اندر آئی اور جان کی ساتھ باہر نکلینگی۔
یعنی بچپن سی تیرا عشق میری دل میں آیا اور مرنے تک اندر ہی رہیگا۔ خواجہ صاحب نی یہ خیال خواجو سی لیا ہی اور دوسرا مصرعہ قریباً اسی کا ہی۔

ای سر گنج دل از سر جانان کہ مہر او		با شیر در دل آمد و با جان بدر شود

شیخ محمد ابراہیم ذوق فرماتی ہیں

الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جائے		یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

(۱۴) ترجمہ۔ [illegible] نکالیگا۔ اگر اسکی خاک تیری پاؤں سی پامال ہو۔
یعنی تیری پاؤں سی پامال ہونے کیلئے حافظ کا سر قبر سی نکلکر تیری پابوسی حاصل کریگا۔

غزل (۳۰)

تنت بناز طبیبان نیازمند مباد	۱	وجود نازکت آزردہ گزند مباد
سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست	۲	بہیچ عارضہ شخص تو دردمند مباد
دراین چمن چو درآید خزان بیغمائی	۳	رہش بسرو سہی قامت بلند مباد
درآن بساط کہ حسن تو جلوہ آغازد	۴	مجال طعنۂ بدبین و بدپسند مباد
جمال صورت و معنی ز یمن صحت تست	۵	کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد
ہرآنکہ روی چو ماہت بچشم بد بیند	۶	بر آتش تو بجز چشم او سپند مباد

(۷) شفا ز گفتۂ شکرفشان حافظ جوی
کہ حاجتت بعلاج گلاب و قند مباد (۷)

غزل کا مضمون مسلسل ہی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کسی عزیز یا مربی کی بیماری ہونی پر لکھی گئی ہی تمام اشعار دعائیہ ہیں

(۱) ترجمہ ۔ (خدا کرے) تیرا جسم طبیبوں کے ناز کا نیاز مند نہ ہو اور تیرا نازک وجود تکلیف و ضرر سے آزردہ نہ ہو۔

بیمار کا نیاز اور طبیب کا ناز مشہور ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ تمام جہان کی سلامتی تیری سلامتی میں ہے کسی بیماری سے تیرا جسم دردمند نہ ہو

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ایک مدحیہ قصیدہ میں لکھتے ہیں۔

اے در بقاءِ عمرِ تو خیرِ جہانیاں	باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

(۳) ترجمہ ۔ اس باغ میں جب خزاں غارتگری کیلئے آئے ۔ تو اسکے بلند اور سہی قامت سرو (قد) کیطرف راہ نہ ملے۔

یعنی تیرا قدِ بلند ہر آفت سے محفوظ ہو۔

(۴) ترجمہ ۔ جس مقام تیرا حسن جلوہ افروزی کرے (خدا کرے) کہ وہاں بدبین اور بد اندیش (حاسد) کو طعنہ کی مجال نہ ہو

(۵) ترجمہ ۔ صورت و معنی کا جمال تیری ہمت کی برکت سے ہے (خدا کرے) کہ تیرا ظاہر افسردہ اور تیرا باطن غمگین نہ ہو

دژم ۔ غمگین ۔ افسردہ ۔ اندوہگین ۔ بعض محققین کی رائے ہے ۔ کہ بکسر اول و بفتح ثانی بمعنی آشفتہ بد دماغ اور دژم اصل میں دژمن تھا بمعنی آشفتہ و خشمگین ۔ **نژند** ۔ سرنگون ۔ پست ۔ خوار ۔ سرگشتہ ۔ غمگین ۔ خفا ۔ مطلب یہ ہے کہ حسنِ صورت و حسنِ سیرت صوری اور معنوی جمال کو تیری ذات سے رونق ہے ۔ خدا تجھے افسردہ و غمگین نہ کرے ۔ صورت اور معنی ۔ ظاہر اور باطن کا مقابلہ لطیف

(۶) ترجمہ ۔ جو شخص تیرے چاند جیسے چہرہ کو چشمِ بد سے دیکھے تیری آگ پر سوائے اسکی آنکھوں کے کوئی سپند نہ ہو۔

سپند ۔ کالہ دانہ (ہرمل) ایک قسم کا تخم ہے ۔ جو نظرِ بد دفع کرنیکی غرض سے جلاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص تجھے نظرِ بد سے دیکھے ۔ اس نظرِ بد کے دفعیہ کیلئے اسکی آنکھ ہی آگ پر سپند کا کام دے ۔ یعنی جلے

بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے بجز در آتشِ غم جانِ او سپند مباد"

(۷) ترجمہ ۔ حافظ کی شکر افشان کلام سے شفا ڈھونڈھ ۔ خدا کرے کہ تجھے گلاب و قند کے علاج کی حاجت نہ ہو۔

یعنی دوا کی نسبت حافظ کی دعا تیرے حق میں زیادہ مفید ہے

غزل (۳۱)

ترکِ من چون جعدِ مشکین گرد برگِ گل شکند	۱	لالہ را دل خون شود بازارِ سنبل بشکند
در خرامان سرو گلنارش کند سیلِ چمن	۲	سرو را از پا در اندازد و دلِ گل بشکند

تا خیال ابروی جانان ز چشمم دور شد ۳ اندرین رہ سیلہا باشد کہ صد پل بشکند
چون نسیم صبحگاہی پردۂ گل بر درد ۴ خار غم اندر دل مجروح بلبل بشکند

(۵) **حافظا** این مہر وحدت را ز دست خود مدہ (۵)
تا خیال زہد و تقوی را توکل بشکند

(۱) ترجمہ ۔ میرا معشوق جب جعد مشکین کو کاکل کے گرد چھوڑتا ہے تو لالہ کا دل خون ہو جاتا ہے اور سنبل کی [illegible] ہو جاتی ہے ۔

جعد مشکین ۔ تحقیق لغوی کیلئے دیکھو شعر الف لم **کاکل** بضم کاف دوم مردوں اور بچوں کے سر کے درمیان کے بال گھوڑے کی گردن کے بال ۔ موئے تارک سر ۔ لالہ سرخ رنگ کا پھول جسکے اندر داغ ہوتا ہے ۔ اسلئے بوجہ حسد دل خون ہونا ۔ سنبل کو زلف معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ اسلئے بمقابلہ زلف معشوق اس کی کساد بازاری ۔

(۲) ترجمہ ۔ اور اگر اس کا سرو گلنار ٹہلتا ٹہلتا باغ کا رخ کرے ۔ سرو کو گرا دے اور پھول کا دل توڑ دے ۔

سرو گلنار ۔ سرو بلحاظ قد و قامت اور گلنار (گل انار) بلحاظ رنگ و لطافت رخسار ۔ مراد معشوق سرو قد گلرو مطلب یہ ہے کہ سرو اسکے قد بالا کا مقابلہ نہ کرسکنے کے باعث اپنی سرکشی کو چھوڑ کر گر جائے ۔ اور پھول اسکے رخسار کی رنگت اور لطافت کو دیکھ کر کبیدہ خاطر ہو جائے ۔ اسی مضمون کو داغ دہلوی نے اسطرح ادا کیا ہے ۔

باغ میں گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
انکھلیاں سر اٹھاتے ہیں کہ وہ آتی ہیں

(۳) ترجمہ ۔ جب سے ابروئے جاناں کا خیال میری آنکھ سے دور ہو گیا ہے ۔ اس راہ میں اتنے سیلاب جاری ہوئے کہ کئی پلوں کو توڑ دیں یعنی ہجر معشوق میں اسقدر رویا ہوں کہ آنکھوں سے سیلاب جاری ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ جب نسیم صبح پردۂ گل کو چاک کرتی ہے ۔ بلبل کے زخمی دل کے اندر غم کا کانٹا ٹوٹ جاتا ہے ۔

خار در دل شکستن ۔ نہایت درد اور مصیبت میں ہونا ۔ کیونکہ دل میں ٹوٹا ہوا کانٹا پھر نکل ہی نہیں سکتا ۔ مطلب یہ ہے ۔ کہ پھول کے شگفتہ ہونے سے بلبل کا عشق اور ذوق و شوق دو بالا ہو جاتا ہے اور غم عشق بھی اسکے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے

(۵) ترجمہ ۔ اے حافظ اس وحدت کے بھید کو ہاتھ سے نہ دے ۔ تاکہ زہد و تقوی کے خیال کو توکل توڑ دے ۔

یعنی جب تک تجھے یقین ہوگا کہ سب کچھ خدا ہے اور سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے میں کچھ نہیں ہوں اور میرے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں اسوقت تک تو ضرور خدا پر توکل کریگا اور زہد و تقوی پر تیرا کچھ انحصار نہ ہوگا ۔

غزل (۳۲)

۱ جان بی جمال جانان میل جہان ندارد / ہر کس کہ این ندارد حقا کہ آن ندارد
۲ با ہیچکس نشانی زان دلستان ندیدم / یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد
۳ ہر شبنمی درین رہ صد موج آتشین ست / دردا کہ این معما شرح و بیان ندارد
۴ سر منزل قناعت نتوان ز دست دادن / ای ساربان فروکش کاین رہ کران ندارد
۵ چنگ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت / بشنو کہ پند پیران ہیچت زیان ندارد
۶ گر خود رقیب شمع ست احوال ازو بپوشان / کان شوخ سربریدہ بند زبان ندارد
۷ ذوقی چنان ندارد بی دوست زندگانی / بی دوست زندگانی ذوقی چنان ندارد
۸ احوال گنج قارون کایام داد بر باد / در گوش گل فروخوان تا زر نہان ندارد
۹ آن را کہ خواندی استاد گر بنگری بتحقیق / صنعتگریست اما طبع روان ندارد
۱۰ ای دل طریق رندی از محتسب بیاموز / مست ست و در حق او کس این گمان ندارد

کس در جہان ندارد یکبندہ چو حافظ
زیرا کہ چون تو شاہی کس در جہان ندارد

(۱) ترجمہ ۔ [illegible] جمال جانان نہیں ہے ۔ خدا کی قسم کہ وہ جان بھی نہیں رکھتا ہے ۔

یعنی جمال جانان کے بغیر جان کچھ چیز نہیں وصال محبوب کے بغیر زندگی کسی کام کی نہیں پہلا مصرعہ تجنیس کی کثرت نے ایک لطف پیدا کر دیا ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ میں نے معشوق کا کوئی نشان کسی کے پاس نہ دیکھا ۔ یا مجھ ہی کو خبر نہیں ۔ یا اسکا کوئی نشان ہی نہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ محبوب کی ذات کے متعلق کسی کو کچھ علم نہیں ۔ یا تو مجھ کو خود علم نہیں یا اسکی ذات کا علم ہی دنیا میں نہیں ۔ اسی [illegible]

(۳) ترجمہ ۔ اس راہ میں ہر شبنم کا قطرہ سو آتشیں موجوں کے برابر ہے ۔ افسوس کہ اس معمہ کی کوئی شرح نہیں ہو سکتی ۔

راہ عشق میں شبنم کی ایک قطرہ کے اندر سو آتشیں موجیں ہیں یعنی ایک ایک ذرہ میں آفتاب پنہاں موجود ہے ۔ ایک ایک قطرہ میں بحر بیکراں کی حقیقت تصور کی جا سکتی ہے ۔ غرض جزو میں کل کا تماشا نظر آتا ہے ۔ ذوق کا شعر ہے ۔

ذرہ ذرہ میں ہی صحرا قطرہ ہی دریا ہم کو
آئی ہی جزو میں نظر کل کا تماشا ہم کو

مرزا غالب فرماتے ہیں

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

اسی مضمون پر ہے

اگر یک قطرہ را دل بر شگافی
بروں آید ازو صد بحر صافی

(۴) ترجمہ ۔ صبر کی مقام کو تیزی نہیں پہنچ سکتی ۔ اے شتربان ٹھہر جا کہ اس راستہ کی انتہا نہیں یعنی کہاں تک چلتے جائیگا ۔ یہ راستہ کبھی طے نہیں ہو سکتا ۔ صبر کر اور بیٹھ جا ۔

گھر بیٹھو کہیں ہاتھ لگی منزل مقصود
جب تھک کر ہم بیٹھ رہے پاؤں طلب کے

(۵) ترجمہ ۔ خمیدہ قد چنگ تجھے عیش و عشرت کیطرف بلاتی ہے سن کیونکہ اسکی نصیحت تجھکو مقصد تک پہنچائیگی ۔

عمر رسیدہ آدمی تجربہ کار ہوتا ہے زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف ہوتا ہے اسلئے ایسے آدمی کی نصیحت پر ہمیشہ نوجوانوں کو عمل کرنا چاہئے ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چنگ (مشہور ساز کا نام) بھی عمر رسیدہ ہے ۔ کیونکہ بوڑھوں کیطرح خمیدہ پشت ہے ۔ وہ تجھے عشرت کیطرف متوجہ کرتی ہے (تمام ساز اور باجے عشرت کیطرف متوجہ کرتے ہیں) اسلئے اس کی نصیحت سن اور اس پر عمل کر

(۶) ترجمہ ۔ اگر رقیب خود شمع ہی ہو تو اس سے حال چھپا کیونکہ اس سر بریدہ شوخ کی زبان قابو میں نہیں ۔

شمع کا سر گلگیر سے کاٹا جاتا ہے اسلئے سر بریدہ کہا اور زبانِ شمع (زبانہ) کی بے باکی بھی مشہور ۔

مطلب یہ ہے کہ رازِ عشق شمعِ محفل تک کو نہیں بتانا چاہئے ۔

(۷) ترجمہ ۔ معشوق کی بغیر زندگی کا کچھ مزہ نہیں معشوق کی سوا زندہ رہنے میں کچھ لطف نہیں ۔

دونوں مصرعوں میں ایک ہی جملہ ہے صرف ترکیبِ الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے ۔ مضمون کو پر زور کرنے کیلئے اعادہ کیا گیا ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ گنجِ قارون کا حال جسکو زمانہ نے برباد کر دیا ۔ پھول کے کان میں کہو تاکہ وہ بھی زر پوشیدہ کر کے نہ رکھے ۔

پھول کے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہے جسے زرِ گل کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ پھول کو کہو کہ اپنے زر کو قارون کیطرح پوشیدہ کر کے نہ رکھے بلکہ اسے خرچ کرے ۔ اور بلبل بیدل کو بھی اپنے نقدِ حسن سے حصہ دے کیونکہ بخیل کے خزانہ کا وہی حال ہوتا ہے جو قارون کے خزانہ کا ہوا ۔

گنجِ قارون کیلئے دیکھو شعر ۳

(۹) ترجمہ ۔ حسن تو نے استاد کہا ہے اگر تو بنظر غور دیکھے تو وہ صنعت گر تو بیشک ہے ۔ مگر اس کی طبیعت میں روانی نہیں شعر کیلئے صرف صنائع و بدائع ہی کافی نہیں ۔ بلکہ طبیعت کی روانی اور خیالات اور الفاظ کی آمد بھی ضروری ہے خواجہ صاحب

فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کو (ممکن ہے کسی خاص شاعر کیطرف اشارہ ہو) تو استاد کہتا ہے اسکی کلام میں صنائع بدائع تو بیشک موجود ہیں مگر طبیعت کی روانی نہیں۔ ایک پرانے قلمی دیوان میں "طبع روان" کی بجائے "شعر روان" لکھا ہے۔

(۱۰) **ترجمہ**۔ اے دل رندی کا طریقہ محتسب سے سیکھ۔ وہ مست ہے اور اسکے حق میں کسیکو بدمستی کا گمان نہیں۔

یہاں خواجہ صاحب پھر زاہدان ریاکار اور مفتیان میخوار کی پردہ دری کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رندی کا طریقہ جو محتسب نے اختیار کیا ہے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ تو بھی جا کر اسی کا شاگرد بن کیونکہ وہ اور رندوں کی طرح بدنام نہیں۔ شراب بیشک پیتا ہے مگر کسیکو اس پر یہ گمان تک نہیں کہ وہ میخوار ہے گویا سخت ریاکار ہے۔ محتسب کے شرب الیہود کیطرف اشارہ ہے۔

برون نمے رود از خانقاہ یکی ہشیار (سعدی) کہ پیش شحنہ بگوید کہ صوفیاں مستند

(۱۱) **ترجمہ**۔ حافظ کیطرح ایک غلام بھی دنیا میں کسیکے پاس نہیں۔ کیونکہ جہاں میں کوئی (غلام) تجھ جیسا بادشاہ نہیں دیکھا یعنی چونکہ تو تمام دنیا کی بادشاہوں کا انتخاب ہے اور کوئی بادشاہ تیرا ثانی نہیں اسلئے میں بھی جو تیرا غلام ہوں تیری نسبت کیوجہ سے غلاموں میں لاثانی ہوں۔ کیونکہ دنیا میں اور کوئی غلام ایسا نہیں جسکا آقا میرے آقا کا ہم رتبہ ہو پس سچ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا آقا نہیں جسکا حافظ کی پایہ کا ایک غلام بھی ہو۔ پس یہ میری آقا کیلئے بھی باعث فخر ہے۔

میان ماہ رویاں سربلندی مے سزد [illegible] کہ بود در جہاں [illegible] پیری [illegible]

غزل (۳۴)

جہان بر ابروی عید از ہلال وسمہ کشید ۱ ہلال عید بر ابروے یار باید دید
شکستہ گشت چو پشت ہلال قامت من ۲ کمان ابروی یارم چو بار وسمہ کشید
مپوش روی و مشو در خط از تفرج حسن ۳ کہ خواند خط تو بر روی قرآن نگاد دمید
مگر نسیم خطت صبح در چمن بگذشت ۴ کہ گل ببوی تو بر تن چو صبح جامہ درید
بیا کہ با تو بگویم غم ملالت دل ۵ چرا کہ بی تو ندارم مجال گفت و شنید
نبود چنگ و رباب و گل و نبید کہ بود ۶ گل وجود من آغشتہ شراب و نبید
بہای وصل تو گر جان بود خریدارم ۷ کہ جنس خوب مبصر بہرچہ دید خرید
مریز آب سرشکم کہ بی تو دور از تو ۸ چو باد می شد و در خاک نامرادی غلطید
چو ماہ روی تو در زیر زلف میدیدم ۹ شبم بروی تو روشن چو روز میگردید

بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام ۱۰ بسر رسید امید و طلب بسر نرسید
ز تنگنای سیہ خانہ صبح مراد ای چرخ ۱۱ چو صبح بر رخ عالم ازین صفت خندید
دلم ز زلف تو آشفتہ تر شدہ بود میدانم ۱۲ کہ پیش روی تو بر خود چو برق میخندید

(۱۳) ز شوق لعل تو حافظ نوشت شعری چند (۱۳)
بخوان تو نظمش و در گوش کش چو مروارید

(۱) ترجمہ۔ جہاں نے عید کی ابرو پر ہلال کا وسمہ لگایا۔ ہلال عید یار کی ابرو میں دیکھنا چاہیے۔ [illegible]
مطلب یہ ہے کہ ابروی عید پر ہلال کا وسمہ لگا ہے یعنی ہلال عید نکل آیا۔ پس ہلال عید دیکھنے سے پہلے ابروئے یار کو دیکھ لینا چاہیے
عام قاعدہ ہے کہ ہلال دیکھنے سے پہلے کوئی مبارک اور بابرکت چیز دیکھا کرتے ہیں۔ عاشق ہلال عید کی دیکھنے سے پہلے ابروئے یار کو
جو ہلال عید سے مشابہ ہے دیکھتا ہے۔ یا یہ کہ باقی جہان کیلئے تو ہلال عید آسمان پر ہوتا ہے مگر عاشق ابروئے یار کو ہلال عید سمجھتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میرا قد پشت ہلال کی طرح خمیدہ ہو گیا ہے جب میرے معشوق کی ابرو کمان نے وسمہ کا بوجھ اٹھایا۔
ابروئے یار وسمہ لگانے سے زیادہ دلکش ہو جاتا ہے اور عاشق کا شوق اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ شوق و عشق میں قد کا خمیدہ ہونا ظاہر ہے
مزید برآں ابروئے یار کو وسمہ بھی ایک بار ہے کیونکہ وہ بہت نازک ہے۔ اسلئے قد عاشق کا اس وجہ سے بھی خمیدہ ہونا ظاہر ہے۔
دوسرے مصرعہ میں لفظ ابرو کی جگہ مرہ دیوانوں میں لفظ کہ ہے۔ بعض قلمی دیوانوں میں لفظ چو ہے۔ اگر چو والا نسخہ لیا جائے تو یہ معنی ہونگے
ہونگے۔ یا یہ کہ میرا قد کمان ابروئے یار کی طرح ہے۔ جو وسمہ کے بار سے خمیدہ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ چہرہ نہ چھپا اور نظارہ حسن سے بیقرار نہ ہو۔ کیونکہ تیرے خط نے چہرہ پر وان یکاد پڑھا ہے اور پھونکا ہے۔
در خط شدن۔ درہم ہونا۔ خراب ہونا۔ شرمندہ ہونا۔ منسوخ ہونا۔ متغیر ہونا۔ اندوہناک ہونا۔ [illegible]
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص عاجز ہوتا ہے اپنے گرد خط کھینچ لیتا ہے۔ (غیاث اللغات)

تفریح۔ کشائش۔ خوشحالی۔ مجازاً سیر۔ تماشہ نظارہ۔ وان یکاد۔ سورہ القلم ہی وَاِنْ یَّکَادُ
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ۔ الخ۔ اسکا ترجمہ نزدیک ہے کہ کافر تجھے لغزش دیں اور ہلاک کر دیں اپنی تیز آنکھوں سے
گھورتے ہیں۔ قریش کو بعض کوتاہ نظروں نے بھی اسکو بعض لوگوں کو جو حسد اور چشم بد میں مشہور تھے۔ کہا کہ تم آسیب
پہنچاؤ یعنی چشم بد سے پیغمبر خدا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے محو کر دو۔ اسوقت خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلعم
کو ان کافروں کی چشم بد سے محفوظ رکھنے کیلئے یہ آیت بھیجی۔ حسن بصری رح نے کہا ہے کہ چشم زخم کا اس آیت کے سوا اور کوئی علاج

نہیں۔ چنانچہ اب لوگ چشم بد کی اثر کو دور کرنے کیلئے یہ آیت پڑھ کر پھونکتے ہیں۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پر تو جمال کو کافر چشم زخم پہنچانا چاہتے تھے۔ اور خدا نے یہ آیت بھیجکر آں حضرت صلعم کو محفوظ کیا۔ اسی طرح تیری خط ہی تیرے چہرہ پر "ان یکاد" پڑھکر پھونکتا ہے۔ اور اب تجھے چشم بد کا کچھ ڈر نہیں۔ بیشک اپنا جمال خط کے ذریعہ اپنی چہرہ کو پوشیدہ نہ رکھ۔ تیرے حسن پر چونکہ حاسد کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا اپنا چہرہ کھول اور حسن کا اظہار کر۔ خط اور خط میں صنعت تجنیس تام ہے۔ ایک پرانے قلمی دیوان میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے "در مپوش روی و مشو درہم از تفرج خلق" مطلب وہی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ شاید تیری جسم کی خوشبو دار ہوا صبح باغ میں گئی۔ کیونکہ پھول نے تیری خوشبو پر صبح کیطرح جامہ پھاڑ دیا ہے نسیم صبح سے پھول کی جامہ دری مشہور۔ کیونکہ پھول نسیم صبح سے ہی شگفتہ ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید نسیم صبح تیری خوشبو لیکر باغ میں گئی کہ پھول نے رشک سے اپنا جامہ چاک کر دیا۔ صنعت حسن تعلیل ہے۔ "ہمچو صبح" اسواسطے کہا کہ پو پھٹنے کو بھی جامہ دری سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ آکہ تجھ سے دل کی ملال کا غم بیان کروں۔ کیونکہ تیری سوا مجھے گفت و شنید کی مجال نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ چنگ و رباب پھول اور شراب (اس وقت) نہ تھے جبکہ میری وجود کی مٹی شراب نبید سے آلودہ تھی۔

نبید۔ دراصل نبیذ ہے۔ استعمال فارسی میں نبید بھی صحیح ہے۔ شراب جو خرما اور جو وغیرہ سے بنائی جاتی ہے۔

آغشتہ۔ بفتح غین بمعنی آلودہ۔ مطلب یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے ہی پہلے میرے وجود کی مٹی کو شراب سے آلودہ کیا گیا تھا یعنی ہمنے آج شراب خواری شروع نہیں کی۔ ازل سے ہی مست ہوں۔ دیکھو شعر (د ۲۵/۸ ت ۱۱۱/۸)

یہ شعر بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری وصل کی قیمت اگر جان بھی ہے۔ تو میں خریدار ہوں۔ کیونکہ اہل نظر آدمی اچھی جنس کو ہر قیمت پر بھی دیکھکر خرید لیتا ہے۔

بصیر۔ بینائی والا۔ بینا۔ اہل نظر۔ چشم بصارت رکھنے والا۔ عقلمند۔ یعنی جان دیکر بھی تیرا وصل خریدنے پر تیار ہوں کیونکہ اچھی چیز جس قیمت پر بھی مل جائے خرید لینی چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ میرے آنسوؤں کی آبروریزی نہ کر کہ تیرے سوا (خدا ہی تجھ سے دور رکھے) میرے آنسو ہوا کیطرح چلتے تھے۔ اور خاک راہ میں گرتے تھے۔

یعنی تیری فراق میں میں دور رہا ہوں۔ اور میرے آنسو خاک راہ میں گر رہے ہیں۔ تو میرے آنسوؤں کی اتنی بے آبروئی کر

"دور از تو"، جملۂ دعائیہ معترضہ ہے۔ یعنی خدا یہ حالت تجھ سے دور رکھے۔ نصیب اعدا۔

(۹) ترجمہ۔ جیسے تیرے چہرہ کا چاند زلف کے نیچے دیکھتا تھا۔ تو میری رات تیری سامنے دن کیطرح روشن ہوجاتی تھی جسطرح تیری زلفوں کی رات کو تیری چہرہ کا چاند روشن کرتا ہے۔ اسی طرح تیری رخسار کو دیکھ کر میری رات بھی دن کیطرح روشن ہوجاتی ہے۔ دیکھو شعر ۵

(۱۰) ترجمہ۔ میری جان لبوں پر آگئی اور مقصد حاصل نہ ہوا۔ امید ختم ہوگئی اور طلب ختم نہ ہوئی۔ (یا طلب کے حاصل نہ ہوئی)

(۱۱) ترجمہ۔ اے آسمان زمانہ کی انقلاب سے یہ امید نہ رکھ۔ کہ صبح کی طرح زمانہ کی چہرہ پر اسی طرح ہنستی رہینگے۔ یہ شعر بعض پرانی قلمی دیوانوں میں نہیں ہے اور اسکی ترکیب بھی قدرے مشتبہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ میں ہمیشہ انقلابات ہوتے رہتے ہیں اور یہ امید نہیں کرنی چاہئے۔ کہ ہمیشہ خوشحالی رہیگی۔ چرخ کو اسواسطے مخاطب کیا ہے کہ انقلابات آسمان سے منسوب کئے جاتے ہیں اگر پہلے مصرعہ کو اس طرح پڑھا جائے "کہ بہ انقلاب زمانہ طمع مدار از چرخ"۔ تو یہ معنی ہونگے۔ کہ زمانہ کی انقلاب میں آسمان سے یہ امید نہیں رکھنی چاہئے۔ الخ۔

(۱۲) ترجمہ۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میرا دل تیری زلف سے شوریدہ تھا۔ کہ تیری چہرہ کے سامنے بجلی کی طرح اپنے اوپر ہنستا تھا جسطرح بجلی بادلوں میں ہنستی ہے۔ اسی طرح میرا دل تیری زلف سے شوریدہ ہوکر بجلی کی مانند چمکتا تھا۔

ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

دلم ز روے تو شوریدہ بود دیدم ۔ کہ پیش زلف سر خود چو مار می پیچید

یعنی میرا دل تیری چہرہ سے شوریدہ ہوکر تیری زلف کی سامنے سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ تیری لب لعل کی شوق میں حافظ نے یہ چند شعر لکھے۔ اس کی نظم کو تو پڑھ اور موتیوں کیطرح اپنے کان میں ڈال۔ — اپنے اشعار کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور معشوق سے التجا کی ہے تو انہیں پڑھ اور سن۔ موتیوں کو آویزہ کان کیلئے مشہور۔ نظم، مروارید اور گوش کی رعایت ظاہر۔

غزل (۱۴۳)

جمالت آفتاب ہر نظر باد ۱ ز خوبی روی خوبت خوبتر باد
ہمای زلف شاہین شہپرت را ۲ دل شاہان عالم زیر پر باد
دلی کو بستۂ زلفت نباشد ۳ ہمیشہ غرقہ در خون جگر باد

(۴) بتا چون غمزہ‌ات ناوک فشاند   دل مجروح من پیشش سپر باد
(۵) چو لعل شکرینت بوسہ بخشد   مذاق جان من زو پر شکر باد
(۶) مرا از تست ہر دم تازہ عشقی   ترا ہر ساعتی حسن دگر باد

(۷) بجان مشتاق روی تست حافظ
ترا بر حال مشتاقان نظر باد (۷)

(۱) ترجمہ۔ تیرا جمال ہر نظر کیلئے آفتاب ہو۔ خوبصورتی سے تیرا خوبصورت چہرہ اور زیادہ خوبصورت ہو۔

یعنی ہر نظر کو تیرا جمال روشنی بخشے۔

(۲) ترجمہ۔ تیری شاہین شہپر زلف کی ہما کے۔ پروں کے نیچے تمام جہاں کی بادشاہوں کا دل ہو۔

شاہین۔ ایک مشہور شکاری پرندہ کا نام ہے۔ **شہپر**۔ بڑے اور مضبوط پروں والا۔ طاقتور۔

زلفِ معشوق کو ہما اور شاہینِ شہپر کہا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ تمام بادشاہ تیری زلف کے دام میں گرفتار ہوں۔ ہما کی متعلق مشہور ہے۔ کہ جس شخص کے سر پر اسکا سایہ پڑے۔ وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہما اور شاہ کا تعلق ظاہر۔

مروجہ دیوانوں میں بجائے لفظ "زلف"۔ لفظ "اوج" ہے۔ مطلب وہی ہے۔ یہ نسخہ ایک قلمی دیوان کا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ دل جو تیری زلف کا اسیر نہ ہو۔ ہمیشہ خون جگر میں غرق رہے۔

ایک قلمی دیوان میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے "چو زلفت درہم و زیر و زبر باد"۔

(۴) ترجمہ۔ اے معشوق جب تیرا غمزہ تیر نکالتا ہے۔ تو میرا دل اسکے سامنے ڈھال ہو۔

ناوک۔ ایک چھوٹا تیر۔ اسم تصغیر ناوہ۔ ناوہ بمعنی چوب مجوف میان خالی۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ دراصل ناوی تھا یعنی وہ آہنی چیز جسمیں تیر رکھکر ایک مخصوص وضع سے کمان کی زہ سے بندکر کے چلاتے ہیں۔ کثرت استعمال سے اسکے تیر کو بھی ناوک کہنے لگے۔ مجازاً بطور اطلاق ظرف بر مظروف۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا تیر غمزہ خدا کرے میرے دل پر لگے۔

(۵) ترجمہ۔ جب تیرا لب شیریں بوسہ عطا کرے۔ تو اس سے میری جان کا مذاق پر شکر ہو۔

مذاق۔ چکھنا۔ چکھنے کی جگہ۔ قوت ذائقہ کا محل۔ کام۔ زبان۔ اسم ظرف از ذوق

مطلب یہ ہے۔ کہ تیرے لب شیریں کے بوسہ سے میری جان کی زبان شیریں ہو۔

(۶) ترجمہ۔ مجھ کو تجھ سے ہر دم تازہ محبت ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ ہر ساعت تیرا حسن بھی دوبالا ہو تازہ ہو نیا ہو)

(۷) ترجمہ۔ حافظ جان سے تیرے چہرہ کا مشتاق ہے (خدا کرے) کہ تو مشتاقوں (عاشقوں) کے حال پر نظرِ عنایت کرے

(نوٹ) ایک قلمی دیوان میں ایک شعر زائد ہے وہ یہ ہے۔

ہمیشہ غرقہ در خون جگر باد	دلے کو عاشق روئش نگردد

اس شعر کا مصرعہ ثانی وہی ہے۔ جو شعر نمبر (۶) کا مصرعہ ثانی ہے۔ اور شعر نمبر (۳) کے مصرعہ ثانی کی دوسرے نسخہ [illegible] شعر نمبر (۳)

غزل (۳۵)

چو رویت مہر و مہ تاباں نباشد	۱	چو قدت سرو در بستاں نباشد
چو لعل و لولوت در دلفروزی	۲	دُرِ دریا و لعل کان نباشد
میان خط سبزت لعل نوشین	۳	عجب گر چشمۂ حیوان نباشد
چو [illegible] پستہ اش خندد بحالم	۴	چرا بادام من گریان نباشد
سواد زلف تو کفر است دل را	۵	برونق تر از ایمان نباشد
بتو نسبت نباشد ہیچ تن را	۶	نہ تن باللہ کہ مثلت جان نباشد

(۷) [illegible] شعر حافظ (۷)

چو لعل خسرو خوباں نباشد

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کی طرح چاند اور سورج روشن نہیں ہیں۔ تیرے قد کے مقابلہ میں کوئی سرو بلند نہیں ہے۔ یعنی چاند اور سورج روشنی میں تیرے چہرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور سرو بستان تیرے قدِ بلند کے سامنے ہیچ ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے لعل اور موتیوں کی طرح دلفروزی میں سمندر کے موتی اور کان کا لعل نہیں۔

لعل سے مراد لبِ لعل اور لولو سے مراد دندانِ آبدار۔ مطلب یہ ہے کہ دلکشی میں کان کا لعل تیرے لبِ لعل کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور سمندر کے موتی تیرے دانتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے خطِ سبز کے درمیان لعلِ شیریں (لب) تعجب ہے۔ اگر چشمۂ آبحیات نہ ہو۔

نوشیں۔ شیریں۔ منسوب بہ نوش یعنی شہد۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح ظلمات کے اندر چشمۂ آبحیات درخشاں ہے اسی طرح تیرے خطِ سبز کے اندر تیرا لبِ لعل بھی چشمۂ آب حیات ہے۔ خط کو بوجہ سیاہی اور سبزی کے ظلمات سے

تشبیہ دی ہے۔ لبِ معشوق کو آبحیات کے چشمہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ ظہیر فاریابی کا شعر ہے۔

یکے خالِ سیاہ جا کردہ بر کنجِ لبِ لعلش
تو گوئی بر لبِ آبِ بقا بنشستہ ہندوئے

(۴) ترجمہ۔ بندق کی طرح اسکا پستہ (دہن) میرے حال پر ہنستا ہے۔ اسلئے میرا بادام کیوں نہ روے۔

فندق۔ بضمِ اول و بضمِ دال۔ میوہ ایرانی۔ سرخ رنگ۔ برابر کنار۔ مشابہ سرِ انگشتاں۔ بندق بھی کہتے ہیں۔ کبھی لبِ معشوق سے اور کبھی سرِ انگشتِ حنابستۂ معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ فندق شکستن بمعنی بوسہ لینا۔ **پستہ** سے مراد دہن۔ دہنِ معشوق کو پستہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ **بادام**۔ مراد آنکھ۔ بوجہ مشابہت صوری۔

مطلب یہ ہے۔ کہ وہ میرے حالِ زار پر بجائے ہمدردی کے ہنستا ہے۔ اسلئے میں روتا ہوں۔

ما ز گریہ چوں نمک بگداختیم
تو ز خندہ شکر افشانی ہنوز۔

امیر مینائی کا شعر ہے

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیا
میں رو رو کے دامن بھگویا کیا

(۵) ترجمہ۔ تیری زلف نے سینے میں دل کیلئے کفر دیا (لیکن) اس سے زیادہ بارونق ایمان ہی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ زلفِ معشوق کی سیاہی اگرچہ کفر آفریں ہے۔ مگر عاشق کے نزدیک اس کفر کے مقابلہ میں ایمان بھی کچھ چیز نہیں۔

ظہیر فاریابی کا شعر ہے۔

بر سرِ ملتِ [illegible] مسلمانی نیست
ہر کہ در شیوۂ عشقِ تو [illegible] کافر نشود

اصطلاحاتِ تصوف میں زلف سے مراد عالمِ کثرت و کفر۔ اور رخ سے مراد وحدت و ایمان۔

یہ نسخہ ایک پرانے قلمی دیوان سے لیا گیا ہے۔ مروجہ دیوانوں میں شعر اس طرح ہے۔

سوادِ کفرِ زلفِ او کہ دل را
بروئے تو ازاں ایماں نہ باشد

اس شعر کی ترکیب مشتبہ ہے۔ اسلئے یہ نسخہ اختیار نہیں کیا گیا۔ البتہ اس طرح معنی ہو سکتے ہیں کہ زلفِ معشوق کی کفر کی سیاہی ایسی ہے۔ کہ تیرے چہرہ کی قسم کہ دل کو ایمان رکھنا مشکل ہے۔

(۶) ترجمہ۔ کسی جسم کو تجھ سے نسبت نہیں ہو سکتی۔ جسم کیا بلکہ خدا کی قسم کہ کوئی جان بھی تیری طرح نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جسم تو بجائے خود رہا کوئی جان بھی لطافت اور پاکیزگی میں تیرے وجود کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ حافظ کے شعر بھی شیریں ہیں۔ لیکن خوبصورتوں کے بادشاہ کے لبِ لعل جیسے (شیریں) نہیں۔ معشوق کو تمام حسینوں کا بادشاہ کہا ہے۔

غزل (۳۶)

چو آفتاب می از مشرق پیالہ بر آید ۱ ز باغ عارض ساقی ہزار لالہ بر آید
نسیم در سر گل بشکند کلالۂ سنبل ۲ چو در میان چمن بوی آں کلالہ بر آید
حکایت شب ہجراں نہ آں شکایت حال است ۳ کہ شمۂ ز بیانش بصد رسالہ بر آید
ز گرد خوان نگون فلک مدار توقع ۴ کہ بی ملالت صد غصہ یک نوالہ بر آید
گرت چو نوح نبی صبر ہست در غم طوفان ۵ بلا بگردد و کام ہزار سالہ بر آید
بسعی خود نتواں برد پی بگوہر مقصود ۶ خیال باشد کایں کار بی حوالہ بر آید

(۷) نسیم وصل تو گر بگذرد بتربت حافظ
ز خاک کالبدش صد ہزار نالہ بر آید (۷)

(۱) ترجمہ۔ جب شراب کا آفتاب پیالہ کی مشرق سے نکلتا ہے۔ ساقی کے رخسار کے باغ میں ہزار لالے پیدا ہوتے ہیں سورج مشرق سے نکلتا ہے۔ اور اسکی گرمی اور روشنی سے باغ میں پھول شگفتہ ہوتے ہیں شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب پیالہ کی مشرق سے شراب کا آفتاب نکلتا ہے۔ تو معشوق کے عارض پر ہزارہا گل لالہ پیدا ہو جاتے ہیں یعنی معشوق جب شراب پیتا ہے۔ تو اس کا چہرہ لالہ زار (سرخ) ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ شراب پینے سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے شراب عشق سے بھی چہرہ پر نور آجانا ظاہر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ نسیم پھول کے سر پر سنبل کی زلف کو توڑتی ہے۔ جب باغ میں اس زلف (زلف معشوق) کی خوشبو آتی ہے کلالہ۔ بضم اول۔ موئے پیچیدہ۔ زلف۔ یہ لفظ کاف فارسی سے بھی لکھا جاتا ہے۔ سنبل تحقیق کیلئے دیکھو شعر ۵ غ ۱ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے معشوق کی خوشبو باغ میں آتی ہے تو نسیم جو بجائے خود ایک لطیف اور خوشبودار ہوا ہوتی ہے۔ پھول میں وہ خوشبو اور سنبل میں وہ پیچ و تاب نہیں دیکھتی۔ جو زلف معشوق میں موجود ہے۔ اسلئے پھول اور سنبل کو تو اسکے مقابلہ میں حقیر سمجھتی ہے۔ حقیقت میں سنبل کا پیچ و تاب اور پھول کی خوشبو حسن مطلق کا ہی ایک جلوہ ہے۔ اسلئے جزو کا اپنے کل کے ساتھ کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔

سنبل بتابی لالہ سیہ مست و گل بہانہ
یک جلوہ زاں جمال بگلزار آمدہ

ظہیر فاریابی کا شعر ہے۔

مے شود در جان مقتول رشتہ اش صبح حیات	گر بہ بندد حلقۂ زلف گرہ گیر ترا

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ت ۱/۵ ت ۳/۲ ت ۱/۶

(۳) ترجمہ۔ شب ہجراں کی حکایت ایسے حال کی شکایت نہیں کہ اس کے بیان کا ایک حصہ بھی سو رسالوں میں آ سکے۔ یعنی شب ہجراں کی مصائب کے بیان کا ایک حصہ بھی سو کتابوں میں ختم نہیں ہو سکتا۔

(۴) ترجمہ۔ آسمان کے سرنگوں خوانچہ (دیگ گرد) سے امید نہ رکھ۔ کہ سو غصہ کی ملالت کے سوا ایک نوالہ بھی حاصل ہو۔ ظاہر ہے۔ کہ سرنگوں خوانچہ میں کیا دھرا ہوگا۔ دور فلک میں ایک نوالہ حاصل کرنے کیلئے بیشک سو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ دیکھو شعر الف ۱/۲۔ خاقانی شروانی نے اسی مضمون پر کہا ہے

زہر است مرا غذا نے ہر روزہ	زین کاسۂ سرنگون پیروزہ
وز دہر سیاہ کاسہ در کام	صد سالہ غم است شراب یک روزہ
دہر است لئیمہ کاسہ گردانے	از کیسۂ او خطاست دریوزہ

(۵) ترجمہ۔ اگر تجھے حضرت نوح علیہ السلام پیغمبر کی طرح غم طوفان میں صبر ہو تو بلا ٹل جائیگی اور ہزار سالہ مدعا حاصل ہوگا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تو طوفانِ مصائب میں صبر سے کام لے۔ تو آخر کار تو ضرور کامیاب ہوگا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور طوفان نوح کا قصہ مشہور ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ لہذا کام ہزار سالہ اور نوح کی رعایت ظاہر

کارہا از صبر گردد دل پسند	خرم آن کز صبر باشد بہرہ مند
چوں در افتادی بگرداب حرج	صبر کن والصبر مفتاح الفرج
صد ہزاراں کیمیا حق آفرید	کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

(۶) ترجمہ۔ (صرف) اپنی کوشش سے گوہر مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ خیال خام ہے کہ یہ کام بغیر حوالہ کے نکل سکتا ہے۔ حوالہ سپردگی۔ دوسرے کو کوئی چیز دینا۔ سپرد کرنا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ گوہر مقصود صرف اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا پر توکل اور اسکی عنایت پر انحصار چاہیئے۔ اپنے کام اسکے حوالہ کرنے چاہئیں اور نور ہدایت کیلئے دعا کرنی چاہیئے۔ دیکھو غزل (۲۲) ردیف ہذا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

حافظ بکوشش تو چو پائے نمے رسد	گر نے کشش ز جانب او در میاں بود

(۷) ترجمہ۔ اگر تیری وصل کی نسیم حافظ کی تربت سے گذرے تو اس کے جسم کی خاک سے ہزاروں لالہ کے پھول نکل آئینگے۔

فی الحقیقت معشوق کے کوچہ کی ہوا سے ہی عاشق کی خاک میں جان پڑجاتی ہے۔

غزل (۳۷)

چو باد عزم سر کوی یار خواھم کرد	۱	نفس ببوی خوشش مشکبار خواھم کرد
هر آبروی که اندوختم ز دانش و دین	۲	نثار خاک رہ آں نگار خواھم کرد
بهرزه بی می و معشوق عمر میگذرد	۳	بطالتم بس از امروز کار خواھم کرد
صبا کجاست که ایں جان خوں گرفته چو گل	۴	فدای نکهت گیسوی یار خواھم کرد
چو شمع صبحدمم شد ز مهر او روشن	۵	که عمر در سر ایں کار و بار خواھم کرد
بیاد چشم تو خود را خراب خواهم ساخت	۶	بنای عهد قدیم استوار خواھم کرد

(۷) نفاق و زرق نبخشد صفای دل حافظ
طریق رندی و عشق اختیار خواھم کرد (۷)

(۱) ترجمہ۔ ہوا کی طرح کوئے یار کا ارادہ کرونگا۔ نفس کو اسکی بو سے مشکبار (خوشبودار) کرونگا۔

مطلب تقرب حق سے مراد ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جتنی عزت اور آبرو میں نے عقل اور دین سے حاصل کی۔ اس معشوق کی خاک راہ کی قربان کردونگا۔
عقل و دانش اور دین و ایمان کا حاصل بس یہی ہے۔ کہ ان تمام چیزوں کو عاشق اپنے معشوق کی راہ پر قربان کردے۔ دانش ودیں اسی لئے ہیں۔ کہ انکو راہ عشق میں صرف کردیا جائے۔ اور کس کام کے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ شراب اور معشوق کے سوا عمر بیہودہ گذرتی ہے بیکاری بہت ہو چکی۔ آج سے میں کام کرونگا۔
مطلب یہ ہے۔ کہ شراب اور معشوق کے سوا عمر کا جتنا حصہ گذرے۔ اسے بیہودہ اور بیکار سمجھنا چاہیئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بطالت بہت ہو چکی ہے۔ آئندہ کام کرونگا۔ یعنی مے و معشوق کا شغل اختیار کرونگا۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۳ ملا خضری کا شعر ہے۔

[illegible]	[illegible]

(۴) ترجمہ - صبا کہاں ہے کہ میں اپنی جان کو جو پھول کی طرح خون گرفتہ ہے۔ زلف معشوق کی خوشبو پر قربان کردونگا۔ پھول کو بوجہ سرخی خون گرفتہ کہا۔ عاشق کی جان بھی مصائبِ ہجر سے خون گرفتہ ہوتی ہے باد صبا زلف معشوق کی خوشبو اڑا لاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر بادِ صبا گیسوئے یار کی خوشبو مجھ تک لائے۔ تو اپنی جان کو اس خوشبو پر قربان کرونگا۔ پھول بھی باد صبا سے شگفتہ ہوتے ہیں۔ مشاہدہ ذات کے اشتیاق میں جان دینے کی آرزو ہے۔

(۵) ترجمہ - اس کی محبت سے شمع سحر کی طرح مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ میں کاروبارِ محبت میں ہی عمر صرف کردونگا۔ **شمع صبحدم** - یعنی شمعِ آخرِ شب۔ شمع سحر ظاہر ہے۔ کہ تھوڑی دیر کی مہمان ہوتی ہے۔ تمام عمر جل کر گذارتی ہے اور طلوع آفتاب کے وقت گل کردی جاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شمع صبحدم کی طرح میں نے بھی کاروبارِ عشق میں عمر گذاری ہے اور آفتابِ جلال کے نکلنے پر میرا بھی خاتمہ ہے جیسا کہ کہا گیا۔ نقطہ مہر بمعنی محبت و آفتاب۔ یہاں دونوں معانی کی طرف اشارہ ہے۔

	شمع آخر شب ہوں سن سرگذشت میری		پھر صبح ہوتے تک تو قصہ ہی مختصر ہے	(میر تقی)

(۶) ترجمہ - تیری آنکھوں کی یاد میں اپنے آپکو خراب کرونگا۔ عہد قدیم کی بنا کو مضبوط کرونگا۔

یعنی تیری مست آنکھ کی یاد میں میں مست اور خراب ہوجاؤنگا۔ اور صبح الست کی وعدہ کو مضبوط کرونگا۔ یعنی تیری عشق میں مست رہونگا۔ عہد قدیم سے مراد وعدۂ قالوا بلیٰ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں

	من ازاں جامے کہ در روزِ ازل نوشیدہ ام	ہمچناں سرمست خواہم بود تا روزِ نشور	

(۷) ترجمہ - اے حافظ خرقۂ تقویٰ اور ریاکاری سے دل کی صفائی و روشن ضمیری نہیں ہوتی ہے۔ اب رندی و عشق کا طریقہ اختیار کرونگا۔

یہاں خواجہ صاحب نے پھر زاہدانِ ریاکار اور رندانِ بادہ خوار کا مقابلہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زہد و اتقا جس میں ریا کی بو ہو۔ آئینہ دل کو تیرہ کردیتا ہے۔ روشن ضمیری حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ طریقۂ رندی یعنی عشق اختیار کیا جائے۔ خواجہ صاحب طریق رندی سے ہمیشہ مراد عشق اور عشق کی مستی لیتے ہیں۔ بمقابلہ زہد خشک و اتقاء ریا آمیز۔

غزل (۳۸)

چہ مستی است ندانم کہ رو بما آورد	۱	کہ بود ساقی و ایں بادہ از کجا آورد
دلا چو غنچہ شکایت ز بخت بستہ مکن	۲	کہ بادِ صبح نسیم گرہ کشا آورد
رسیدن گل و نسرین بخیر و خوبی باد	۳	بنفشہ شاد و خوش آمد سمن صفا آورد

علاج ضعف دل ما کرشمهٔ ساقیست	۴	برآر سر که طبیب آمد و دوا آورد
صبا بخوشخبری هدهد سلیمان ست	۵	که مژده طرب از گلشن سبا آورد
چه راه میزند این مطرب مقام شناس	۶	که در میان غزل قول آشنا آورد
تو نیز باده بچنگ آر و راه صحرا گیر	۷	که مرغ نغمه سرا ساز خوش نوا آورد
مرید پیر مغانم ز من مرنج ای شیخ	۸	چرا که وعده تو کردی و او بجا آورد
به تنگ چشمی آن ترک لشکری نازم	۹	که حمله بر من مسکین یک قبا آورد

(۱۰) فلک غلامی حافظ کنون بطوع کند
که التجا بدر دولت شما آورد (۱۰)

(۱) ترجمہ — میں نہیں جانتا یہ کیسی مستی ہے۔ جو ہم پر آئی۔ ساقی کون تھا اور یہ شراب کہاں سے لایا۔
مطلب یہ ہے کہ مستی عشق ایک عجیب قسم کی مستی ہے معلوم نہیں یہ کس شراب سے پیدا ہوئی ہے اور ساقی کون ہے۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کی مستی شراب انگوری سے نہیں بلکہ شراب عشق سے پیدا ہوئی ہے اور شراب عشق اور اسکے ساقی کی پوری حقیقت ہی کسی کو معلوم نہیں۔

(۲) ترجمہ — اے دل غنچہ کی طرح اپنی بخت بستگی کی شکایت نہ کر۔ کیونکہ باد صبح نسیم گرہ کشا کو لائی ہے۔
خواجہ صاحب اپنے دل کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ اپنے نصیب کی بستگی کی شکایت نہ کر کیونکہ آخر کشائش کار حاصل ہوگی جس طرح صبح کی ہوا غنچوں کو شگفتہ کرکے پھول بناتی ہے اور ان کی بستگی کو دور کرتی ہے۔ اسی طرح فیض کی نسیم تیرے غنچہ نصیب کو بھی شگفتہ کردیگی

در فیض است تو منشین از گشائش نا امید اینجا	برنگ دانہ از ہر قفل می روید کلید اینجا

(۳) ترجمہ — پھول اور نسرین کا پہنچنا خیر و خوبی سے ہے۔ بنفشہ شاد اور خوش آیا اور چنبیلی صفائی لائی۔
نسرین — سیوتی کا پھول۔ پچھلے شعر اور اس شعر میں تسلسل مضمون ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نسیم بہاری اب غنچوں کو شگفتہ کرکے پھول بنا رہی ہے۔ باغ میں گل اور نسرین کی آمد آمد ہے۔ بنفشہ شاد و خرم زینت چمن ہو چکا ہے۔ چنبیلی اپنی نزاکت۔ لطافت اور صفائی لیکر آ پہنچی ہے۔ رندان بادہ پرست کی عیش کا وقت ہے اور عاشقوں کی تفریح کا موسم۔

(۴) ترجمہ — ہمارے دل کے ضعف کا علاج ساقی کا کرشمہ ہے۔ سر اٹھا کہ طبیب آیا اور دوا ساتھ لایا۔
عاشقوں کیلئے شراب عشق مفرح القلوب کا کام دیتی ہے اور اس مفرح کو استعمال کرنے کیلئے [illegible]

ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعرت ۱۱/۲

(۵) ترجمہ۔ صبا خوشخبری پہنچاؤ میں ہدہد سلیمان (کی برابر) ہوں کیونکہ وہ عیش طرب کی خوشخبری گلشن سبا سے لائی ہے

ہدہد۔ سبا۔ سلیمان۔ کیلئے دیکھو شعرت ۲۶

صبا موسم بہار کی خوشخبری لاتی ہے۔ اور یوں بھی قاصد صبا دیار معشوق سے نامہ و پیام لانے میں مشہور معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ غزل کسی خاص حالت میں لکھی ہے۔ جبکہ اسرار معرفت اور حریم راز کے دروازے ان پر کھلے تھے۔ عاشق کیلئے یہ بھی ایک خاص طرب کا مقام ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ یہ مقام شناس مطرب کیا (اچھا) گاتا ہے۔ کہ غزل کے درمیان معشوق کی بات لے آیا۔

راہ زدن۔ سرود کہنا۔ گانا۔ فارسی محاورہ ہے۔

مطرب مقام شناس سے مراد وہ مطرب جو حسب حال اور حسب مقام اور مناسب وقت گانا گائے مطلب یہ ہے کہ مطرب مقام شناس ہے اور بہت اچھا گاتا ہے کیونکہ اس نے غزل میں حقائق و معارف عشق کی نغمہ سرائی بھی کر دی۔ حقیقت میں خواجہ صاحب اپنی پُر معانی اور حقائق و معارف سے بھری ہوئی غزل کی تعریف کر رہے ہیں فی الواقعہ یہ غزل نہایت اعلیٰ ہے اور نکات عشق کو بہت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تو بھی شراب (کی صراحی) ہاتھ میں لے اور صحرا کا راستہ لے۔ کہ مرغ نغمہ سرا خوش آواز ساز لایا ہے۔

مرغ نغمہ سرا سے مراد بلبل۔ مطلب یہ ہے کہ بلبل باغ میں موسم بہار کی خوشی میں نغمہ سرائی کر رہی ہے ہمکو بھی باغ کا راستہ لینا چاہئے۔ دیکھو شعرت ۲/۲

موسم نغمہ چنگ است کہ در بزم صبوح ح	سعدی	بلبلاں را بہ چمن نالہ و غوغا برخاست

(۸) ترجمہ۔ میں پیر مغاں کا مرید ہوں۔ اے شیخ مجھ سے ناراض نہ ہو۔ کیونکہ وعدہ تو نے کیا اور اسکا ایفا اس نے۔

یعنی اے شیخ اگر میں پیر مغاں کا مرید ہو گیا ہوں۔ تو تو رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ جب میں نے تیری مریدی اختیار کی تھی تو تو نے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اسرار معرفت سے آگاہ کر دونگا۔ مگر تو نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ البتہ پیر مغاں نے مجھے ان تمام اسرار سے واقف کر دیا۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ زاہد کی مریدی سے کچھ حاصل نہیں۔ شراب معرفت صرف پیر مغاں کے پاس ہے۔ زاہد خشک ہے اور عشق کا مقام منظور ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۹/۹۔

(۹) ترجمہ۔ میں اس لشکری ترک کی تنگ چشمی پر نازاں ہوں جس نے مجھ ایک قبا والے مسکین پر حملہ کیا۔

سپاہی کا قاعدہ ہے کہ وہ بے سر و سامان آدمی پر حملہ نہیں کرتا۔ جب تک فریق مخالف بھی زرہ و بکتر میں نہ ہو اور مسلح نہ ہو مقابلہ کا لطف نہیں ہوتا۔ مگر میرے ترک نے مجھ نہتے مسکین پر جس کے جسم پر صرف ایک کپڑا تھا۔ حملہ کر دیا۔

عشق پلنگ خو نشناسد جوان ز پیر		گلزار را به برزخ شعله ز خار امتیاز نیست (جلال اسیر)

(۱۰) ترجمہ۔ آسمان حافظ کی غلامی اب خوشی سے کرتا ہے۔ کیونکہ حافظ اب تیرے در دولت پر التجا لایا ہے۔

طوع۔ رغبت۔ اطاعت۔ فرمان برداری۔ طوعاً از روئے اطاعت و فرمان برداری۔

مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ حافظ نے در معشوق کی آستان پر سر رکھدیا۔ اسلئے اب آسمان بھی حافظ کا زیر فرمان ہو گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان خدا کی اطاعت قبول کرے۔ تو تمام چیزیں اسکی مطیع ہو جاتی ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون پر ایک حکایت منظوم لکھی ہے۔

یکی دیدم از عرصۂ رود بار	کہ پیش آمدم بر پلنگی سوار
چناں ہول از ان حال بر من نشست	کہ ترسیدنم پائے رفتن ببست
تبسم کناں دست بر لب گرفت	کہ سعدی مدار آنچہ دیدی شگفت
توہم گردن از حکم داور مپیچ	کہ گردن نپیچد ز حکم تو ہیچ
رہ راست رو از طریق صواب	بہ گام و کامی کہ خواہی بیاب

غزل (۳۹)

چو دست بر سر زلفش زنم بتاب رود	۱	ور آشتی طلبم بر سر عتاب رود
چو ماہ نو رہ نظارگان بیچارہ	۲	زند بگوشۂ ابرو و در نقاب رود
طریق عشق پر آشوب فتنہ است اے دل	۳	بیفتد آنکہ درین راہ باشتاب رود
گدائی در جاناں بسلطنت مفروش	۴	کسے ز سایۂ این در بآفتاب رود
حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر	۵	کلاہ داریش اندر سر شراب رود
شب شراب خرابم کند بہ بیداری	۶	وگر بروز شکایت کنم بخواب رود
مرا تو عہد شکن خواندۂ و میترسم	۷	کہ با تو روز قیامت بیک خطاب رود
دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش	۸	کہ این معاملہ با عالم شباب رود
سواد نامہ موی سیاہ چو شد طی	۹	بیاض کم نشود ور صد انتخاب رود

۱۰ تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز (۱۰)

(۱۰) خوشا کسیکہ دریں راہ بی حجاب رود (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ جب میں اسکی سر زلف کو (ہاتھ سے) پکڑتا ہوں تو وہ پیچ و تاب کھاتا ہے اور اگر میں صلح کا طلبگار ہوتا ہوں تو عتاب کا اظہار کرتا ہے۔

زلف و تاب کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ ہلال کیطرح نظارگی دیکھنے والوں کو گوشۂ ابرو سے لوٹتا ہے۔ اور پھر نقاب میں ہو جاتا ہے۔
نظارگان۔ نظارگیاں۔ دیکھنے والے۔ بہ تخفیف و تشدید۔ ظا۔ مستعمل ہوتا ہے۔ از نظارگی۔ دیکھنا۔ دیدبازی کرنا مجازاً دیکھنے والا۔ **ماہ نو** یعنی ہلال۔ ہلال بہت تھوڑی دیر کیلئے سامنے آکر پھر غائب ہو جاتا ہے۔ معشوق بھی اسی طرح جلوہ فرمائی کر کے پردہ میں ہو جاتا ہے۔

دیدار مے نمائی و پرہیز میکنی
بازار خویش و آتش ما تیز میکنی

راہ زند۔ یعنی رہزنی کرتا ہے۔ لوٹتا ہے۔ ماہ نو اور گوشۂ ابرو کی مشابہت ظاہری ظاہر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل عشق کا رستہ پُر آشوب فتنہ ہے۔ جو شخص اس رستہ میں جلد چلا گر جاتا ہے۔

راہ سر از چاہ و توزان بی خبر
تا چہ رود مور بغیر دل در
راہبر خرد

(۴) ترجمہ۔ معشوق کے دروازے کی گدائی سلطنت کے بدلے نہ بیچ۔ کیا کوئی آدمی اس دروازے کے سایہ سے آفتاب کیطرف جاتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی شخص در معشوق کے سایہ کو چھوڑ کر دھوپ میں یا آفتاب کیطرف نہیں جاتا۔ کیونکہ اس دروازہ کی گدائی بادشاہی سے بھی اچھی ہے۔ اگر دوسرے مصرعہ کو استفہامی معنی نہ دیئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ انسان اس دروازہ کے سایہ سے آفتاب تک پہنچ جاتا ہے یعنی کمال اور رفعت حاصل کرتا ہے۔ اسلئے اس دروازہ کو نہ چھوڑ۔ کس یعنی یار و رفیق و مرد شریف و مطلق آدمی۔

(۵) ترجمہ۔ حباب کے سر میں جب غرور کی ہوا ابھرتی ہے۔ تو اسکی کلاہ داری سراب میں مل جاتی ہے۔
حباب۔ پانی کا بلبلا۔ غوزۂ آب۔ پانی میں ہوا ابھر جانے سے جو شکل بنتی ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ پانی کے قطرہ کے سر میں جب غرور اور تکبر کی ہوا ابھر جاتی ہے اور پھر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور سراب کی طرح جہاں حباب پہلے پانی نظر آتا تھا اب اس پانی کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ حباب بشکل کلاہ ہوتا ہے۔ لہٰذا کلاہ داریش کہا۔ سر اور کلاہ کی رعایت ظاہر۔ ناصحانہ انداز کا شعر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آدمی کو غرور نہیں کرنا چاہئے۔ غرور کا انجام برا ہے۔

تواضع سر رفعت افرازدت — (سعدی) — تکبر بخاک اندر اندازدت
بگردن فتد سرکش تند خو — بلندیت باید بلندی مجو

(۶) ترجمہ۔ شراب کی رات مجھے بیداری سے خراب کرتا ہے۔ اور اگر دن کو (اسباب کی) شکایت کرتا ہوں تو سو جاتا ہے۔ یعنی جس رات میں نے شراب پی ہوئی ہوتی ہے اور سونا چاہتا ہوں۔ مجھے سونے نہیں دیتا اور اگر دن کیوقت اسباب کی شکایت کرتا ہوں تو وہ سو جاتا ہے اور شکایت نہیں سنتا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جو کچھ کرتا ہے میری خواہش کے برخلاف کرتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجھے تو نے عہد شکن (بیوفا) کہا ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ روز قیامت تجھے یہی خطاب ملیگا۔ یعنی دنیا میں تو مجھے بیوفا کہتا ہے۔ مگر قیامت کے روز جو انصاف کا دن ہوگا۔ تجھے بیوفا کہینگے۔ گویا فی الواقع بیوفا تو ہے نہ کہ میں

(۸) ترجمہ۔ اے دل جب تو بوڑھا ہو گیا تو حسن اور نزاکت کا اظہار نہ کر۔ کیونکہ یہ معاملہ صرف عالم شباب کے شایان ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ پیرانہ سالی میں رعنائی و نزاکت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ جوانی کی باتیں ہیں۔

شکست رنگ شباب و ہنوز رعنائی — دراں دیار کہ زادی ہنوز آن جائی

اسی مضمون پر امیر خسرو نے کہا ہے۔

پیری و شاہد پرستی ناخوش است — خسروا تا کے پریشانی ہنوز

(۹) ترجمہ۔ سیاہ بالوں کی کتاب کا مسودہ جب ختم ہو گیا تو اگر سو انتخاب بھی کیا جائے۔ تو بیاض کم نہیں ہوتا۔

سواد۔ بالفتح (۱) سیاہی (۲) مسودہ۔ طے۔ بالفتح و تشدید و تخفیف یا (۱) لپٹنا۔ ختم کرنا (۲) ایک بیماری کا نام ہے جس میں بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بیاض۔ بالفتح (۱) سفیدی (۲) سادہ سفید اوراق کی کتاب (کاپی) جو عموماً اس غرض سے رکھی جاتی ہے کہ دوسرے مصنفوں کا کلام اور مختلف شعرا کے اشعار انتخاب کر کے اسمیں لکھے جائیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب بالوں کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے پھر سفید بال نکلوانے سے سفیدی میں کمی واقع نہیں ہو سکتی۔

سواد۔ نامہ۔ بیاض۔ انتخاب میں صنعت مراعات النظیر ہے۔ اس شعر میں لفظوں کا انتخاب اور طرز بیان خواجہ صاحب کی قادر الکلامی پر دال ہیں۔ بیاض جب مختلف مضامین اور مختلف اشعار سے بھر جاتا ہے۔ تو اسمیں انتخاب کر کے اسکے حجم کو کم کر سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ سفید بالوں کا بیاض اگر اس سے سفید بال نکال بھی ڈالے جائیں (یعنی انتخاب بھی کیا جائے) تو بھی حجم میں کم نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ سفید بال چن چن کر نکلوانے سے کچھ فائدہ نہیں اور سفید بال نکل آتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سیاہ بالوں کی کتاب جب ایکدفعہ ختم ہو جاتی ہے۔ تو پھر سفید بالوں کی کتاب کو کسی طرح حجم میں کم نہیں کر سکتے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے دل آرام! پردہ آپ کے درمیان سے اٹھ جا۔ خوش قسمت ہے وہ آدمی جو اس راستہ میں بے حجاب ہو کر چلے۔

مطلب یہ ہے کہ خودی جب تک موجود ہو۔ خدا کا مشاہدہ حاصل نہیں ہے تا۔ پردۂ خودی کو ہٹا دو اور خدا کو دیکھ لو خدا اور انسان کے درمیان اور کوئی پردہ نہیں ہے۔ انسان خود یعنی اسکی خیالاتِ من و مائی ہی پردہ ہیں جو انسان اور خدا کے درمیان حائل ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں

شہود من طلبی از وجودِ خود بگذر		کہ جز وجود تو او را حجاب دیگر نیست	

یہ شعر بھی اسی قبیل کا ہے۔

ز منزلاتِ ہوس گر برون نہی قدمے		نزول در حرمِ کبریا توانی کرد	[illegible]

تفصیل کیلئے دیکھو شعر ([illegible])

غزل (۴۰)

حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند	۱	قاصدی کو کہ فرستم بتو پیغامی چند
ما بدان مقصد عالی نتوانیم رسید	۲	ہان مگر پیش نہد لطف شما گامی چند
چون می از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب	۳	فرصت عیش نگہدار و بزن جامی چند
قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست	۴	بوسۂ چند بیامیز بدشنامی چند
ای گدایان خرابات خدا یار شماست	۵	چشم انعام ندارید زانعامی چند
زاہد از کوچۂ رندان بسلامت بگذر	۶	تا خرابت نکند صحبت بدنامی چند
عیب می جملہ چو گفتی ہنرش نیز بگو	۷	نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند
پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش خویش	۸	کہ مگو حال دل سوختہ با خامی چند

(۹) حافظ از تاب رخ مہر فروغ تو بسوخت
کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند (۹)

(۱) ترجمہ۔ کئی دن ہوگئے۔ کہ ہم نے اپنے حسبِ حال کچھ نہیں لکھا۔ قاصد کہاں ہے کہ تمہاری طرف چند پیغام بھیجیں۔ یعنی مدت ہوگئی کہ ہم نے معشوق کی طرف کوئی خط اپنے حسبِ حال نہیں لکھا۔ اگر کوئی قاصد مل جائے تو پیغام بھیجیں۔

نسخۂ نیو البعوں میں "مو تقسیم" کی بجائے "مو شتی" ہے اور ایک قلمی دیوان میں "قاصدے" کی بجائے "محرمے" ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہم اس عالی مقصد تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں البتہ اگر تیرا لطف کچھ قدم آگے بڑھائے تو پہنچ سکتے ہیں۔)

مطلب یہ ہے۔ کہ ہم منزلِ مقصود تک صرف اسی صورت میں پہنچ سکتے ہیں کہ تیرا لطف رہنمائی کرے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں

راہیست پر از خطر رہِ عشق	آنجا ہمہ رہزنانِ بے باک
بے مددِ عنایتِ تو	نتواں شد ازیں رہِ خطرناک

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د ۱۳۷۔

اگر از جانبِ معشوق نباشد کششے	کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

(۳) ترجمہ۔ جب شراب خم سے سبو میں پہنچی اور پھول نے نقاب اٹھا دیا تو عیش کی فرصت کو غنیمت سمجھ اور چند پیالی پی لے

سبو۔ بفتح اول و ضم ثانی۔ آوند آب۔ گھڑا۔ شراب کی صراحی۔ سُبُو بھی درست ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ جب شراب خم (مٹکا) سے نکل کر صراحی میں پہنچے اور موسم بہار ہو۔ تو اسوقت کو غنیمت جان اور چند پیالی تو پی ہی لے۔ یعنی ایام شباب میں جو کرنا ہے کر لے۔

قسمتیں [illegible] لو دے [illegible] گنگا	[illegible] آتشی [illegible]

(۴) ترجمہ۔ پھول سے ملا ہوا قند ہمارے دل کا علاج نہیں۔ بلکہ چند بوسے چند گالیوں سے ملا کردے)

قند آمیختہ با گل۔ گلقند۔ مشہور دوا مفرح قلب ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے دل کا علاج گلقند نہیں بلکہ قند کی جگہ بوسے اور گل کی جگہ چند دشنام ملا کردو۔ ہمارے دل کا یہی علاج ہے پھول بھی فی الحقیقت قدرے تلخ ہوتا ہے اور دشنام بھی اور قند و بوسہ ہر دو شیریں ہوتے ہیں اسلئے خواجہ صاحب نے گلقند کا اچھا بدل تجویز کیا ہے۔ دیکھو شعر ۲۹۱۔

گالیوں میں بھی بتوں کی ہے مزا	اک ہنر ہے عیب بھی ان کے لئے

(۵) ترجمہ۔ اے خرابات کے گدا اگر خدا تمہارا مددگار ہے۔ ان چند جانوروں سے انعام کی امید نہ رکھو۔

اِنعام۔ بالکسر۔ نعمت بخشنا۔ نازک کرنا۔ زیادہ ہونا۔ **اَنعام۔** بالفتح۔ چہار پائے۔ جانور۔ حیوان۔ جمع نَعَم بفتحتین

مطلب یہ ہے کہ رندانِ بادہ پرست یعنی عاشقانِ خراب حال کا معاون اور مددگار خدا ہوتا ہے اسلئے انکو سفیہ دنیاداروں سے انعام کی امید نہیں رکھنی چاہئیے۔ اور زاہدانِ ریاکار سے قدردانی کی توقع نہیں ہونی چاہئیے۔ اِنعام اور اَنعام میں صنعت تجنیس محرف ہے۔

لسان الغیب کی اس غزل پر لسان العصر حضرت اکبر کی غزل بھی دیکھیے۔

ملاں را ہمہ اوصاف ثنا با خوانند
مومنان را بخراشند بہ دشنامے چند

غیرت دیں بفروشند بہ یک غمزۂ کفر
چشم بپوشند ز ملت پئے خود کامے چند

روح خود را چو سپردی بہ غلامیٔ حریف
چہ کنی ناز بہ نامے و بہ خدامے چند

بچہ وضعے کہ خدا عقل و تمیزش دادست
قدمی ہم نہ نہد در رہ ایں خامے چند

دردِ ایں نغمہ حافظا کن و خوش باش اکبر
ہاں تو از بادۂ شیراز بزن جامے چند

اے گدایانِ خرابات خدا یارِ شماست
چشمِ انعام مدارید ز انعامے چند

(۶) ترجمہ۔ اے زاہد رندوں کو کوچہ سے بچ کر جا۔ تا کہ تجھے ان چند بدنام آدمیوں کی صحبت خراب نہ کر دے۔ یعنی اے زاہد رندوں میں سے بچ کر نکل جا۔ کیونکہ یہ لوگ بدنام ہیں۔ ان کی صحبت سے تو بھی کہیں بدنام نہ ہو جائے۔ حقیقت میں یہاں بھی خواجہ صاحب نے حسب معمول رندوں کی بدنامی اور زاہدان ظاہر دار کی بد اعمالی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ شراب کی عیب تو تو نے تمام بیان کر دئیے۔ اسکے ہنر بھی بیان کر دو۔ چند عوام کی دلداری کیلئے حکمت کی نفی نہ کر۔ مشہور ہے کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ یعنی حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بظاہر حکیم کا کوئی فعل ہمیں خلاف مصلحت نظر آئے۔ مگر حقیقت میں اسمیں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ پس خداوند کریم جو سب سے بڑا حکیم ہے نے اگر شراب کو پیدا کیا ہے۔ تو جہاں اسمیں کئی عیوب ہیں وہاں کوئی ہنر بھی ضرور ہو گا۔ کیونکہ محض ضرر رساں اور مطلق معیوب چیز خدا کبھی پیدا نہیں کرتا۔ پس تو نے جہاں شراب کے عیوب بیان کیے ہیں۔ وہاں اسکے فوائد بھی بیان کر دیجئے۔ قرآن شریف سورہ بقرہ میں ہے۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (سوال کرتے ہیں تجھ سے شراب اور قمار کے متعلق کہو کہ یہ دونوں سخت گناہ ہیں۔ ان میں لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں۔ مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے سخت تر ہے۔) پس شراب کے فوائد مثلاً اشتعال حرارت غریزی۔ ہضم طعام۔ تواضع۔ سخاوت۔ جرأت وغیرہ سے بھی انکار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس انکار سے نفی حکمت لازم آتی ہے۔ اسلئے عوام الناس کو خوش کرنے کیلئے حکمت کی نفی نہیں کرنی چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ پیر میخانہ نے اپنے دُرد نوش سے کیا اچھی بات کہی۔ کہ اپنے جلے ہوئے دل کا حال ان چند خام (طبع) لوگوں سے بیان نہ کرو۔ مطلب یہ ہے۔ کہ رازِ عشق خام طبع لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دل جلوں کے دل کا حال صرف دل جلے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ چونکہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اسلئے ان کے سامنے نکات عشق کا بیان کرنا ضرر رساں ہے۔ دیکھو شعر الف [illegible]

(۹) ترجمہ۔ حافظ تیرے سورج کی فروغ والے چہرہ کی تاب سے جل گیا۔ اے کامگار (ہم) چند ناکاموں کی طرف بھی ایک نظر کر۔

مہر فروغ صفت رخ موصوف۔ آفتاب کی تاب سے چیزیں جل جاتی ہیں۔ معشوق کا چہرہ بھی آفتاب کی طرح روشن اور درخشاں ہے۔ جس کی تاب سے عاشق جل جاتا ہے۔ لیکن معشوق کی ایک نظر عنایت سے دوبارہ سوختہ جان عاشق کی جان تر و تازہ ہو جاتی ہے۔

غزل (۱۵۴)

حسن تو ہمیشہ در فزوں باد	۱	رویت ہمہ سال لالہ گوں باد
اندر سر من ہوای عشقت	۲	ہر روز کہ ہست در فزوں باد
قد ہمہ دلبران عالم	۳	در خدمت قامتت نگوں باد
ہر سرو کہ در چمن بر آید	۴	پیش الف قدت چو نوں باد
ہر چشم کہ نہ فتنۂ تو باشد	۵	از گوہر اشک غرق خوں باد
ہر جا کہ دلیست در غم تو	۶	بی صبر و قرار و بی سکوں باد
چشم تو ز بہر دلربائی	۷	در شیوۂ سحر ذو فنوں باد
ہر کس کہ بہ ہجر تو نسازد	۸	از حلقۂ وصل تو بروں باد

(۹) لعل تو کہ ہست جان حافظ
دور از لب ہر خسیس دوں باد (۹)

اس غزل کے تمام اشعار دعائیہ ہیں۔ معشوق کے حسن کی روز افزونی اور گرم بازاری کیلئے دعا ہے۔

(۱) **ترجمہ۔** تیرا حسن ہمیشہ زیادتی پر ہو۔ تیرا چہرہ تمام سال لالہ کی طرح رہے۔
یعنی ہمیشہ لالہ کی طرح سرخ شگفتہ اور خوش و خرم رہے۔

(۲) **ترجمہ۔** میرے سر میں تیرے عشق کا سودا روز بروز زیادہ ہوتا جائے۔
ہر روز کہ ہست۔ یعنی روز بروز۔ آج سے کل زیادہ۔

(۳) **ترجمہ۔** جہاں کے تمام معشوقوں کا قد۔ تیرے قد کی خدمت میں جھکا ہوا ہو۔
یعنی تمام حسینوں کا قد تیرے قد بالا کے مقابلہ میں خمیدہ ہو۔ خدمت میں جھکنا مشہور ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جو سرو کہ باغ میں نکلے۔ تیرے قد کے الف کے سامنے نون کی طرح ہو۔

یعنی جو سرو باغ میں پیدا ہو۔ تیرے الف (ا) جیسے راست اور سہی قد کے مقابلہ میں نون (ن) کی طرح خمیدہ ہو سرو سہی قدی میں مشہور ہے۔ ملا زیبائی معاصر مولوی جامی کا شعر ہے

قامتش شیوۂ رفتار چو بنیاد کند
سرو را بندۂ خود سازد و آزاد کند

خواجہ بستان شاہ کابلی جن کا دیوان آتشکدۂ وحدت چھپ کر شائع ہو چکا ہے فرماتے ہیں۔

قامت چوں الف تو بنمود دمی
قد افلاک خمانہ نون شد

(۵) ترجمہ۔ وہ آنکھ جو تیری مفتون نہ ہو۔ آنسوؤں کے گوہر کے خون میں غرق ہو۔

فتنہ۔ (۱) عذاب۔ دیوانگی (۲) اصطلاح میں بمعنی عاشق۔ فریفتہ (۳) بمعنی معشوق بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہاں بمعنی عاشق آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو آنکھ تیری عاشق نہ ہو۔ ہمیشہ خون کے آنسو روتی رہے۔

(۶) ترجمہ۔ جہاں کہیں بھی کوئی دل ہو وہ تیرے غم میں۔ بے صبر بیقرار اور بے سکون رہے۔

یعنی تمام دل تیرے عشق میں بیقرار رہیں۔ در غم تو۔ دوسرے مصرعہ کے متعلق ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری آنکھ دلربائی کیلئے سحر کے شیوہ میں کئی فنون کی استاد ہو۔

ذوفنون۔ صاحب ہنرہا۔ فنون۔ جمع فن۔ علوم و فنون کا ماہر۔ فن بمعنی ہنر۔ کرتب۔ مکر۔ فریب۔ دھوکا۔ چال۔ دم۔ مثلاً

ہوش و خرد گئی نگہ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانہ پن کے ساتھ

مندرجہ ذیل شعر میں بھی لفظ فن انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

معتقد ہے جو کہ بھول اس چشم سیہ سے کم ہیں
فتنہ پردازی جسے کہتے ہیں فن ہے کس کا

شعر کا مطلب یہ ہے کہ تیری آنکھ عاشقوں کی دلربائی کیلئے سحر و ساحری کے جملہ فن و فریب میں ماہر ہو۔

(۸) ترجمہ۔ جو شخص تیرے ہجر کا متحمل نہ ہو۔ وہ تیرے وصل کے حلقہ سے باہر رہے۔

سازد۔ از مصدر ساختن۔ بہ چیزے یا بحالے یا بکسے ساختن۔ کسی چیز یا حالت یا شخص کی موافقت کرنا۔ برداشت کرنا۔ تحمل کرنا۔ مثلاً

اگر دشمن نسازد با تو اے دوست
ترا باید کہ با دشمن بسازی
بہر ناسازئی در ساز و با ہر ناخوشی خوش کن
کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی

ع۔ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

مطلب یہ ہے کہ جو شخص معشوق کی ہجر کی تاب نہیں لا سکتا۔ اور مصائب ہجران کا متحمل نہیں ہو سکتا وہ محبوب کا وصال بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۹) ترجمہ۔ تیرا لعل (لب) جو حافظ کی جان ہے۔ ہر کمینہ خسیس آدمی کے لب سے دور ہو۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے لب لعل کا بوسہ جو حافظ کیلئے مفرح ہے دوا اور جان بخش ہے۔ خدا کرے کہ خسیس اغیار کو نصیب نہ ہو۔

غزل (۲۱۴)

خسروا گوی فلک درخم چوگان تو باد	۱	ساحت کون و مکان عرصہ میدان تو باد
ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد	۲	صیت خلق تو کہ پیوستہ نگہبان تو باد
زلف خاتون ظفر شیفتہ پرچم تست	۳	دیدہ فتح ابد عاشق جولان تو باد
ای کہ انشای عطارد صفت شوکت تست	۴	عقل کل چاکر طغراکش دیوان تو باد
طیرہ جلوہ طوبی قد دلجوی تو شد	۵	غیرت خلد برین ساحت ایوان تو باد
نہ بہ تنہا حیوانات و نباتات و جماد	۶	ہرچہ در عالم امرست بفرمان تو باد

(۷) **حافظ** خستہ باخلاص ثناخوان تو شد (۷)
لطف عام تو شفابخش ثناخوان تو باد

یہ غزل مدحیہ ہے کسی بادشاہ وقت کی مدح میں لکھی گئی ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ نعتیہ ہے۔ اشعار تمام دعائیہ ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے بادشاہ آسمان کی گیند تیری چوگان کے خم میں ہو۔ کون و مکان کی وسعت تیرے میدان کی وسعت ہو۔

چوگان۔ لغوی تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف نمبر "ہاکی" اور "پولو" کی مشہور کھیلوں میں جو خمدار بلا استعمال ہوتا ہے۔

ساحت۔ بفتح حا مہملہ کشادگی۔ فضائے مکان۔ فراخ میدان۔ کون۔ بالفتح۔ ہونا۔ ہوجانا۔ دنیا۔ یہ جہان کسی چیز کا موجود ہونا۔ حادث۔ چونکہ دنیا عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اسلئے دنیا کو بھی کون کہتے ہیں۔

مکان۔ ہونیکی جگہ۔ صیغہ اسم ظرف مشتق از کون۔ مطلق جگہ۔ کون و مکان بمعنی دنیا زمین۔ عرصہ۔ میدان۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے ممدوح خدا کرے کہ آسمان کی گیند تیرے بلے کے زیر فرمان ہو اور تمام دنیا اور تختہ زمین کا میدان تیرا میدان

ہو یعنی ارض و سما تیری مطیع ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ تمام جہان لے لیا اور تمام اطراف فتح کر لیں۔ تیری خوش خلقی کی شہرت نے جو ہمیشہ تیری نگہبان ہو۔ یعنی تیری خوش خلقی کی شہرت نے تمام جہان اور اطراف و اکنافِ عالم کو تیری زیرِ فرمان کر لیا ہے۔ خدا کرے۔ کہ تیری خوش خلقی ہمیشہ تیری نگہبان ہو۔ لغتیہ معانی کیلئے دیکھو شعر د ۱۹

(۳) ترجمہ۔ خاتونِ فتح کی زلف تیری پرچم کی عاشق ہے۔ اور دائمی فتح کی آنکھ تیری جولان کی عاشق ہو۔ پرچم بالفتح و جیم فارسی مفتوح (۱) سیاہ ریشم کا پھریرا جو جھنڈے کے سر پر باندھا جاتا ہے۔ (۲) گاؤ کوہی کی دم کے بال (۳) مجازاً بمعنی زلف و کاکل۔ مطلب یہ ہے کہ فتح و نصرت تیری جھنڈے پر عاشق ہے۔ تیرا جھنڈا جدھر جاتا ہے فتح حاصل ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ تیرا لشکر یا تیرا گھوڑا جدھر جولانی کرے۔ دائمی اور مستقل فتح اس کے قدم چومے اور اسکے انتظار میں ہے۔ زلف اور پرچم کی رعایت ظاہر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے ممدوح عطارد کی تحریر تیری شان و شوکت کی تعریف ہے۔ خدا کرے۔ کہ عقل کل تیری دیوان کی طغرا کشی کا نوکر ہو۔ (یا طغرا کش نوکر ہو)

انشاء پیدا کرنا۔ آغاز کرنا۔ اپنی تصنیف سے کچھ لکھنا یا کچھ کہنا۔ ایک علم کا نام ہے جس سے عبارت نثر کی ترکیبیں معلوم ہوتی ہیں۔ **عطارد** بضم اول و کسر را۔ ایک مشہور ستارے کا نام جو دوسرے آسمان پر ہے۔ اسے دبیر فلک اور منشی فلک بھی کہتے ہیں۔ علم اور عقل کا اس ستارہ کی ساتھ تعلق ہے۔ **عقل کل**۔ یا عقل اول (۱) لقب جبرئیل علیہ السلام (۲) نور محمدی۔ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو بھی عقل کل کہتے ہیں۔ (۳) بعض جگہ عرش اعظم سے مراد ہوتی ہے۔ جوہر اول بھی کہتے ہیں **طغرا کش**۔ طغرا بمعنی خط پیچیدہ۔ جس میں بادشاہوں کا نام اور لقب فرمانوں پر لکھا جاتا ہے۔ طغرا کش یعنی وہ منشی جسکے پاس شاہی دستخط یا مہر وغیرہ ہو۔ **دیوان** بمعنی دفتر۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعر ت ۱۳۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ عطارد (یعنی منشی فلک) کی تمام تر تحریر تیری تعریف میں ہی ہے۔ گویا تمام دنیا کا علم و عقل اور تحریر و تقریر تیری مدح سرائی میں مشغول ہیں۔ خدا کرے۔ کہ عقل کل یعنی حضرت جبرائیل ؑ تیری دفتر کی منشی کا چاکر ہو۔ بعض شارحین نے دیوان سے مراد قرآن حکیم اور طغرا کشِ دیوان سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیتے ہیں۔ چونکہ خواجہ صاحب ایک زاہد و متق بزرگ تھے۔ اور امرائے وقت اور شاہان زمانہ کی مدح میں اگرچہ غزلیں لکھی ہیں۔ مگر ان میں اتنا مبالغہ نہیں پایا جاتا۔ اسلئے یہ قرین قیاس اور غالب گمان ہے۔ کہ یہ غزل انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت میں لکھی ہے ورنہ خواجہ صاحب ایسے مدحیہ شعر کسی بادشاہ یا امیر کی تعریف میں کبھی نہیں لکھتے۔ اگرچہ دیگر شعراء مدحیہ قصائد میں اس سے بڑھ کر مبالغہ آمیز

کیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا دلکش قد جاو طوبیٰ کیلئے (موجب) خجلت ہو۔ خدا کرے۔ کہ بہشت بریں کیلئے تیرے ایوان کا صحن (باعث) رشک ہو۔

طیرہ۔ (۱) بالفتح بمعنی خشم۔ غضب۔ غصہ (۲) بالکسر بمعنی خفت سبکی۔ خجالت۔ عیب۔ خجلت۔ آزردگی۔ بعض دفعہ خجل اور غمناک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۳) بکسر اول و فتح تحتانی بمعنی فال بد۔ **طوبیٰ** لغوی تحقیق کیلئے دیکھو شعرنت ۶/۳۔ مطلب یہ ہے۔ کہ تیرے قد بالا کو دیکھ کر طوبیٰ بھی خجل ہوتا ہے۔ خدا کرے۔ کہ تیرے ایوان کا میدان رشک فردوس بن جائے۔

(۶) ترجمہ۔ نہ صرف حیوانات۔ نباتات اور جمادات۔ بلکہ جو کچھ عالم امر میں ہے سب تیرے زیر فرمان ہو۔

حیوانات۔ جمع حیوان۔ بفتح اول و ثانی۔ زندہ ہونا۔ زندگانی۔ مجازاً بمعنی جاندار۔ فارسی استعمال میں حیوان کہتے ہیں۔ **نباتات۔** جمع نبات۔ گھاس۔ ہر قسم کا سبزہ اور درخت جو زمین سے اُگے۔

جماد۔ بفتح سخت زمین۔ بے جان چیز۔ زمین جسے کبھی بارش کا پانی نہ پہنچا ہو۔ پتھر۔ معدنیات۔ اسکی جمع جمادات ہے۔ بعض محقق لکھتے ہیں۔ کہ لفظ جماد بکسر جمود جمد کی جمع ہے بمعنی جائے بلند و سخت۔ عالم امر۔ عالم ارواح عالم ملائکہ۔ شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ نہ صرف مادی دنیا بلکہ روحانی دنیا بھی خدا کرے۔ تیرے زیر فرمان ہو۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنوں کا ایمان لانا بھی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ دیکھو شعرت ۹/۲۔

(۷) ترجمہ۔ خستہ جان حافظ اخلاص سے تیرا ثنا خوان ہوا ہے۔ خدا کرے۔ کہ تیرا لطف عام تیرے ثنا خوان کیلئے شفا بخش ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں خلوص اور صدق دل سے تیری ثنا خوانی کرتا ہوں۔ خدا کرے۔ کہ تیرا لطف جس سے ہر خاص و عام کو فائدہ پہنچتا ہے۔ میرے حق میں شفا بخش ثابت ہو یعنی تیری ثنا (یا نعت) سے میرے دل بیمار کو شفا حاصل ہو۔

غزل (۳۲۴)

خوش ست خلوت اگر یار یار من باشد	۱	نہ من بسوزم و او شمع انجمن باشد
من آن نگین سلیمان بہیچ نستانم	۲	کہ گاہ گاہ درو دست اہرمن باشد
روا مدار خدایا کہ در حریم وصال	۳	رقیب محرم و حرمان نصیب من باشد
ہمای گو مفکن سایۂ شرف ہرگز	۴	دران دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل ۵ توان شناخت ز سوزی کہ در سخن باشد
ہوای کوی تو از سر نمیرود مارا ۶ غریب را دل آوارہ در وطن باشد

(۷) بسان سوسن اگر دہ زبان شود حافظ
چو غنچہ پیش تواش مہر بر دہن باشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ خلوت (اسی صورت میں) اچھی ہو کہ معشوق مجھ پر مہربان ہو۔ یہ نہیں کہ میں تنہا بیٹھوں اور وہ شمع انجمن ہو۔
مطلب یہ ہے کہ خلوت صرف اسی صورت میں اچھی ہو سکتی ہے جبکہ میرا معشوق مجھ پر مہربان ہو۔ یہ نہیں کہ وہ شمع محفل ہو
اور میں تنہا بیٹھا کڑھا کروں۔ غزل ہذا کا شعر (۳) بھی قریب قریب اسی مضمون پر ہے ایک شعر اسی مضمون کا پہلے بھی گزر چکا ہے

(۲) ترجمہ۔ میں سلیمان کی اس انگشتری کو مفت بھی نہیں لیتا۔ جس پر کبھی کبھی دیو کا قبضہ بھی ہو جائے۔
خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی جسکی برکت سے وہ سلطنت کرتے تھے۔ میرے نزدیک اسکی کچھ قیمت نہیں
کیونکہ وہ ایک ایسی چیز ہے جس پر کبھی کبھی دیو کا قبضہ بھی ہو جاتا ہے۔ دنیا کا جاہ و حشم جو ناپائدار ہے اور یہاں کی دولت
جو کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس جاتی ہے اس قابل نہیں کہ انسان اس پر جان دے کر اسکو حاصل کرے۔ حضرت سلیمان
اور ان کی خاتم کا قصہ پارہ (۲۳) سورہ ص رکوع (۳) میں ہے۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ
جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ ۝ یعنی ہم نے آزمایا سلیمان کو اور اسکے تخت پر ایک بے روح جسم ڈالدیا۔ پھر سلیمان نے خدا کی طرف رجوع
کیا اور کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے بخش اور مجھے عطا کر ایسی بادشاہی جو میرے سوا اور کسی کو راست نہ آئے اور تو بخشنے والا ہے
کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے ایک فرزند عطا کیا۔ بعض دیو دل میں ڈرے کہ یہ لڑکا بھی بڑا ہو
کر باپ کی طرح ہمکو مسخر کریگا۔ اسکے قتل کرنیکا ارادہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی انہوں نے بچے کو بادلوں
کے سپرد کر دیا۔ کہ وہ اسکی پرورش کریں تاکہ وہ دیووں کے خطرے سے محفوظ رہے۔ چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا تعالیٰ پر
توکل نہ کیا۔ اور اپنے لڑکے کو بادلوں کے سپرد کر دیا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان ع کو آزمائش میں ڈالا چنانچہ وہ
لڑکا مر گیا۔ اور حضرت سلیمان ع کے تخت پر آ گرا۔ حضرت سلیمان ع نے توبہ کی۔ اور سمجھ گئے کہ خدا پر توکل ضروری ہے۔
اسی ترکیب اور سبب سے حضرت سلیمان ع کی انگشتری جسکی تاثیر سے وہ تمام جنوں اور انسانوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ صخر
نام ایک جن کے ہاتھ آگئی۔ اور چالیس روز اس جن نے حضرت سلیمان ع کے تخت پر بیٹھکر اس انگشتری کی برکت سے سلطنت

حضرت سلیمانؑ کی توبہ کرنے پر پھر وہ انگشتری ان کے ہاتھ آگئی۔ اور انہوں نے دعا کی۔ کہ اے خدا میری خطا بخش اور مجھے ایسی سلطنت دے جسکو میری طرح اور کوئی سلب نہ کرے ظاہر ہے کہ ایسی سلطنت سلطنت دنیا نہیں ہو سکتی بلکہ سلطنت دین ہوتی ہے۔ کیونکہ سلطنت دنیا تو فطرتاً ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاتی ہے۔ امام قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ الہام معلوم ہو گیا تھا۔ کہ ایسی سلطنت جو لازوال ہو۔ حضرت رسول کریم نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہونی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلطنت دنیا کی طرف مطلق توجہ نہ ہوگی۔

عارفاں ہرچہ ثباتے و بقائے نکند
گر ہمہ ملک جہانست بہیچ نخرند

چنانچہ صحیحین میں مذکور ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک جن ناگاہ میرے نزدیک آیا تاکہ میری نماز میں خلل انداز ہو۔ خدا تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی اور میں نے اسے پکڑ لیا اور میں چاہتا تھا۔ کہ اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ تاکہ تم بھی اسے دیکھو۔ اسوقت مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی۔ کہ **رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی**۔ پھر میں نے اس جن کو چھوڑ دیا۔ اور وہ ناکام واپس ہوا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سلیمانؑ والی سلطنت دنیا نہیں چاہئے کیونکہ وہ فانی ہے اور گاہ بگاہ شیطان کا بھی اس پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک صرف وہ سلطنت قابل قدر ہے۔ جس کیلئے حضرت سلیمانؑ نے دعا کی اور جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی یعنی سلطنت دین۔

(۳) **ترجمہ**۔ اے خدا یہ روا نہ رکھ۔ کہ حریم وصال میں رقیب تو محرم ہو جائے اور مایوسی میرے نصیب میں ہو۔

رقیب۔ (۱) پاسبان و نگہبان (۲) ایک معشوق پر دو عاشق۔ وجہ تسمیہ یہ کہ ہر ایک عاشق دوسرے عاشق سے معشوق کی نگہبانی کرتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے خدا ایسا نہ ہو کہ بزم وصال میں رقیب تو محرم ہو اور میں محروم۔ عاشقوں کو ہمیشہ رقیبوں سے رشک رہتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں کہ محفل میں کہیں معشوق ان کی نسبت رقیب سے زیادہ محبت کا اظہار کرے صاحب گلشن جنت نے اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ اے خدا روا نہ رکھ کہ احاطہ وصال میں حرماں نصیب میں رقیب محرم راز ہو جائے

(۴) **ترجمہ**۔ ہما کو کہو کہ وہ شرف کا سایہ نہ ڈالے۔ اس ملک میں جہاں طوطی زاغ و زغن سے کم درجہ پر ہوتے ہیں

ہما۔ ایک پرندہ ہے جسکی نسبت مشہور ہے۔ کہ جس آدمی کے سر پر اسکا سایہ ایک دفعہ گزر جائے۔ وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ خواجہ فرماتے ہیں کہ جس ملک میں اس قدر بے انصافی اور ظلم ہو کہ خوش بیان طوطی کو خوس کوے سے کم سمجھیں وہاں خدا اسکو شرف سلطنت نہ بخشے یعنی ایسے ناقدر شناس اور ظالم بادشاہ اگر نہ ہوں تو اچھا ہے۔

(۵) **ترجمہ**۔ شوق کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہ دل کی آگ کا حال اس سوز سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو کلام میں موجود ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ مجھے اپنے شوق کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میرے دل کی آگ کا حال اس سخن سے معلوم ہو رہا ہے جو میرے کلام میں موجود ہے۔ مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر دل میں درد ہو تو کلام میں خودبخود سوز پیدا ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔

حسن فروغ شمع سخن دوری رسد		پیسے دل گداختہ پیدا اگر کنی

ایک صاحب نے دوسرے مصرع کو بھی اسطرح لکھا ہے کہ "توان شناخت ز سوزیکہ در سخن باشد" اور اسی طرح نقل کر کے ترجمہ اس طرح کر دیا ہے۔ کہ آتش دل کا حال اس سوز سے پہچانا جا سکتا ہے۔ کہ جو گفتگو میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے کوچہ کا شوق میرے سر سے نہیں نکل سکتا۔ مسافر کا پریشان دل ہمیشہ وطن میں ہوتا ہے۔
یعنی تیرے کوچہ کا شوق میرے دل سے دور نہیں ہوتا۔ اگرچہ مسافر اپنے وطن سے دور ہوتا ہے۔ مگر اسکا خیال وطن ہی میں ہوتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ سوسن کیطرح اگر حافظ دس زبانوں والا ہو جائے تو بھی غنچہ کی طرح تیرے سامنے اسکے منہ پر مہر ہوگی۔
خواجہ صاحب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ اگر گل سوسن کیطرح میری دس زبانیں بھی ہوتیں تو بھی تیرے سامنے غنچہ کی طرح میرے منہ پہ مہر ہوگی یعنی میں تیرے سامنے گفتگو نہ کر سکونگا۔ غنچہ کی بستگی اور سوسن کی کشادہ دہنی ظاہر۔ مولانا نظیری اصفہانی کا شعر ہے۔

فریاد ازان خندہ کہ در دم آن شوخ		پرسد ز من و وقت گفتار نہ باشد

غزل (۱۴۴)

خوش آمد گل وزان خوشتر نباشد	۱	کہ در دستت بجز ساغر نباشد
زمانی خوشدلی دریاب دریاب۔	۲	کہ دائم در صدف گوہر نباشد
غنیمت دان و می خور در گلستان	۳	کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد
عجب راہیست راہ عشق کانجا	۴	کسی سر برکند کش سر نباشد
بشوی اوراق اگر ہمدرس مائی	۵	کہ علم عشق در دفتر نباشد
ز من بنیوش و دل در شاہدی بند	۶	کہ حسنش بستۂ زیور نباشد
بیا اے شیخ در خمخانۂ ما	۷	شرابی خور کہ در کوثر نباشد
ایا پر لعل کردہ جام زرین	۸	ببخشا بر کسی کش زر نباشد
شرابی بی خمارم بخش یارب	۹	کہ او با ہیچ درد سر نباشد

بنام ایزد بت سیمین تنم ہست	۱۰	کہ در بت خانہ آزر نباشد
من از جان بندہ سلطان اویسم	۱۱	اگرچہ یادش از چاکر نباشد
بتاج عالم آرائش کہ خورشید	۱۲	چنین زیبندہ افسر نباشد

(۱۳) کسے گیرد خطا در نظم حافظ
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد (۱۳)

(۱) ترجمہ - پھول خوش خوش آیا اور اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہو سکتا - سوا اسکے کہ تیرے ہاتھ میں سوائے ساغر کے اور کچھ نہ ہو۔
گل سے مراد موسم گل یعنی موسم بہار - شاعر کہتا ہے کہ بہار آئی ہے اور اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تیرے ہاتھ میں ساغر ہو - خود پیو اور مجلس میں پلاؤ۔

(۲) ترجمہ - خوشدلی کی دولت کو حاصل کر حاصل کر (غنیمت جان) کیونکہ ہمیشہ صدف میں موتی نہیں ہوتا۔
دریاب دو دفعہ برائے تاکید آیا - خوشدلی کا وقت ہمیشہ حاصل نہیں ہوتا - اسلئے اسکو غنیمت جانو - مشہور ہے کہ سیپ موتی خاص موسم میں بنتا ہے - یہ پرانی عقیدہ کے مطابق ہے - کہ بارش کا قطرہ سیپ میں گرتا ہے اور پھر موتی بن جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ - غنیمت جان اور باغ میں شراب پی - کیونکہ پھول دوسرے ہفتہ تک نہیں رہتا۔
موسم بہار کو غنیمت جان اور شراب پی - کیونکہ موسم بہار زیادہ نہیں رہتا - تینوں شعر ایک ہی مضمون کے ہیں مطلب یہ ہے کہ عہد شباب کو ضائع نہ کرو۔

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا	کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں

(۴) ترجمہ - عشق کا رستہ ایک عجیب رستہ ہے کہ اس جگہ وہی شخص سر اٹھاتا ہے - جسکا سر نہیں رہتا۔
یہ شعر بھی راہ عشق کی دشواری پر ہے - اس کے متعلق دیکھو شعر الف ۱ - دو طرح معنی بیان ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس آدمی نے سر اٹھایا اسکا سر گیا - دوسرے یہ کہ راہ عشق پر سرافرازی صرف اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنا سر قربان کر دے۔

بے فنائے خود میسر نیست دیدار شما	مے فروشند خویش را اول خریدار شما

[illegible]

[illegible]	[illegible]

(۵) ترجمہ۔ اگر تو ہمارا ہم سبق ہے۔ تو کتاب کی ورقوں کو دھو دے۔ کیونکہ علم عشق کتابوں میں نہیں ہوتا۔

ورکنز دلہا یہ توان دید خدا را
در صفحۂ دل بیں کہ کتابی بہ از ین نیست

مولانا روم فرماتے ہیں۔

بینی اندر دل علوم انبیا
بے کتاب بے معید و اوستا

(۶) ترجمہ۔ مجھ سے سن اور دل ایسے معشوق سے لگا جس کا حسن زیور کا پابند نہ ہو۔

حسن مطلق سے مراد ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے شیخ میرے شراب خانہ میں آ۔ اور ایسی شراب پی۔ جو کہ کوثر میں بھی نہ ہو گی۔

خواجہ حافظ زاہد کو کہتے ہیں کہ جس شراب کیلئے تو مر رہا ہے اس سے کہیں بہتر ہماری شراب ہے۔ یعنی شراب عشق شراب کوثر سے اچھی ہے

(۸) ترجمہ۔ اے مخاطب جامِ زردیں کو شراب لعل سے پر کر کے ایسے شخص کو عطا کر۔ جسکو پاس نہ ہو۔

ایا۔ یعنی اے۔ اے مخاطب۔ اے ساقی۔ لعل سے مراد شراب لعل۔ لعل، زر اور زردیں کی رعایت ظاہر

(۹) ترجمہ۔ اے خدا مجھے شراب بے خمار عطا کر۔ کہ جس کے ساتھ بالکل درد سر نہ ہو۔

شراب بے خمار۔ یعنی وہ شراب جسکے نشے کے بعد خمار یعنی درد سر نہ ہو۔ اس شعر سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ صاحب کس شراب کی تعریف میں ہیں۔ یطوف علیہم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکاس من معین۔ لا یصدعون عنہا ولا ینزفون (سورہ واقعہ) یعنی پھر رہے ہوں گے ان پر لڑکے ہمیشہ رہنے والے آبخورے آفتابے اور پیالے لیکر جنمیں شراب صاف ہوگی۔ جس سے نہ درد سر ہوگا۔ اور نہ بیہودہ گوئی۔ شعر الف ۱ میں مفصل ذکر آچکا ہے۔ کہ لباس مجاز میں شاعر حقیقت کا بیان کر رہا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ خدا کی قسم کہ میرا معشوق ایسا سیمیں تن بت ہے۔ جو بت خانہ آزر میں بھی نہیں۔

آزر۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے باپ کا نام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ چچا کا نام۔ آزر مشہور بت ساز تھا۔

یہاں خواجہ صاحب نے اپنے بت کی بھی تشریح کردی۔ اب بھی اگر کوئی اعتراض کرے تو یقین رکھو۔

ع کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد

(۱۱) ترجمہ۔ میں جان سے سلطان اویس کا غلام ہوں۔ اگرچہ اسے اپنے غلام کی یاد نہ ہوگی۔

سلطان اویس۔ خواجہ صاحب کے زمانے میں بغداد کا فرمانروا سلطان احمد بن اویس تھا۔ جو تمام کمالات کا مجموعہ تھا۔ سخن سنج اور شاعر تھا۔ خواجہ صاحب کو اس نے بار بار بلایا۔ خواجہ صاحب بھی للچائے مگر وطن کی مٹی دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ اس شعر میں اور کئی اور جگہ سلطان اویس کی مدح میں کچھ کچھ کہا ہے۔ چنانچہ غزل ۱۷ ردیف ی خواجہ صاحب نے لکھا

کر سلطان احمد کو بھیجی تھی - دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱-۲۲ سوانحعمری -

ایک شارح نے سلطان اویس کا اشارہ حضرت رسول کریم ؐ کے ایک صحابی کی طرف بتایا ہے - یہ محض خواجہ صاحب کے زمانہ کی تواریخ سے لاعلمی کا اظہار ہے اور پھر دوسرے مصرعہ صاف ہے کسی تعبیر کی گنجائش ہی نہیں [illegible] اویس گذری ہیں -

(۱۲) ترجمہ - اسکی عالم آرا تاج کی قسم کہ آفتاب بھی ایسا زیبا تاج نہیں ہے -

یہ شعر پچھلے شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح کے تاج عالم آرا کی قسم ہے کہ خورشید کا تاج بھی ویسا خوبصورت نہیں جیسا میرے ممدوح کا تاج - عالم آرا یعنی جہاں کو آرائش دینے والا - آفتاب کو تاج سے تشبیہ دی ہے -

(۱۳) ترجمہ - وہی شخص حافظ کے شعر پر نکتہ چینی کرتا ہے - جس کی اصل میں مطلق لطف نہیں ہوتا -

خواجہ صاحب یہاں پر حاسدوں کو بدگوہر کہتے ہیں اور ایسے پاک کلام پر بدگوہر کے سوا کوئی نکتہ چینی کیا نہیں کر سکتا - نفحات الانس میں لکھا ہے - کہ صوفیائے کرام کی رائے میں خواجہ صاحب کے کلام سے بڑھکر کسی کتاب نے نکات تصوف کو بیان نہیں کیا

غزل (۴۵)

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود	۱	گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود
ما جفا از تو ندیدیم و تو هم نپسندی	۲	آنچه در مذهب ارباب فتوت نبود
تا که افسون نکند جادوی چشم تو مدام	۳	نور در سوختن شمع محبت نبود
چون چنین نیک نه سر رشتهٔ تو دیر بخرم	۴	آن مبادا که مددگاری فرصت نبود
هر که آئینهٔ صافی نشد از زنگ هوا	۵	دیده اش قابل رخسارهٔ حکمت نبود
خیره آن دیده که آبش نبرد گریهٔ عشق	۶	تیره آن دل که درو نور مودت نبود
چون طهارت نبود کعبه و بتخانه یکیست	۷	نبود خیر در آنخانه که عصمت نبود
دولت از مرغ همایون طلب و سایهٔ او	۸	زانکه با زاغ و زغن شهپر دولت نبود
گر مدد خواستم از پیر مغان عیب مکن	۹	شیخ ما گفت که در صومعه همت نبود
(۱۰)	حافظا علم و ادب ورز که در مجلس شاه (۱۰)	

ہرکہ را نیست ادب لائق صحبت نبود

(۱) ترجمہ۔ خستہ حالوں کو جب طلب ہو اور قوت نہ ہو۔ تو اگر تو بھی بے انصافی کرے تو شرط مروت نہیں ہوگی۔
مُروّت بضمتین۔ مردمی۔ مردی۔ فتوت ماخوذ از مرء بمعنی جوانمرد۔ مطلب یہ ہے کہ طالب اگرچہ اپنی کمزوریوں کے باعث منازل عشق کو طی کرنے سے قاصر ہے تاہم اسی امید ہے کہ تو اپنی مہربانی سے اسی منزل مقصود تک پہنچادیگا [illegible]

ما ازاں مقصد عالی بتوانیم رسید
ہاں مگر پیش نہد لطف شما گامی چند

(۲) ترجمہ۔ ہم نے تجھ سے جفا نہیں دیکھی۔ اور تو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو بات کہ ارباب فتوت کے مذہب میں (روا) نہ ہو
ارباب فتوت۔ صاحبان جوانمردی و مروت۔ فتوت از فتا بمعنی جوانمرد۔ ہم نے کبھی تجھ سے کوئی جفا نہیں دیکھی۔ اور نہ ہی جفا تیری شایان شان ہے۔ خواجہ صاحب کا مطلب تو یہ ہے کہ تجھے کبھی جفا نہیں چاہیے مگر اسکو کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے اور کہا ہے۔ کہ تو بھی ایسی بات جو ارباب فتوت کے مذہب میں ناروا ہو۔ پسند نہیں کرتا۔

(۳) ترجمہ۔ جب تک تیری آنکھہ کا جادوگر ہمیشہ افسوں نہ کرتا رہے شمع محبت کے جلنے میں نور نہیں ہوتا۔ (ہو سکتا۔)
جادو۔ بمعنی جادوگر۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق ہرچند آتش عشق میں جلے۔ مگر جب تک تیری آنکھہ اسپر سحر و فسوں نہ کرے۔ وہ فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ یعنی طالب صرف اپنی کوشش سے گوہر مقصود حاصل نہیں کرسکتا۔ تیرے لطف و کرم ہی شامل حال ہونا چاہیے۔ ایک پرانے قلمی دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

تا بہ افسوں نہ کند جادوی چشم تو مدد
نور در سوختہ شمع محبت نہ بود

(۴) ترجمہ۔ جب میں اپنی عمر رفتہ سے اس حد تک بے خبر ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ مہلت مددگاری نہ کرے۔
مطلب یہ ہے کہ میں اپنی ذات کے آغاز اور اپنے انجام سے مطلق بیخبر ہوں۔ معلوم نہیں کہ فرصت کتنی ہے اور وقت کتنا باقی ہے۔ اسلئے ڈرتا ہوں کہ بعدم فرصت یعنی زمانہ عمر کی کمی کی وجہ سے محروم نہ رہ جاؤں اور اپنے مطلوب کی طلب میں قاصر رہوں۔ بیک بیخبرم یعنی بہت بے خبر ہوں۔ از حد بے خبر ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ جس آدمی کا شیشہ حرص کے زنگ سے صاف نہ ہو۔ اسکی آنکھہ حکمت کے چہرہ کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔
آئینہ سے مراد آئینہ دل۔ جس آدمی کا دل حرص و ہوا کی زنگ سے صاف نہ ہو۔ وہ حکیم مطلق کی مشاہدہ کی ہرگز قابل نہیں ہوتا
ارزقی ہروی نے آئینہ دل کی صفائی پر قطعہ ذیل منظوم کیا ہے۔

خانہ را نقش میکردند نقاشان چین
اوستادی نیمہ را کرد ہمچوں آئینہ
بشنو این معنی کزین بہتر حدیثی نشنوی
اوستادی نیمہ را کرد نقش مانوی

تا ہر آں نقشی کہ حاصل باشد اندر ہمہ ہیچ اندر ہمہ دیگر در نقش چوں روی
اے برادر خویشتن را خانہ داں انجنیں ہم بسقف ہفت عالی ہم بہ بنیاد قوی
گر تو باری ہمچو نقش تو آں شدن جہد میکن تا مگر آں ہمہ دیگر شوی

(۶) ترجمہ - وہ آنکھ بے نور اور تاریک ہے جسکا پانی گریہ عشق میں خرچ نہ ہو جاوے اور وہ دل سیاہ ہو جسمیں محبت کا نور نہ ہو

خیرہ - سرگشتہ - حیران - متعجب - شوخ - سست - تاریک - تیرہ - سرکش - دلیر (غیاث اللغات)

مطلب یہ ہے کہ جو آنکھ عشق میں رو کر اپنا پانی زائل نہ کر دے یعنی بیکار نہ ہو جائے وہ آنکھ محض بے سود ہے - اور جس دل میں محبت کا نور نہ ہو - وہ دل سیاہ ہے - امیر خسرو نے اسی مضمون پر کہا ہے - کہ

غمزدہ بہ جاں کہ غم اندوز نیست سوختہ بہ دل کہ در او سوز نیست

مرزا غالب نے بھی اسی مضمون کو [illegible] حسرت رگوں میں [illegible] لطف تب ہے کہ غم عشق میں آنکھوں سے ٹپک جائے

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

(۷) ترجمہ - سب [illegible] میں ہی [illegible] نہیں ہوتی -

مطلب یہ ہے کہ مسجد ہو یا بت خانہ - دل کی صفائی اور اخلاص کی ضرورت ہے -

(۸) ترجمہ - دولت مبارک پرند سے مانگ اور اسکے سایہ سے - کیونکہ کوے اور چیل کے پاس دولت کا شہپر نہیں ہوتا

ہمایوں - ہما پرندہ جسکا سایہ سر پر پڑنے سے آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے - کہتے ہیں کہ صرف ہڈیاں کھاتا ہے یوں کلمہ نسبت مبتنی مبارک اس شعر کی اصول کی مثال میں دیکھو شعر نمبر (۹) غزل ہذا -

(۹) ترجمہ - اگر میں نے پیر مغاں سے مدد مانگی تو اعتراض نہ کر کیونکہ ہمارے پیر نے کہا ہے کہ عبادت خانہ میں ہمت نہیں ہوتی -

ہمت - دعا اور بلند ارادہ - مطلب یہ ہے کہ عبادت خانوں میں بلند ارادہ والے لوگ نہیں ہوتے اور نہ ایسے آدمی جو مستجاب الدعوات ہوں اسلئے میں پیر مغاں کی دعا کا طالب ہوں کیونکہ آدمی برکت جا سے طلب کرتا ہے نہ کہ کوئی سے دیکھو شعر نمبر (۸) غزل ہذا - نیز دیکھو شعر د ۳۸ -

[illegible]

(۱۰) ترجمہ - اے حافظ علم اور ادب اختیار کر - کیونکہ جس آدمی میں ادب نہ ہو - وہ صحبت کے لائق نہیں ہوتا -

یہ شعر عام اخلاق میں ہے - اور مطلب صاف ہے -

غزل (۹۴)

دلبر برفت و دلشدگان را خبر نکرد ۱ یاد حریف شہر و رفیق سفر نکرد
یا بخت من طریق محبت فرو گذاشت ۲ یا او بشاہراہ حقیقت گذر نکرد
من ایستادہ تا کنمش جان فدا چو شمع - ۳ او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
گفتم مگر بگریہ دلش مہربان کنم ۴ در سنگ خارہ قطرہ باران اثر نکرد
ہر کس کہ دید روی تو بوسید چشم من ۵ کاری کہ کرد دیدہ من بی نظر نکرد
در حیرتم کہ ہر چہ شد ہمدم رقیب ۶ خرمہرہ ہیچکس چو قرین گہر نکرد

(۷) کلک زبان بریدهٔ حافظ در انجمن
با کس نگفت راز تو تا ترک سر نکرد (۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم

(۱) **ترجمہ**۔ معشوق چلا گیا اور عاشقوں کو خبر نہ کی۔ شہر کے دوست اور سفر کے رفیق کو بھی یاد نہ کیا۔

دلشدگان۔ جمع دل شدہ۔ جسکا دل قابو میں نہ ہو۔ عاشق۔ **رفیق**۔ ہم سفر۔ مطلق دوست۔

(۲) **ترجمہ**۔ یا تو میرے بخت نے محبت کے راستے کو چھوڑ دیا۔ یا معشوق نے حقیقت کی شاہراہ پر گذر نہ کیا۔

مطلب یہ ہے کہ یا تو میرا ہی قصور ہے کہ میں نے راہ محبت کو چھوڑ دیا ہے اور کسی دوسرے رستے پر جا رہا ہوں یا معشوق نے ہی میری حقیقت کو نہیں سمجھا کہ وہ مجھے اطلاع کئے بغیر اکیلا روانہ ہو گیا۔ طریق اور شاہراہ۔ حقیقت اور طریقت کی رعایت ظاہر۔

(۳) **ترجمہ**۔ میں اس انتظار میں کھڑا رہا کہ شمع کی طرح اس پر جان فدا کر دوں مگر اس نے نسیم سحر کی طرح میری طرف گذر ہی نہ کیا شمع کا نسیم سحر سے گل ہونا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ میں اس کے انتظار میں رہا کہ اسکی آمد پر جان قربان کر دوں مگر میری بدقسمتی سے وہ اس طرف نہ آیا۔

(۴) **ترجمہ**۔ میں نے کہا شاید رونے سے اسکے دل کو مہربان کر لونگا۔ مگر بارش کا قطرہ سخت پتھر میں اثر نہیں کرتا۔ معشوق کے دل کو سنگ خارا سے تشبیہ دی ہے یہ شعر گریہ کی بے اثری پر ہے گریہ کے اثر کیلیے دیکھو شعر الف ۱۴

دگر بہ خون نشستم اشکبار مرا (جامی) کہ نیست ہیچ اثر گریہ ہای زار مرا

(۵) **ترجمہ**۔ جس آدمی نے تیرا چہرہ دیکھا۔ میری آنکھوں کو چوما۔ جو کام میری آنکھ نے کیا بغیر دیکھے نہیں کیا۔

تا ہر آن نقشی کہ حاصل باشد اندر نیمہ   ہیچ اندر نیمہ دیگر درو نقش چون روی
اے برادر خویشتن را خانہ دان انخیپس   ہم لسقف نیک عالی ہم بہ بنیاد قوی
گر تو بار نیمہ پر نقش نتوانی شدن   جہد میکن تا مگر آن نیمہ دیگر شوی

(۶) ترجمہ۔ وہ آنکھ بے نور اور تاریک ہے جسکا پانی گریۂ عشق میں خرچ نہ ہوا ہو اور وہ دل سیاہ ہو جسمیں محبت کا نور نہ ہو

خیرہ۔ سرگشتہ۔ حیران۔ متعجب۔ شوخ۔ سست۔ تاریک۔ تیرہ۔ سرکش۔ دلیر (غیاث اللغات)

مطلب یہ ہے کہ جو آنکھ عشق میں رو کر اپنا پانی زائل نہ کر دے یعنی بیکار نہ ہو جاے وہ آنکھ محض بے سود ہے۔ اور جس دل میں محبت کا نور نہ ہو۔ وہ دل سیاہ ہے۔ امیر خسرو نے اسی مضمون پر کہا ہے۔ کہ

[illegible]   [illegible]

مرزا غالب دہلوی [illegible]

[illegible]   [illegible]

(۷) ترجمہ۔ [illegible]

مطلب یہ ہے کہ مسجد ہو یا بت خانہ۔ دل کی صفائی اور اخلاص کی ضرورت ہے۔

(۸) **ترجمہ**۔ دولت مبارک پرندے سے مانگ اور اسکے ساتھ رہ۔ کیونکہ کوے اور چیل کے پاس دولت کا شہپر نہیں ہوتا

ہمایوں۔ ہما پرندہ جسکا سایہ سر پر پڑنے سے آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ صرف ہڈیاں کھاتا ہے یوں کلمہ نسبت مبتنی مبارک اس شعر کو اصول کی مثال میں دیکھو شعر نمبر (۹) غزل ہذا۔

(۹) **ترجمہ**۔ اگر میں نے پیر مغاں سے مدد مانگی تو اعتراض نہ کر۔ کیونکہ ہمارے پیر نے کہا ہے کہ عبادت خانہ میں ہمت نہیں ہوتی۔

ہمت۔ دعا اور بلند ارادہ۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت خانوں میں بلند ارادہ [illegible] نہیں ہوتے اور نہ ایسے آدمی جو مستجاب الدعوات ہوں اسلئے میں پیر مغاں کی دعا کا طالب ہوں کیونکہ آدمی برکت ہما سے طلب کرتا ہے نہ کہ کوے سے دیکھو شعر نمبر (۸) غزل ہذا۔ نیز دیکھو شعر د ۳۸/۸۔

زیر لیخ خرابات مغان ہر خاست جمشیدی   کسو از حلقۂ پیر مغان ہر سے نمے خیزد

[illegible]

یہ شعر عالم استغراق میں کہا ہے۔ اور مطلب صاف ہے۔

غزل (۱۶۴)

۱ دلبر برفت و دل شدگان را خبر نکرد
یاد حریف شہر و رفیق سفر نکرد

۲ یا بخت من طریق محبت فرو گذاشت
یا او بشاہراہ حقیقت گذر نکرد

۳ من ایستادہ تا کنمش جان فدا چو شمع
او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد

۴ گفتم مگر بگریہ دلش مہربان کنم
در سنگ خارہ قطرہ باران اثر نکرد

۵ ہر کس کہ دید روی تو بوسید چشم من
کاری کہ کرد دیدہ من بی نظر نکرد

۶ در حیرتم کہ ہر چہ شد ہمدم رقیب
خرمہرہ ہیچکس چو قرین گہر نکرد

(۷) کلک زبان بریدہ حافظ در انجمن
با کس نگفت راز تو تا ترک سر نکرد (۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم

(۱) **ترجمہ**۔ معشوق چلا گیا اور عاشقوں کو خبر نہ کی۔ شہر کے دوست اور سفر کے رفیق کو بھی یاد نہ کیا۔

دل شدگان۔ جمع دل شدہ۔ جسکا دل قابو میں نہ ہو۔ عاشق۔ **رفیق**۔ ہم سفر۔ مطلق دوست۔

(۲) **ترجمہ**۔ یا تو میرے بخت نے محبت کے راستے کو چھوڑ دیا۔ یا معشوق نے حقیقت کی شاہراہ پر گذر نہ کیا۔

مطلب یہ ہے کہ یا تو میرا ہی قصور ہے کہ میں نے راہ محبت کو چھوڑ دیا ہے اور کسی دوسرے رستے پر جا رہا ہوں یا معشوق نے ہی میری حقیقت کو نہیں سمجھا کہ وہ مجھے اطلاع کئے بغیر اکیلا روانہ ہو گیا۔ طریق اور شاہراہ۔ حقیقت اور طریقت کی رعایت ظاہر۔

(۳) **ترجمہ**۔ میں اس انتظار میں کھڑا رہا کہ شمع کی طرح اس پر جان فدا کر دوں مگر اس نے نسیم سحر کی طرح میری طرف گذر بھی نہ کیا۔ شمع کا نسیم سحر سے گل ہونا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ میں اسکے انتظار میں رہا کہ اسکی آمد پر جان قربان کر دوں مگر میری بدقسمتی سے وہ اس طرف نہ آیا۔

(۴) **ترجمہ**۔ میں نے کہا شاید رونے سے اسکے دل کو مہربان کر لونگا۔ مگر بارش کا قطرہ سخت پتھر میں اثر نہیں کرتا۔ معشوق کے دل کو سنگِ خارا سے تشبیہ دی ہے۔ یہ شعر گریہ کی بے اثری پر ہے۔ گریہ کے اثر کیلیے دیکھو شعر الف ۱۲

دگر بہ خون نشستم اشکبار مرا (جامی) کہ نیست ہیچ اثر گریہ ہای زار مرا

(۵) **ترجمہ**۔ جس آدمی نے تیرا چہرہ دیکھا۔ میری آنکھوں کو چوما۔ جو کام میری آنکھ نے کیا بغیر دیکھے نہیں کیا۔

آنکھ نے تجکو اسواسطے چنا ۔ کہ ان کے انتخاب کی تعریف کی کیونکہ تیرا چہرہ دیکھہ کر اسوا آدمی کو یقین آگیا کہ میری آنکھوں نے غلطی نہیں کی اور بغیر دیکھے کچھ نہیں کیا ۔ بلکہ ایک نہایت خوبصورت چہرہ کا انتخاب کیا ہے ۔

مردماں در من و بے ہوشی من حیرانند (امیر خسرو) من در آنکس کہ ترا بیند و حیران نشود

(۶) ترجمہ ۔ میں حیران ہوں کہ معشوق [illegible] درست ہوگیا کیونکہ کوئی آدمی کوڑی کو موتی کے نزدیک نہیں رکھتا ۔ رقیب کو خر مہرہ کہا ہے ۔ کوڑی اور موتی دونوں سمندر سے نکلتے ہیں اسواسطے وجہ مقابلہ ظاہر ۔ مطلب یہ ہے کہ کوڑی نہایت ہی کم قیمت بے حقیقت اور بدگوہر ہوتی ہے ۔ اسکا موتیوں سے کیا ساتھہ ۔ کوڑیاں کبھی موتیوں کے ساتھہ ایک سلک میں نہیں پروئی گئیں ۔ پھر معشوق نے رقیب کو کیونکر پاس آنے دیا ۔

(۷) ترجمہ ۔ حافظ کی زبان بریدہ قلم نے انجمن میں کسی سے تیرا راز بیان نہ کیا جب تک کہ اپنا سر نہ کٹوایا ۔ قلم کا زبان بریدہ ہونا ظاہر ہے ۔ اور قلم اسوقت تک تحریر ہی نہیں کرسکتا جب تک اسکے سر کو قطع نہ کیا جائے ۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق معشوق کے راز کو جب تک اپنی جان سے ہاتھہ نہ دھو بیٹھے ظاہر نہیں کرسکتا ۔ حضرت منصور حلاج کا قصہ اس بیان کی تائید کرتا ہے

غزل (۷۴)

دل از من برد و رو از من نہاں کرد	۱	خدا را تا کے ایں بازی تواں کرد
شب تنہائیم در قصد جان بود	۲	خیالش لطفہائے بیکراں کرد
چرا چوں لالہ خونیں دل نباشم	۳	کہ با من نرگس او سرگراں کرد
صبا گر چارہ داری وقت وقت است	۴	کہ درد اشتیاقم قصد جاں کرد
بدانسان سوخت چوں شمعم کہ بر من	۵	صراحی گریہ و بربط فغاں کرد
میان مہرباناں کے تواں گفت	۶	کہ یار من چنیں گفت و چناں کرد
(۷)	عدو با جان حافظ آں نکردی کہ تیر چشم آں ابرو کماں کرد	(۷)

(۱) ترجمہ ۔ دل مجھہ سے لیگیا اور چہرہ مجھہ سے چھپالیا ۔ خدارا یہ بازی کب تک رہیگی ۔ مطلب یہ ہے ۔ کہ دل لیکر بیقرار کردیا ۔ اور دیدار کا مشتاق ۔ اور پھر پوشیدہ ہوگیا ۔ خدارا بتاؤ کہ یہ حالت کب تک رہیگی

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی   بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی

معشوق مطلق نے بھی آدمی کو اپنے اوصاف کی جھلک دکھلانے کو بڑا بیٹھ کر لیا ہوا ہے اور اپنی ذات کو مشاہدہ سے اسکو محروم رکھا ہے جو اسکی بیقراری کا موجب ہے

(۲) ترجمہ۔ شب ہجر تو میری جان کو دے بیٹھی۔ مگر معشوق کے خیال نے بہت مہربانی کی۔

یعنی میں شب ہجراں کے غم والم کی تاب نہ لاکر جان دیدیتا۔ مگر اس کی یاد نے مجھے بچا لیا۔

درازی شب ہجر است جانگداز ارنہ   دلیکہ مے گذرد در برامید صبح وصال

(۳) ترجمہ۔ لالہ کی طرح میرا دل خون کیوں نہ ہو جبکہ اسکی نرگس مجھ سے سرگراں ہے۔

لالہ۔ منسوب بلال یعنی سرخ ایک پھول کا نام ہے جو مختلف قسموں کا ہوتا ہے بوجہ سرخی خونین دل کہا

سرگراں۔ متکبر۔ مغرور۔ ناراض۔ نرگس سے چشم کا بوجہ مستی سرگراں ہونا ہی ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ اے صبا اگر تیرے پاس کوئی علاج ہے تو اب وقت ہے کہ درد اشتیاق نے میری جان کا قصہ کیا ہے۔

باد صبا کو پیشہ ور قاصد کہتے ہیں جو معشوق کا پیغام لاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے صبا اگر کوئی پیغام اسکی طرف سے لانا ہے تو اب وقت ہے۔ ع۔

پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

(۵) ترجمہ۔ شمع کی طرح مجھے ایسا جلایا کہ مجھ پر۔ صراحی روئی اور بربط نے فریاد کی۔

بربط۔ مشہور ساز ہے۔ صراحی سے شراب کا نکلنا اور آواز قلقل گویا اسکا رونا ہے۔ عاشق کے غمگین ہونے پر صراحی اور بربط ہمدردی کرتی ہیں۔ یوں ہی شراب اور سرود عاشق کے غم کو دور کرنیوالی چیزیں ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ دوستو میں کس طرح کہوں کہ میرے معشوق نے یہ کہا اور وہ کیا۔

یعنی معشوق کے جور و ستم کا کس سے ذکر کروں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چنین و چنان کے تفاوت میں معشوق کے قول و فعل کا اختلاف ظاہر کرنا منظور ہو

(۷) ترجمہ۔ دشمن بھی حافظ کی جان کے ساتھ ایسا نہ کرتا۔ جو اس ابرو کمان کی آنکھ کے تیر نے کیا۔

معشوق کے ابرو کو کمان کہکر اسکی مژگان کو تیر کہا۔ تیر نظر بھی مراد ہو سکتی ہے۔ دیکھو شعر (د ۹۴)۔

غزل (۴۸)

دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند   ۱   دعای نیم شبے دفع صد بلا بکند
عتاب یار پریچہرہ عاشقانہ بکش   ۲   کہ یک کرشمہ تلافی صد جفا بکند
ز ملک تا ملکوتش حجاب برگیرند   ۳   ہر آنکہ خدمت جام جہان نما بکند

طبیب عشق مسیحا دمست و مشفق لیک ۴ چو درد در تو نبیند کرا دوا بکند
تو با خدای خود انداز کار و دل خوش دار ۵ کہ رحم اگر نکند مدعی خدا بکند
ز بخت خفتہ ملولم بود کہ بیداری ۶ بوقت فاتحۂ صبح یک دعا بکند

(۷) بسوخت حافظ و بوئی ز زلف یار نبرد (۷)
مگر دلالت این دولتش صبا بکند

(۱) ترجمہ — اے دل جل کیونکہ تیرا جلنا بہت کام کر گیا۔ نصف شب کی دعا کئی بلاؤں کو دور کر دیتی ہے۔
سوزِ دل سچے عشق کی علامت ہے۔ اور اگر عشق سچا ہے تو حصولِ مدعا کی امید ہو سکتی ہے۔ دعائے نیم شب یا دعائے سحرگہی مقبول ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ — پری چہرہ معشوق کا عتاب عاشقوں کی طرح برداشت کر۔ کیونکہ ایک کرشمہ سو جفاؤں کی تلافی کرتا ہے۔
مطلب صاف ہے معشوق کے جور و جفا برداشت کرتا رہ۔ کیونکہ اس کی ایک ادا سب کی تلافی کر دیگی ایک مہربانی کی نظر سارے غم والم کو دور کر دیگی۔

(۳) ترجمہ — فرش سے لیکر عرش تک تمام پردے اٹھا دیگا۔ جس نے جام جہاں نما کی خدمت کی۔
ملک — شرح اصطلاحات صوفیہ میں لکھا ہے کہ ملک (بضم) سے مراد ماسوا اللہ کائنات موجودہ و مفقودہ ہے۔ عالم شہادت
ملکوت — عالم غیب۔ **جبروت** — عالم انوار قاہرہ۔ **لاہوت** — عالم ذات حق۔
جام جہاں نما یا جام کیخسرو جس سے تمام دنیا کے حالات معلوم ہوتے تھے۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف ۲۶۔ عارفوں نے جام کو بھی جام جہاں نما کہتے ہیں۔ جام جہاں نما سے حالات دنیا کا کشف ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ عشق میں اتنا محو ہو جا کہ تجھے زمین و آسمان کے حالات کا علم ہو جائے۔ دیکھو اشعار ت ۵۶۔

(۴) ترجمہ — عشق کا طبیب مسیحا نفس اور شفیق ہے لیکن اگر تجھ میں درد ہی نہ دیکھے۔ تو کس کا علاج کرے۔
دم عیسیٰ — حضرت عیسیٰ علیہ السلام "قم باذن اللہ" کہہ کر مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ **شفیق** — مہربان از شفقت بفتحتین بمعنی ترس۔ ڈر۔ چونکہ دوست کی مصیبت و بلیات سے دوست ڈرتا ہے۔ اسلئے مجازاً بمعنی مہربانی دوستی۔
مطلب یہ ہے کہ طبیب عشق مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے اور ہے بھی مہربان لیکن تیرے دل میں درد ہی نہیں۔ تو علاج کس کا کرے۔ پہلے درد پیدا کر پھر علاج کا طالب ہو۔ تشریح کیلئے دیکھو شعر ت ۱۲۵۔ مرزا غالب فرماتے ہیں۔

دل دردناک چاہیے لاکھوں میں جو ہو
عیسیٰ ہیں سینکڑوں کوئی بیمار ہی تو ہو

(۵) ترجمہ۔ تو اپنی خدا پر اپنا کام چھوڑ اور دل کو خوش رکھ کہ اگر مدعی رحم نہیں کرتا۔ تو خدا کریگا۔

مدعی۔ دعوی کرنیوالا۔ مجازاً دشمن۔ یعنی خدا پر بھروسہ کر۔ دشمن کیا کرسکتا ہے۔ ع

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

(۶) ترجمہ۔ میں اپنی بخت خفتہ سے ملول ہوں شاید کہ بیداری۔ شروع صبح کے وقت کوئی دعا کرے۔

بخت خفتہ۔ یعنی بدبختی۔ فاتحہ صبح۔ یعنی سحرگہی شروع صبح دعائے صبحگاہ مقبول ہوتی ہے اور شب بیداری کرکے معلوم

(۷) ترجمہ۔ حافظ جل گیا اور معشوق کی زلف کی خوشبو اسے نہ پہنچی شاید اس دولت کی دلالت اسکے لئے باد صبا کرے۔

دلالت۔ رہنمائی کرنا۔ ایک شی کا اس حیثیت سے ہونا کہ اسکے علم سے دوسری شی کا علم ہو مثلاً علم موجودات سے علم صانع ہوتا ہے

ذریعہ۔ وسیلہ۔ صبا کا کام ایک جگہ سے دوسری جگہ خوشبو لیجانا ہے۔ حسن دلالت ظاہر۔ دلالت اور دولت کی لفظی خوبی قابل داد ہے

غزل (۴۹)

دیدی ای دل کہ غم یار دگربار چہ کرد ۱ چون بشد دلبر و با یار وفادار چہ کرد
آہ ازان نرگس جادو کہ چہ بازی انگیخت ۲ وای ازان مست کہ با مردم ہشیار چہ کرد
اشک من رنگ شفق یافت ز بیمہری یار ۳ طالع بی شفقت بین کہ درین کار چہ کرد
ساقیا جام میم دہ کہ نگارندۂ غیب ۴ نیست معلوم کہ در پردۂ اسرار چہ کرد
آنکہ پر نقش زد این دائرۂ مینائی ۵ کس ندانست کہ در گردش پرگار چہ کرد
برقی از پردہ لیلے بدرخشید سحر ۶ وہ کہ با خرمن مجنون دل افگار چہ کرد

(۷)
برق عشق آتش غم در دل حافظ زد و سوخت
یار دیرینہ ببینید کہ با یار چہ کرد
(۷)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تو نے دیکھا کہ غم یار نے دوبارہ کیا کیا۔ دلبر کس طرح چلا گیا اور وفادار عاشق کے ساتھ کیا کیا

(۲) ترجمہ۔ آہ اس نرگس جادوگر نے کیا بازی کی۔ افسوس اس مست نے ہوشیار آدمیوں کے ساتھ کیا کیا۔

نرگس جادو ـ یعنی جادوگر آنکھیں ـ بازی ـ سحر ـ افسون مطلب یہ ہے کہ اسکی مست آنکھوں نے ہوشیار آدمی کو بھی مست کر دیا

(۳) ترجمہ ـ میری آنسوؤں نے یار کی بے مہری سے شفق کا رنگ اختیار کیا ـ نامہربان نصیبے دیکھو کہ اس معاملہ میں کیا کیا ـ

شفق ـ وہ سرخی جو غروب آفتاب کیوقت مغرب میں نظر آتی ہے ـ یا طلوع آفتاب کیوقت مشرق میں ـ

مطلب یہ ہے کہ میری بدنصیبی دیکھو کہ ہجر یار میں لہو کے آنسو رو رہا ہوں ـ شفق اور شفقت کی رعایت ظاہر ـ

(۴) ترجمہ ـ اے ساقی مجھے جام شراب دے کہ غیب کے نقاش نے معلوم نہیں کہ پردہ اسرار میں کیا کیا ہے ـ

وہی مضمون ہے جو شعر الف ۲ میں ہے ـ

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

تشریح کیلیے وہی شعر دیکھو ـ

(۵) ترجمہ ـ جس نے یہ دائرہ مینائی نقشہ پر بنایا (یا جس نے یہ دائرہ مینائی بنایا) کوئی نہیں جانتا کہ گردش پرکار سے کیا کیا ـ

یعنی جس نے نقشہ کائنات پر آسمان کا دائرہ بنایا ـ معلوم نہیں کہ اس نے پرکار کی گردش میں کیا کچھ کیا ـ آسمان کو نیلگوں ہونے کیوجہ سے دائرہ میں مینائی کہا ـ مینا آسمانی رنگ کا ہوتا ہے ـ دائرہ گردش پرکار سے بنتا ہے ـ مطلب یہ ہے کہ صانع مطلق کی وسعت اور حکمت کا کسیکو علم نہیں ـ

(۶) ترجمہ ـ پردہ لیلی سے بجلی کیوقت چمکی ـ افسوس کہ دل افگار مجنون کے خرمن کے ساتھ کیا کیا ـ

یعنی محمل لیلی سے ایک بجلی چمکی جس نے زخمی دل مجنون کے خرمن دل و جان کو جلا دیا ـ یہ بجلی تجلی رخسار لیلی ہوگی ـ لیل (رات) وسحر کی مناسبت دیکھو ـ

(۷) ترجمہ ـ عشق کی بجلی نے غم کی آگ حافظ کے دل کو لگادی ـ اور اسے جلا دیا دیکھو کہ یار دیرینہ نے یار کے ساتھ کیا کیا ـ

مطلب یہ ہے کہ معشوق ازل نے عاشق کے دل کو آتش عشق سے جلا دیا ـ غم سے مراد غم ہجران ہے ـ جو عاشق کو صبح ازل سے شام اجل تک دل افگار رکھتا ہے ـ یار دیرینہ سے مراد محبوب یا عشق ازل ـ

غزل (۵۰)

دست در حلقہ آن زلف دوتا نتوان کرد	۱	تکیہ بر عہد تو و باد صبا نتوان کرد
آنچہ سعی است من اندر طلبت بنمودم	۲	این قدر ہست کہ تغییر قضا نتوان کرد
دامن دوست بصد خون دل افتاد بدست	۳	بفسوسیکہ کند خصم رہا نتوان کرد

عارضش را بمثل ماه فلک نتوان خواند ۴ نسبت دوست بهر بی سر و پا نتوان کرد
سرو بالای من آنگه که در آید بسماع ۵ چه محل جامهٔ جان را که قبا نتوان کرد
مشکل عشق نه در حوصلهٔ دانش ماست ۶ حل این نکته بدین فکر خطا نتوان کرد
غیرتم کشت که محبوب جهانی لیکن ۷ روز و شب عربده با خلق خدا نتوان کرد
من چه گویم که ترا نازکی طبع لطیف ۸ تا بحدیست که آهسته دعا نتوان کرد
نظر پاک تواند رخ جانان دیدن ۹ که در آئینه نظر جز بصفا نتوان کرد

(۱۰) بجز ابروی تو محراب دل حافظ نیست
طاعت غیر تو در مذهب ما نتوان کرد ([illegible])

(۱) ترجمہ۔ اس زلف دوتا کو خم میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے تیرے وعدہ اور باد صبا پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ صبا۔ وہ ہوا جو مشرق کیطرف سے چلے۔ باد مشرقی جو موسم بہار میں چلتی ہے۔ مطلب یہ کہ معشوق کی زلف تک کسی مدد کی امید امید موہوم ہے۔ یا اس تک رسائی حاصل کرنا خیال خام ہے۔ لفظ دست مختلف تو یا دس معنوں [illegible] چنانچہ دست کے معنی صدر و مسند اور چار بالش بھی ہیں۔ اس صورت میں پہلے مصرعہ کے یہ معنی ہونگے کہ اسکی زلف دوتا کو خم و پیچ دے بالکل صدر یا تکیہ نہیں بنا سکتے۔ لفظ تکیہ اور دست (مسند) کی رعایت ظاہر۔

میں تیری ہاں ہم کو سچا ہو لاکھ بار کہدوں اسکو کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

[illegible] تیرے اور باد صبا کے وعدوں پر بھی عاشق کو اعتبار نہیں ہوتا۔

(۲) ترجمہ۔ جسقدر کوشش ہو سکتی ہے میں نے تیری طلب میں کی۔ البتہ یہ ہے کہ میں نوشتہ تقدیر کو نہیں بدل سکتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے طلب معشوق میں جسقدر سعی کہ ممکن ہے کی مگر نتیجہ میرے ہاتھ میں نہیں۔ خدا کے ہاتھ میں ہے جو خواجہ صاحب کی مسئلہ جبر و اختیار پر یہ رائے نہایت قیمتی اور بالکل صحیح ہے۔ انسان کو وہ طلب میں کوشش جہاں تک امکان میں ہو کرنی چاہئے اور نتیجہ خدا کی مرضی پر چھوڑنا چاہئے "امر بین الامرین" پر کاربند ہونا چاہئے [illegible] نہ سمجھنا چاہئے

بقول مولانا روم

گفت پیغمبر بآواز بلند بر توکل زانوی اشتر ببند

سعی و عمل ضروری ہے یعنی کوشش کرو اور نتیجہ کیلئے خدا پر توکل رکھو۔ یہ نہیں کہ توکل ہی کرکے بیٹھ جاؤ اور آسمان کیطرف ہی دیکھتے تکو۔

کا شتکار کیطرح ہل چلا کر اور تخم ریزی کر کے پھر خدا پر توکل کرو اور خرمن کی امید رکھو مسئلہ جبر و اختیار کیلئے دیکھو شرح الف ۲

(۳) ترجمہ - معشوق کا دامن سو خون دل اور الطاف و تکالیف سے ہاتھ آیا ہے اس فریب و فسون سے جو دشمن کرے ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے

مطلب یہ ہے کہ ہم نے دامنِ معشوق بہت ہزاروں مصیبتیں جھیل کر رسائی حاصل کی ہے اب اغیار کے سحر و فسوں سے ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے

(۴) ترجمہ - اسکے چہرہ کو تمثیلاً ماہ فلک نہیں کہہ سکتے۔ معشوق کو ہر ایک بدر و ثریا سے نسبت نہیں دے سکتے۔

قاعدہ ہے کہ عارضِ معشوق کو چاند سے تشبیہ دیتے ہیں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چاند کیا چیز ہے اور اسکی کیا حیثیت ہے کہ معشوق کے عارض کو اس سے تشبیہ دیں شعر میں لطف یہ ہے کہ چاند کا صرف عارض ہی عارض ہے نہ اسکا سر ہے نہ پاؤں نہ قد بالا اسلئے معشوق کے چہرہ کو ایسی چیز سے جس کا باقی جسم بالکل ہی نہ ہو تشبیہ نہیں دینی چاہئے۔

(۵) ترجمہ - میرا سرو بالا جس وقت سماع میں آئیگا وہاں کیا موقعہ ہے کہ جامۂ جان کو چاک کیا جاوے۔

سماع - لغۃً سننا - مجازاً بمعنی رقص و سرود وجد - سرود سننا - صاحب کشف نے لکھا ہے کہ سماع بالفتح بمعنی سننا اور بالکسر بمعنی سرود سننا خواجہ صاحب کے کلام میں لفظ سماع کئی جگہ بمعنی سرود آیا ہے مثلاً -

ببین که رقص کنان میرود بنالهٔ چنگ	کسیکه رخصه نفرمودی استماع سماع	

قبا کردن - چاک کرنا - پارہ پارہ کرنا - ٹکڑے ٹکڑے کرنا - مطلب یہ ہے کہ اگر میرا سرو قد معشوق بزم سماع میں آئے یا رقص میں آئے - تو وجد کی یہ کیفیت ہوگی کہ اہل بزم جان کے جامہ کو چاک کر دینگے - سماع کے وقت سامعین پر جب وجد کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ عموماً کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر وہ سرو قد بزم سماع میں ہو یا خود رقص [illegible] تو لوگ حالت وجد میں کپڑے پھاڑنے کی بجائے جان قربان کر دینگے یعنی جان کے جامہ کو چاک کر دینگے۔

(۶) ترجمہ - عشق کی مشکل ہماری عقل کے حوصلہ میں نہیں ہے اس نکتہ کا حل اس فکرِ خطا سے نہیں کرسکتے۔

مطلب یہ ہے کہ عشق کی مشکلات عقل سے حل نہیں ہوسکتیں - بلکہ عشق کی مشکلات کو صرف ذوق اور شوق سے حل کیا جاسکتا ہے اور نور ہدایت ایزدی کی ضرورت ہے عقل کو فکرِ خطا کہا ہے - کیونکہ عقل غلطی کرجاتی ہے تفسیر کیلئے دیکھو شعر ت

	بدو دولت کز امکان هدایت یافت خاقانی هدایت نامهٔ ایمان بیاموز و قول فلسفی مشنو نقیصه بر ز افلاطون که آتش چشم در دانم	کتو صد فلسفی نیز در پیش امکانش کز طوطی بکان هند آگه نیست کس جز دانش یکی کمال کامل ز صد عطار که دانش	

[illegible]

یعنی اگرچہ اس غیرت نے مجھے مار ڈالا ہے کہ تمام جہان تجھ پر عاشق ہے لیکن میں اس کا تدارک نہیں کرسکتا تمام خلق تجھ پر عاشق ہے کس کس سے لڑوں

(۸) ترجمہ۔ میں کیا کہوں کہ تیری لطیف طبیعت کی نزاکت اس حد تک ہے کہ آہستہ آہستہ دعا بھی پہنچا نہیں کر سکتی۔

یعنی تیری نزاکت اور لطافت اس قدر ہے کہ آہستہ دعا کو سننے کی بھی تجھ میں تاب و طاقت نہیں رہی میں عرض حال کس طرح کر سکتا ہوں

(۹) ترجمہ۔ صرف پاک نگاہ معشوق کے چہرہ کو دیکھ سکتی ہے کیونکہ آئینہ میں سوائے صفائی کے نہیں دیکھ سکتے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک عالم کائنات مشاہدہ ذات حق کیلئے بمنزلہ آئینہ کے ہے کیونکہ صرف انہی مرات کے ذریعہ ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں

دیدم جمال دوست بہر ذرہ آشکار
ذرات کون مرآت آن یار شد مرا

گویا وجود خدا کا عکس مرآت عالم میں پڑتا ہے ظاہر ہے کہ عکس صرف اسی آئینہ میں پڑتا ہے جو بالکل صاف ہو اور گرد و غبار سے خالی ہو۔ اسی طرح خداوند کریم کی ذات کو مشاہدہ کیلئے ضروری ہے کہ نظر پاک ہو اور بالکل صاف ہو۔ ورنہ اسمیں ذات کا عکس ہرگز نہیں پڑیگا۔ دیکھو شعر ۳

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے ابرو کے سوا حافظ کے دل کا اور کوئی محراب نہیں کیونکہ تیرے سوا اور کسی کی بندگی کرنا ہمارے مذہب میں کفر ہے

یعنی ہمارا محراب صرف خم ابروئے معشوق ہے اسکے سوا اور کسی محراب کی طرف ہمارے مذہب میں نماز جائز نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ طاعت و عبادت اسی صورت میں منظور و مقبول ہو سکتی ہے کہ خالص للہ ہو۔ عاشقوں کا محراب اور قبلہ صرف ابروئے جانان ہے۔

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

مولانا جامی کا شعر ہے۔

قبلہ اہل نظر جز رخ جانان نبود
ہر کہ رو تافت ازیں قبلہ مسلمان نبود

مختلف خیال کے لوگوں کے مختلف قبلے ہوتے ہیں۔

قبلۂ شاہاں بود تاج و کمر
قبلۂ ارباب دنیا سیم و زر

قبلۂ صورت پرستاں آب و گل
قبلۂ معنی شناساں جان و دل

قبلۂ زہاد محراب قبول
قبلۂ بے سیرتاں کار فضول

قبلۂ تن پروراں خواب و خورش
قبلۂ انساں بدانش پرورش

قبلۂ عاشق وصال بے زوال
قبلۂ عارف جمال ذی الجلال

قبلۂ اصحاب منصب مال و جاہ
قبلۂ اہل سلوک اسباب راہ

قبلۂ حرص اہل باشد ہوا
قبلۂ قانع توکل بر خدا

اگر در مسجدی عمر در خرابات

غزل (۱۵)

دانی که چنگ و عود چه تقریر می کنند
پنهان خورید باده که تکفیر می کنند ۱

ناموس عشق و رونق عشاق می برند
عیب جوان و سرزنش پیر می کنند ۲

[illegible] هیچ نشد حاصل و هنوز
باطل درین خیال که اکسیر می کنند ۳

گویند رمز عشق مگوئید و مشنوید
مشکل حکایتیست که تقریر می کنند ۴

[illegible] پیر مغان میدهند باز
این سالکان نگر که چه با پیر می کنند ۵

[illegible] نیم نظر میتوان خرید
خوبان درین معامله تقصیر می کنند ۶

ما از برون [illegible] فریب
تا خود درون پرده چه تقریر می کنند ۷

قومی بجد جهد گرفتند وصل دوست
قومی دگر حواله بتقدیر می کنند ۸

فی الجمله اعتماد مکن بر ثبات دهر
کاین کارخانه ایست که تغییر می کنند ۹

می خور که شیخ و حافظ و مفتی و محتسب
چون نیک بنگری همه تزویر می کنند (۱۰)

عود - ایک باجے کا نام جسے بربط کہتے ہیں۔ چنگ - ایک مشہور باجہ کا نام۔ تکفیر - کفارت دینا، کسی کو کافر کہنا۔ پوشیدہ کرنا۔ بزم بادہ نوشی میں عموماً گانا بجانا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عود و چنگ بادہ نوشوں کو یہ کہتے ہیں کہ شراب چھپ کر پیو۔ ورنہ مفتی اور زاہد تم پر کفر کا فتوی دیں گے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیان میں حلال اور مستی کو جاہلوں سے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ لکھا ہے۔

چونکه از میخانهٔ هستی [illegible] شد
[illegible] دو بازیچهٔ اطفال شد

مے قدر او سو بسو مہرہ بر پرد
در رگش تخمے دشمن بر ایستے

او خلیفہ گو دکان اندر پیش
بے خبر از مستی ذوق و میش

خلق اطفالند جز مست خدا
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

گفت دنیا لہو و لعب است و شما
کودکید و راست فرماید خدا

حقیقت میں یہ سالکان طریقت کو ہدایت ہے کہ اسرار الٰہی اور واردات کو جو عرشِ قلوب پر وارد ہوتے ہیں پوشیدہ رکھنا چاہئے اور ہر کہ و مہ سے انکا ذکر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ نافہم لوگ انکی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے ایسی باتوں پر تمسخر کرتے ہیں مطرب یا بادہ نوشان میخانہ الٰہی حکیم سنائی کا شعر ہے

برملا از مقام مستی ہے
سر جاناں جز کہ تو دوی ہے

اسی شعر پر مولانا روم نے مندرجہ بالا اشعار لکھے ہیں۔ دستور ہے کہ بادہ نوشی اور مے پرستی کے وقت مطرب ساز ہائے طرب انگیز بجاتے اور نغمہ ہائے عشرت آمیز سناتے ہیں وہ گویا ایسی مجلس کے مقامات بالا سے ہمنشین اور اسرار معرفت الٰہی سے آگاہ ہیں تو تجھے چاہئے کہ مستی نہ کرے اور بے طاقتی ظاہر نہ کرے۔ اور ان اسرار کو ایسے لوگوں سے بیان نہ کرو جو انکو سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جاہل لوگ متنفر اور تمسخر کرینگے اور تیرا انکار کرینگے یہ لوگ بمنزلہ اطفال کے ہیں آپ نے سمجھنا چاہئے۔ ماہران فنون ذوق محبت میخانہ عشق و معرفت کے خم کے خم پی جاتے ہیں اور مستی کے آثار ظاہر نہیں کرتے۔

(۲) ترجمہ۔ عشق کی ناموس اور عاشق کی [illegible] جوان کی عیب جوئی اور بوڑھے کو سرزنش کرتے ہیں

یہ شعر پچھلے شعر سے قطعہ بند ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جاہل اور ظاہر دار لوگ تیری مستی پر تمسخر کرینگے عشق کو اور عاشق کو بدنام کرینگے اور جوانوں کی مستی پر عیب جوئی اور بوڑھوں کی مستی پر سرزنش کرینگے اسلئے بہتر ہے کہ ایسے لوگوں سے مستی کا اظہار ہی نہ کیا جائے

(۳) ترجمہ۔ سیاہ دل کے سوا (یا کھوٹا سیاہ سکہ کے سوا) انہیں کچھ حاصل نہ ہوا اور اکسیر ناحق [illegible]

قلب (۱) کھوٹا سکہ (۲) دل۔ باطل۔ جھوٹا کھوٹا۔ ناحق۔ غلط سہو بیفائدہ۔ اکسیر۔ جسکو کہتے ہیں کیمیا۔

مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا اپنے خیال میں جو کچھ کرتے ہیں بہت اچھا کرتے ہیں اور اپنے اعمال کو کیمیا سمجھ کر اپنے وجود کو زر خالص بناتے ہیں مگر انکا یہ خیال باطل ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو سیاہ کر رہے ہیں اور بجائے کیمیا کے سیاہ ناخالص سکہ ان کے ہاتھ آتا ہے۔ قلب اور کیمیا کی رعایت اور صنعت ظاہر۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

خواجہ پندارد کہ طاعت می کند
بے خبر کز معصیت جان می کند

این قیاس خویشتن را درک کن
از قیاس تو شود ریشت کہن

اسی مضمون پر ہے

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے | حاصل خواجہ بجز پندار نیست

قرآن حکیم سورہ نور رکوع (۵) میں انہی باطل خیال لوگوں کا ذکر ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰى إِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا۔ الخ۔ (اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے اعمال سراب کی مانند ہیں جو ہموار میدانوں میں ہو پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے۔ حتی کہ جب اسکے پاس آتا ہے تو کوئی چیز نہیں دیکھتا) اسی قسم کے باطل خیال لوگوں کے متعلق حضرت سید اکبر حسین فرماتے ہیں۔

کسی رگ اتحاد ملت رواں ہو یہ خون دل کی موجیں | ہم اسکو سمجھے ہیں آب ہوائی نیارے جو بکھری ہیں

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہمیں ہدایت کی جاتی ہے کہ اسرار معرفت و مستی عشق کو پوشیدہ رکھو۔ مگر یہ بات مشکل ہے راز عشق کا پوشیدہ رکھنا۔ یہ شعر اس غزل کے شعر اول و دوم کا جواب ہے۔

(۵) ترجمہ۔ پیر مغان کو تشویش ہوتی ہے۔ ان سالکوں کو دیکھ کر جو پیر کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

صید مند باز۔ باز دادن۔ واپس دینا۔ پھیر دینا۔ لوٹا دینا۔ یا باز زائد برائے تحسین کلام و ضرورت شعری۔ پہلی مصرعہ کی نثر یہ ہے۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ باعث تشویش ہوتے ہیں اس کے اوقات گرامی کی قدر و قیمت کو نہیں جانتے۔ جب ہی اسکو تشویش ہوتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ دلوں کی سو ملک ایک نظر سے خرید سکتے ہیں۔ حسین اس معاملہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ حسین صرف ایک نظر ملکیم نظر کے عوض کئی دلوں کی مملکت خرید سکتے ہیں اگر وہ یہ سودا نہ کریں تو ان کی کوتاہی سمجھو اسی خرید و فروخت کے متعلق مولانا غنیمت فرماتے ہیں۔

بگفتا قیمتش گفتم نگاہے | بگفتا کمترک گفتم کہ گاہے۔

مغرور۔ غرور بمعنی فریب دینا۔ دھوکا دینا۔ فریفتہ کرنا۔ مغرور وہ شخص جسے دھوکا دیا گیا ہو۔ فریفتہ۔ فریب خوردہ (مجازاً متکبر) مطلب یہ ہے کہ ہمکو درون پردہ کا راز معلوم نہیں اور صرف دروازہ کے باہر کھڑے ہیں۔ اس حالت میں بھی

ہم پر کتنے فریب و فسوں ہو رہے ہیں اور ہم اسقدر دبے ہوئے ہیں خدا جانے درون پردہ کیا کیفیت ہوگی دیکھو شعر ۲۱ ـ الف ۲

(۸) ترجمہ ـ لیکن وہ اپنی جد و جہد سے معشوق کا وصل حاصل کیا وہ بھی فریق والی تقدیر کے حوالے کرتے ہیں ـ

اس شعر میں خواجہ صاحب نے مسئلہ جبر و اختیار کیطرف اشارہ فرمایا ہے اور دونوں فریق کا دستور العمل بیان کیا ہے اس مسئلہ پر مفصل بحث کیلئے دیکھو شعر الف ۲ ـ خواجہ صاحب کا اپنا عقیدہ بین الامرین ہے ـ دیکھو شعر ۵/۲ ـ

(۹) ترجمہ ـ زمانہ کے استحکام پر نظر نہ رکھ کیونکہ یہ ایسا کارخانہ ہے جسمیں تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں ـ

فی الجملہ ـ یعنی من وجہ ـ اندک ـ تھوڑا ـ حاصل سخن ـ مجمل کلام

مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائدار ہے اسمیں ہمیشہ انقلابات ہوتے رہتے ہیں ـ اس پر مطلق اعتبار نہ چاہئے ـ قرآن شریف سورہ مریم میں ہے وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا اور بہت ہلاک کیے ہیں ہم نے ان سے پہلے انسانوں کی طبقے جو باعتبار مال و متاع اور منظر کے ان سے بہتر تھے)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ـ

دوام پرورش اندر کنار مادر دہر مباش غرہ و غافل چو عیش سرور عیش		طمع مکن کہ ز دوران مہربانی نیست کہ در طبیعت این گرگ گلہ بانی نیست

(۱۰) ترجمہ ـ شراب پی کر شیخ ـ حافظ ـ مفتی اور محتسب ـ اگر تو نظر غور دیکھے تو سب مکر و فریب کرتے ہیں ـ

مطلب یہ ہے کہ شیخ و حافظ (خواجہ حافظ یا دیگر حافظ قرآن) مفتی اور محتسب جو بظاہر پارسا اور پابند قیود شرعی ہیں وہ فی الحقیقت سب کے سب ریاکار ہیں اور بظاہر شراب نوشی بیشک مے نوشی کرنا یقیناً گناہ ہے لیکن ریاکاری اس سے بھی بڑا گناہ ہے غرض یہ ہے کہ مے خواری سے ریاکاری بدرجہا بری ہے خواجہ صاحب کے تمام کلام اور سارے دیوان کا لب لباب یہ ہے کہ ریاکاری سب گناہوں سے بدتر گناہ ہے

غزل (۵۲)

در نظر بازی ما بیخبران حیرانند	۱	من چنینم کہ نمودم دگر ایشان دانند
عاقلان نقطۂ پرگار وجودند ولی	۲	عشق داند کہ دریں دائرہ سرگردانند
وصف رخسارۂ خورشید ز خفاش مپرس	۳	کہ دریں آینہ صاحب نظران حیرانند
گر شوند آگہ از اندیشۂ ما مغبچگان	۴	بعد ازیں خرقۂ صوفی بگرو نستانند
لاف عشق و گلہ از یار زہی لاف خلاف	۵	عشقبازان چنیں مستحق ہجرانند

جلوہ گاہ رخ او دیدہ من تنہا نیست	۶	ماہ و خورشید ہمین آئینہ میگردانند
مگرم چشم سیاہ تو بیاموزد کار	۷	ورنہ مستوری و مستی ہمہ کس نتوانند
مفلسانیم و ہوای می و مطرب داریم	۸	آہ اگر خرقۂ پشمین بگرو نستانند
گر بہ نزہتگہ ارواح برد بوی تو باد	۹	عقل و جان گوہر ہستی بہ نثار افشانند

(۱۰) زاہد ار رندی حافظ نکند فہم چہ باک (۱۰)
دیو بگریزد ازان قوم کہ قرآن خوانند

[illegible]

نظر بازی ۔ دید بازی ۔ دیدار بازی ۔ صرف دیدار کا لطف اٹھانا ۔ شاہد پرستی ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہماری شاہد پرستی پہ حیران ہوتے ہیں اور ہماری نظر بازی کی حقیقت سے آشنا نہیں تعجب میں ہیں کہ ہماری نظر بازی کی کیا کیفیت ہے ۔ [illegible] کا نہیں ہمارا ظاہر باطن ایک سا ہے ہم ایسے ہی ہیں جیسے ہم نظر آتے ہیں کوئی خاص حقیقت پوشیدہ اور مخفی نہیں جس کو وہ نہ سمجھ سکیں ۔ ہم نظر باز نظر آتے ہیں اور نظر باز ہیں ۔ باقی یہ لوگ خود جانیں کہ وہ خود کیسے ہیں آیا ظاہر باطن ایک جیسے ہیں یا نہیں ۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ ہم کو کیا سمجھتے ہیں ۔ خواجہ صاحب نے یہاں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ہم تو کچھ ہیں نظر آتے ہیں ۔ مگر یہ معترض اور ظاہر دار زاہد جو ہم پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہ اصل میں خود بھی شاہد پرست اور نظر باز ہیں ۔ البتہ ریا کاری کی وجہ سے اپنی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے ۔

[illegible]

[illegible] احباب بھی وہاں [illegible] عمر خیام کو مندرجہ ذیل [illegible] خوش الحانی سے گا کر سنائی شیخ صاحب پر [illegible] حالت وجد [illegible]

	[illegible]	[illegible]	
	[illegible]	[illegible]	

[illegible]

ہو سکے۔ جزو لا یتجزیٰ اور جوہر فرد بھی کہتے ہیں۔ منتہائے خط جس کا عرض و طول نہ ہو۔
صوفیائے کرام کے نزدیک صرف ذات حق کو موجود کہتے ہیں انسانی وجود اور ہستی صرف ایک موہوم نقطہ ہے جو گردش کر کے مختلف صورتیں پیدا کرتا ہے۔ شیخ نجم الدین محمود التبریزی الجستری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ہمہ از وہم تست این صورت غیر
کہ نقطہ دائر است از سرعت سیر

مثلاً ایک تاگے کے سرے پر کوئی چیز باندھ کر اسے آگ لگا دیں اور دوسرے سرے کو پکڑ کر زور سے اسکو ایک دائرہ میں گردش دیں تو وہ روشنی کا نقطہ سرعت سیر سے روشنی کا دائرہ بن جائے گا۔ حالانکہ حقیقت میں روشنی کے دائرہ کا کوئی وجود نہیں صرف ایک نقطہ ہے جو گردش میں آکر ہمکو ایک دائرہ نظر آتا ہے۔ علم ہندسہ میں دائرہ کا محیط بھی اسی طرح نقطہ کی سرعت سیر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

یکے خط است ز اول تا بآخر
برو خلق جہاں گشتہ مسافر

اصول تصوف کے مطابق انسانی ہستی اور تمام موجودات کی ہستی کی بھی مثال ہے یہ ایک نقطہ موہوم ہے جو ایک حقیقت میں گردش کرتا ہے۔ اور صورتیں پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ اسکا وجود بالکل موہوم ہے۔ اور اسکی پیدا کی ہوئی صورتیں بھی اسی طرح موہوم وجود رکھتی ہیں۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ عقل کے نزدیک انسانی وجود کی پرکار کا نقطہ مرکز ہے گویا موجود ہے مگر عشق جانتا ہے کہ انسانی [illegible] اس موہوم نقطہ کی گردش کی تصویریں ہیں جو دائرہ کے محیط پر سرگرداں ہے۔ یعنی موجود نہیں بلکہ موہوم صورتیں ہیں فلسفہ انسان کو ہر چند موجود ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ مگر عارفان اسرار الٰہی جانتے ہیں کہ موجود صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ باقی تمام کائنات نقطہ موہوم کی گردش کی تصویریں ہیں۔ اور آفتاب حقیقت کے انوار کی تجلیات ہیں۔ بذات خود کچھ چیز نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ خورشید کے رخسار کی تعریف چمگادڑ سے نہ پوچھ۔ کیونکہ اس آئینہ میں صاحب نظر لوگ بھی حیران ہیں۔

خفاش پرستش پرہ۔ شپرک۔ چمگادڑ

چمگادڑ دن کے وقت باہر نہیں نکلتی اور آفتاب کی روشنی کی تاب نہ لا کر دن بھر چھپی رہتی ہے صرف رات کے وقت باہر نکل کر اڑتی ہے۔ اسی لئے شپرہ۔ شب پرہ کہتے ہیں۔ کوتاہ نظر لوگ حقائق و معارف سے ناآشنا ہیں۔ وہ آفتاب حقیقت کی ہستی اور اسکی انوار کی تجلیات سے واقف نہیں بلکہ بڑے بڑے اہل نظر عارف بھی ان حقائق کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔ سورج کی طرف آنکھوں والے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ چمگادڑ کیا دیکھیگی۔

(۴) ترجمہ۔ اگر شیخ ہمارے خیال سے واقف ہو جائیں۔ تو اسکے بعد صوفی کا خرقہ گرو نہیں لینگے

صوفی سے مراد یہاں اہل ظاہر ہے۔ جو بظاہر پرہیزگار ہیں۔ مگر چھپ کر اپنے خرقہ کو بھی رہن رکھ دیتے ہیں۔ یعنی خرقہ رہن رکھکر شراب خریدتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ساقی ہمارے ذوق و شوق اور اخلاص سے آگاہ ہو جائے تو خرقہ رہن۔ گرو کا کار

زاہد کو پھر تمسخر سے کہہ دو۔ یا یہ سمجھو کہ زاہد جو خرقہ فروشی کر رہے ہیں اور اپنی عبادت کے بدلے خدائے کریم سے انعام و اکرام کی امید رکھتے ہیں۔ وہ عاشقانِ صادق کے اخلاص کے مقابلہ میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکینگے انکے زاہد اور خرقہ کی اس دربار میں کچھ قیمت نہیں۔ بعض شارحین نے اس شعر کی اس طرح تشریح کی ہے۔ کہ اگر میفروش ہماری (یعنی ہم صوفیانِ ظاہر پرست کی) [illegible] نگاہ ہو جائیں۔ تو پھر کچھ قدر ہیں لیکن شراب نہ دیں۔ واللہ اعلم

(۵) ترجمہ۔ [illegible] معشوق سے گلہ و شکوہ کرنا بیجا لاف زنی ہے اس قسم کے عاشق ہجر کے سزاوار ہیں۔ [illegible] عشق کے خلاف ہے۔ اور ایسے لوگوں کی [illegible] بیہودہ اور باطل ہے [illegible] نہیں کر سکتے کیونکہ منازلِ عشق کے مصائب کو برداشت کئے بغیر اور رضائے پر سر تسلیم خم کئے بغیر منزلِ مقصود پہنچنا محال ہے۔ دیکھو شعر د ۱۸۷

(۶) ترجمہ۔ اسکے چہرہ کی جلوہ گاہ صرف میری آنکھ ہی نہیں بلکہ چاند اور سورج بھی یہی آئینہ پھرا رہے ہیں۔

جسطرح آنکھ [illegible] محبوب کی جلوہ گاہ ہے یعنی جسطرح آئینہ چشم میں محبوبِ مطلق کا جلوہ ہے اسی طرح چشمِ آفتاب و ماہتاب میں بھی اسکا عکس ہے۔ چاند اور سورج جو اپنے آئینہ کو دائرہ کائنات میں گردش دے رہے ہیں وہ بھی جلوہ محبوب کو گویا اپنے آئینہ میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شے میں ہی جلوہ محبوبِ مطلق کا دلدادہ ہے نیز آفتاب اور جملہ کائنات اسی کی عشق میں سرگرداں ہیں۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر [illegible]

(۷) ترجمہ۔ ہاں تیری سیاہ آنکھ مجھے سکھلا دے (تو ہو سکتا ہے) ورنہ مستوری اور مستی ہر ایک شخص نہیں کر سکتا مگر ہم [illegible] لفظ مگر مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ماسوا بجز۔ ماورا۔ الا۔ لیکن۔ شاید۔ ہاں البتہ بیشک ضرور۔ مطلب یہ ہے کہ مستوری اور مستی ایکدوسرے کی ضدین ہیں اسلئے یہ ممکن نہیں کہ انسان مستور بھی ہو اور مست بھی کیونکہ اجتماعِ ضدین محال ہے البتہ تیری سیاہ آنکھ مست بھی ہے اور مستور بھی۔ معشوق کی آنکھوں کی مستی مشہور۔ مستور اسلئے کہ آنکھ اول تو پردہ [illegible] معشوق کی آنکھ میں حیا اور حجاب بھی ہوتا ہے یعنی خلاف قاعدہ کے معشوق کی آنکھ مستور بھی ہے اور مست بھی۔ اسلئے اگر وہ مجھے [illegible] مستی کی تعلیم دے تو میں بھی مست اور مستور ہو سکتا ہوں ورنہ اجتماعِ ضدین ممکن نہیں۔ خواجہ صاحب مستی اور مستوری کی اسلئے خواہش کرتے ہیں۔ کہ وہ مست [illegible] اور ان پر کسی کو مستی کا گمان بھی نہ ہو۔ اسی فن میں خواجہ صاحب شعر د ۲۶ میں محتسب کو بھی استاد تسلیم کر چکے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ ہم مفلس ہیں اور شراب و مطرب [illegible] افسوس [illegible] شمیں کو گرو نہ لیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہم مفلس اور [illegible] شراب کے خرید [illegible] نہیں۔ [illegible] ہے۔ اگر میفروش [illegible] لیکر

ہمیں شراب دیدیں۔ تو اچھا ہے۔ ورنہ ہماری آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کنایۃً اس شعر میں ان ظاہر دار زاہدوں پر بھی حملہ ہے۔ جو زہد فروشی کرتے ہیں۔ اور می نوشی سے حقیقی معانی کے شائق یہ سمجھ لیں کہ ہمیں وصال محبوب کی آرزو ہے اور مراتب عالیہ کا اشتیاق۔ مگر ہمارے اعمال کا سرمایہ بہت کم ہے صرف ظاہری زہد ہے اگر اس کی بنا پر کچھ مل جائے تو خوش قسمت ورنہ کچھ ملتا نظر نہیں آتا۔

(۹) ترجمہ۔ اگر روحوں کی نزہتگاہ میں تیری خوشبو پہنچ جائے تو عقل اور جان اپنی ہستی کے گوہر کو قربان کر دینگے۔

نزہتگاہ۔ نزہت بمعنی پاکیزگی۔ نکوئی۔ خوشحالی۔ تازگی۔ سیر۔ بے عیبی۔ نزہتگاہ یا نزہتکدہ۔ پاکیزہ جگہ۔ سرسبز اور تازہ مقام۔ نزہتگاہ ارواح یعنی عالم ارواح۔ فرشتوں کا عالم۔ عالم امر۔ یا برزخ)

مطلب یہ کہ تیری خوشبو صرف عالم سفلی میں ہی فرحت بخش نہیں۔ بلکہ عالم ارواح میں بھی اگر تیری خوشبو پہنچ جائے تو روح و جان اور عقل و دانش سب تجھ پر قربان ہو جائیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ زاہد اگر رندی کو نہ سمجھے تو کیا ڈر ہے۔ شیطان اس قوم سے جو قرآن خوان ہیں بھاگتا ہے۔

خواجہ صاحب نے جس کیفیت کا نام رندی رکھا ہوا ہے اسکی حقیقت پہلے بھی کئی جگہ واضح ہو چکی ہے اب اس شعر میں واضح تر ہو گئی ہے۔ زہد خشک اور زہد ریا آمیز کے مقابلہ میں عشق الٰہی کا نام رندی ہے۔ خواجہ صاحب حافظ قرآن تھے ہفتہ میں ایکدفعہ قرآن شریف کو الحمد سے لیکر والناس تک پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ اگر ریاکار زاہد میری حقیقت کو نہ سمجھیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ قرآن پڑھنے والے لوگوں سے شیطان ہمیشہ بھاگتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ مسلمان قرآن شریف پڑھتے وقت بسم اللہ سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے ہیں کیونکہ قرآن شریف سورہ النحل رکوع ۱۳ میں حکم ہے کہ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (جب تو قرآن پڑھے [illegible]) پس قرآن خوان جسوقت قرآن شریف پڑھنا شروع کرتا ہے اور اعوذ باللہ پڑھتا ہے۔ تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔

گر بنیاد کیوں ہو جو اغیار میری آہ کو سن کر
شیطان نکلتے ہیں نعرۂ اللہ اکبر سے (امیر مینائی)

غزل (۵۳)

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۱ وندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعہ پرتو ذاتم کردند ۲ بادہ از جام تجلی صفاتم دادند
چہ مبارک سحری بود و چہ فرخندہ شبی ۳ آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند

چوں من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم	۴	خبر از واقعهٔ لات و مناتم دادند
من اگر کامروا گشتم و خوشدل چہ عجب	۵	مستحق بودم و اینہا بزکاتم دادند
بعد ازیں روی من و آئینہ حسن نگار	۶	کہ درانجا خبر از جلوهٔ ذاتم دادند
ہاتف آں روز بمن مژدهٔ ایں دولت داد	۷	کہ بیازار غمت صبر و ثباتم دادند
ایں ہمہ شہد و شکر کز سخنم می ریزد	۸	اجر صبریست کزاں شاخ نباتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں	۹	خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند
بحیات ابد آں روز رسانید مرا	۱۰	خط آزادگی از حسن مماتم دادند
عاشق آں دم کہ بدام سر زلف تو فتاد	۱۱	گفت کز بند غم و غصہ نجاتم دادند
شکر شکرانہ بیفشاں اے دل	۱۲	کہ نگار خوش شیریں حرکاتم دادند

(۱۳) ہمت حافظ و انفاس سحرخیزاں بود
کہ ز بند غم ایام نجاتم دادند (۱۳)

یہ غزل خواجہ صاحب کی مشہور تصنیف ہے — مضمون مسلسل ہے اور اسکی ... معلوم ہوتا ہے — کسی خاص واقعہ پر لکھی گئی ہے۔ تصوف میں نہایت اعلیٰ پایہ کی غزل ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص گنجینہ اسرار کی دستیاب ہونے پر خواجہ حافظ نے یہ شعر لکھے۔ بعض کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ شرح صدر حاصل ہونے کی وقت یہ اشعار لکھے گئے ہیں۔

روایت ہے کہ خواجہ صاحب ... خواجہ خضر علیہ السلام انہیں ملے اور ان پر علوم و فنون اور فن شاعری کے دروازے کھولدئے گئے۔ اس واقعہ پر خواجہ صاحب نے یہ غزل لکھی۔ اسکے متعلق تفصیلی حالات کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۷ مقدمہ سوانح عمری۔ خواجہ صاحب کی اس غزل پر نعمت خان عالی نے بھی ایک غزل لکھی ہے جسکا ایک شعر یہ ہے۔

چوں دل از کار شد از نام شدم شیریں کام	آخر ایں رشتہ شکستند و نباتم دادند

غزل ہذا کی اشعار نمبر (۴) و (۱۰) و (۱۱) ایک قلمی دیوان میں جو سنہ [illegible] ھ کا لکھا ہوا ہے۔ نہیں ہیں۔ ممکن ہے الحاقی ہوں یا مشکوک نظر آتے ہیں۔

(۱) ترجمہ — کل سحر کے وقت مجھے غصہ سے نجات دی اور اس رات کی تاریکی میں مجھے آب حیات دیا۔

دادند — کا فاعل محبوب بصیغہ جمع — یا عاملان قضا و قدر — غصہ سے مراد یہاں طبیعت کی پژمردگی ہے کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب ... کا خیال ابتدا میں مقبول خاطر ہوتی نہیں جس سے وہ ہمیشہ آشفتہ رہتے تھے۔ خواجہ خضر نے ان پر آخر کار شعر و سخن

کا دروازہ کھول دیا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مجھے مشاہدۂ محبوب سے مایوسی تھی اور طبیعت کو تشنگی تھی اب محبوب نے میرے سینہ کو اسرارِ معرفت سے پُر کر دیا ہے۔ آبِ حیات ظلمات میں ہے اسلئے ظلمتِ شب آبِ حیات کی رعایت ظاہر۔ وقتِ سحر کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اسلئے وقتِ سحر غصہ سے نجات ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ مجھے اپنی ذات کے پرتو کی روشنی سے بیخود کر دیا۔ اور صفات کی تجلّی کے جام سے مجھے شراب دی۔

شعشعہ (۱) روشنی آفتاب (۲) شراب میں پانی ملانا اسی شراب۔ ایک علیحدہ سے لکھنا غلطی ہے۔ **تجلی** آشکارا ہونا روشن کرنا۔ آشکارا کرنا۔ نورِ الٰہی کا وہ غلبہ جس سے موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر بیہوش ہو گئے تھے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے پرتوِ ذات کی روشنی دکھائی گئی اور تجلی صفات کا جام پلایا گیا۔ چونکہ یہاں خواجہ صاحب نے مشاہدۂ ذات و صفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسلئے مشاہدۂ حق کی ان دو مختلف انواع کی متعلق اجمالاً کچھ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ روئتِ حق دو قسم کی ہے (۱) روئتِ مطلق یعنی روئتِ ذات اور (۲) روئتِ مقید یعنی روئت بذریعہ صفات و تعینات و مرأت وغیرہ روئتِ مطلق کے متعلق تمام بزرگوں کا خیال ہے کہ دنیا میں ناممکن ہے۔ باوجود ہستی خودی کے دیدارِ خدا محال ہے۔ اسلئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے سوال "رب ارنی" کے جواب میں ارشاد "لن ترانی" ہوا۔

میں نے ارنی کہا تو یوں بولا	جب تلک تو ہے لن ترانی ہے

روئت بذریعہ مرأت یعنی معرفتِ صفات ممکن ہے اور علیٰ قدرِ مراتبہم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

یہاں خواجہ صاحب نے روئتِ ذات کی خوشخبری بھی سنائی ہے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ مولانا بحر العلوم شرح مثنوی مولانا روم میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کے بیان کی تعبیر اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ عارفِ کامل کو ماہیات اور ان کے اسرار کا علم ذوقی ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو حقیقتِ الوہیت سے متصف پاتے ہیں اور اپنے وجود کو عینِ ذات دیکھتے ہیں جو صفاتِ الٰہیہ سے متصف یعنی اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہے۔ پس ان کو حقیقتِ الٰہیہ کا ذوق ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ ذات و صفات الٰہیہ کے ذائق ہو جاتے ہیں۔ مگر حقیقتِ الٰہیہ کا یہ علمِ ذوقی بدرجہ کمال حاصل نہیں ہوتا۔ مولانا روم کے جن اشعار کی شرح میں مولوی بحر العلوم نے یہ رائے دی ہے۔ یہ ہیں۔

زانکہ ماہیات و سرِّ سرِّ آن	پیش چشم کاملان باشد عیاں
در وجود از سرِ حق و ذاتِ او	دور تر از وہم استبصار کو۔
چونکہ او مخفی نماند از محرماں	ذات و وصفی چیست کان ماند نہاں

مندرجہ ذیل شعر میں بھی مشاہدۂ ذات کی طرف اشارہ ہے۔

امروز چون جمال تو بے پردہ ظاہر است
در حیرتم کہ وعدہ فردا برای چیست

مشاہدۂ ذات قیامت کو ممکن ہوگا شاعر کہتا ہے - کہ یہاں ہی مشاہدۂ محبوب حاصل ہے تو وعدہ فردا کیا معنی ہے گویا مشاہدہ ذات کو دنیا میں ممکن کہا ہے - حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر فرمایا کرتے تھے - لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا - یعنی اگر پردہ اٹھالیا جائے - تو میرے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی مطلب یہ ہے کہ میرا یقین اب بھی ایسا ہی ہے جیسا کشف الغطا کے وقت ہوگا - پس اس قسم کے تمام اقوال و اشعار سے یہی تعبیر کرنی چاہئے جو مولانا بحر العلوم نے کی ہے -

خواجہ صاحب نے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے - یہ غزل کسی ایسے وقت لکھی ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے انکے سینہ کو اسرار معرفت سے پر کردیا تھا - اسلئے کہتے ہیں کہ مجھے پرتو ذات کا نور نظر آیا - اور میں بیہوش ہوگیا - جس طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ بیہوش ہو کر گر گئے تھے - وخر موسیٰ صعقا " مگر ظاہر ہے کہ یہ جلوہ نمائی بھی پردہ کے اندر تھی - اگر جلوہ بے نقاب ہوتا تو بیہوشی کیا خود ہستی - اپنی ہستی سے ہاتھ دھو بیٹھتے

کلیم شکر کرو حشر تک نہ ہوش آتا
ہوئی ہے خیر کہ وہ تجلی نہ بے نقاب تھا

خواجہ صاحب نے جس مشاہدۂ ذات کا ذکر کیا ہے وہ بھی جلوۂ درون پردہ تھا -

دوسرے مصرعہ میں خواجہ حافظ نے تجلی صفات کے جام سے شراب پینے کا ذکر فرمایا ہے تجلی صفات ممکن ہے اور کسی تعبیر کی ضرورت نہیں - واللہ اعلم

(۳) **ترجمہ** - وہ کیسی مبارک سحر تھی اور کیسی مبارک رات تھی - وہ شب قدر جبکہ مجھے یہ برات دیگئی -

شب قدر اور **برات** کیلئے دیکھو شعر ۲ - مطلب یہ ہے کہ وہ رات بہت مبارک تھی اور بمنزلہ شبقدر تھی کیونکہ میرا سینہ پرتو ذات اور تجلی صفات کے انوار سے روشن ہوا -

(۴) **ترجمہ** - جب میں اسکے رخسارہ کے عشق میں بیخود اور حیران ہوا - تو انہوں نے مجھے واقعہ لات و منات کی خبر دی

لات - ملک عرب میں ایک مشہور بت کا نام - شعیب علیہ السلام کی قوم اسکی پرستش کرتی تھی زمانہ جاہلیت تک اسکی پرستش جاری رہی - **منات** - ملک عرب میں ایک مشہور بت کا نام جسکی پرستش قبیلہ ہذیل و خزاعہ (قبائل عرب) کرتے تھے

خواجہ صاحب نے اس غزل میں معراج کا نقشہ کھینچا ہے - خواہ اسے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معراج سمجھیے یا خود خواجہ صاحب کے شرح صدر کی کیفیت - شب معراج [illegible] قرآن شریف سورہ نجم میں ہے - لقد رای من ایٰت ربہ الکبریٰ افرءیتم اللت والعزیٰ ومنٰوۃ الثالثۃ الاخریٰ - یعنی شب معراج میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پروردگار کی قدرت کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں - مجھے بتاؤ کہ لات و عزیٰ اور منات یہ کر سکتے ہیں جو خدا نے کیا

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جو کچھ دکھایا کیا لات و منات دکھا سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنے چہرہ کے عشق میں بیخود کردیا تو مجھے لات و منات کی بات یاد دلائی۔ کہ جو کچھ تو نے عشقِ الٰہی میں حاصل کیا کیا وہ لات و منات یا بتانِ مجازی کے عشق میں حاصل ہو سکتا ہے۔

(۵) **ترجمہ**۔ میں اگر کامیاب اور خوشدل ہوگیا۔ تو کیا عجب ہے میں مستحق تھا اور یہ چیزیں مجھے زکات میں دی گئیں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ اگر محبوب نے مجھے کامیابی اور خوشدلی عطا کی ہے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں اسکے خزانہ میں یہ چیزیں بکثرت موجود ہیں۔ مجھے بطور زکوٰۃ کے ملی ہیں۔ کیونکہ میں مستحق ہوں۔ یعنی مسکین ہوں۔ مالِ زکوٰۃ جائز طور پر مجھ پر صرف ہو سکتا ہے

(۶) **ترجمہ**۔ اسکے بعد میرا چہرہ ہوگا اور معشوق کے حسن کا آئینہ۔ کیونکہ اس جگہ مجھے جلوۂ ذات کی خبر دیگئی۔

ایک قلمی دیوان میں بجائے لفظ "حسنِ نگار" کے مہر جمال ہے اور ایک نسخہ "چہرہ یار" بھی ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ اس کے بعد میں ہمیشہ آئینہ رخ یار کے دیکھنے میں مشغول رہونگا۔ کیونکہ اس آئینہ میں جلوۂ ذات دکھایا گیا ہے۔ یعنی (۱) معشوقِ ظاہری کے آئینہ رو میں مجھے ذاتِ محبوبِ حقیقی کا جلوہ نظر آیا ہے۔ بمجولے "ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ" خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اسلئے میں ہمیشہ اس کے آئینہ رو کو دیکھتا رہونگا (۲) آئینہ حسنِ محبوب میں ہمیشہ میں اپنے چہرہ کو دیکھتا رہونگا۔ یعنی تجلیاتِ حسنِ مطلق کی روشنی میں معرفتِ نفس میں مصروف ہونگا۔ کیونکہ بمجولے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" جس نے اپنے تئیں پہچان لیا۔ خدا کو پہچان لیا) میں معرفتِ نفس سے معرفتِ حق کو حاصل کرلونگا۔

(۷) **ترجمہ**۔ ہاتف نے اس روز مجھے اس دولت کی خوشخبری دی (جس دن) تیرے عشق کے بازار میں مجھے صبر و ثبات دیا گیا۔

ہاتف۔ بکسر تائے فوقانی۔ آواز دینے والا۔ وہ فرشتہ جو عالمِ غیب سے آواز دیتا ہے۔ اسم فاعل از ہتف بمعنی آواز دینا یعنی جسدن سے میں نے تمہارے عشق میں صبر و استحکام اختیار کیا ہے۔ اس روز سے مجھے ہاتفِ غیبی نے یہ امید افزا خوشخبری دی ہے۔ کہ آخر کار اس صبر کے عوض میں تجھے وصالِ محبوب حاصل ہوگا۔ چنانچہ اسی صبر و استحکام کی برکت سے مجھے مشاہدہ معشوق نصیب ہوا۔

(۸) **ترجمہ**۔ یہ تمام شہد و شکر جو میرے کلام سے ٹپکتا ہے۔ اس صبر کا اجر ہے۔ جو اس شاخِ نبات سے مجھے دیا گیا۔

شاخِ نبات۔ کوزہ ہائے نبات میں تاگے پر شاخ کی طرح جو مصری بندھی ہوتی ہے۔ مصری کے کوزے کی وہ لکڑی یا تاگا جو کوزہ بنانے کیلئے اسکے آبخورے میں لگا دیتے ہیں اس تاگے یا لکڑی پر مصری اسطرح نظر آتی ہے گویا مصری کی ایک شاخ ہے۔ بقول عوام خواجہ صاحب کی معشوقہ کا نام۔ خواجہ حافظ اپنی شعر میں تخلص کی وجہ سے اپنی قلم کو شاخِ نبات کہتے ہیں۔ جس سے تحریر کیوقت قند و نبات ٹپکتی ہیں۔ خواجہ صاحب نے جابجا اپنی قلم کو شاخ نبات کہا ہے۔ چنانچہ دیکھو شعر [illegible] غزل [illegible] اور شعر [illegible] غزل [illegible]۔ عوام الناس نے شاخ نبات کو خواجہ صاحب کی معشوقہ کا نام بنا لیا۔ اور اس کی کئی عجیب و غریب روایتیں گھڑ لیں دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۳۔۴۴ سوانح عمری

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میری شیریں کلامی صبر کا اجر ہے جو مجھے بذریعہ میرے قلم کے عطا ہوا یا صبر کا اجر ہے جسکے ذریعہ مجھے شاخ نبات جیسا قلم عطا ہوا۔

(۹) ترجمہ۔ پیر مغان کی بندگی عجیب کیمیا ہے۔ میں اسکی خاک بنا اور مجھے اتنے درجے دئے گئے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ یہ مدارج معرفت مجھے پیر مغان کی بندگی سے نصیب ہوئے اور اسکے دروازے کی خاک ہونیسے مجھ پر رفعت حاصل ہوئی۔

دیکھو شعر د ۱۲/۱ الف۔

(۱۰) ترجمہ۔ مجھے اس روز حیات ابدی پر پہنچا دیا اور موت کے قلعہ سے آزادگی کا پروانہ عطا کیا۔

یعنی موت سے آزاد کرکے حیات ابدی عطا کی۔ میں نے فنا فی المعشوق ہو کر بقا باللہ کا درجہ حاصل کیا۔

یہ شعر اکثر دیوانوں میں نہیں ہے مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے۔ حصن مماتم کی جگہ حسن مماتم لکھا ہے۔ ممکن ہے حصن مماتم ہو۔ بعض نسخوں میں حسن بماتم لکھا ہے۔ لفظ حسن کے ساتھ معانی مشکوک ہوتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۱) ترجمہ۔ عاشق جسوقت تیری سر زلف کے جال میں پڑا۔ کہا کہ مجھے غم و غصہ کی قید سے آزادی حاصل ہوئی۔

فی الحقیقت عشق کی قید میں اگر انسان ہے تو باقی تمام قیود سے آزاد ہوجاتا ہے۔ یہ شعر بھی الحاقی معلوم ہوتا ہے کسی دیوان میں نہیں دیکھا گیا

(۱۲) ترجمہ۔ اے دل شکر کی شکر گزاری کر۔ کیونکہ مجھے ایسا شیریں حرکات اور خوش اندام معشوق ملا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ یہ حافظ کی دعا اور سحر خیز لوگوں کے انفاس کی برکت تھی کہ مجھے غم ایام کی قید سے نجات دیگئی۔

انفاس۔ جمع نفس۔ دم۔ ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

همت پیر مغان و نفس رندان بود	که ز بند غم ایام نجاتم دادند

غزل (۵۴)

دوش دیدم که ملائک در میخانه زدند	۱	گل آدم بسرشتند و به پیمانه زدند
ساکنان حرم ستر و عفاف ملکوت	۲	با من راه نشین باده مستانه زدند
شکر ایزد که میان من و او صلح فتاد	۳	حوریان رقص کنان ساغر شکرانه زدند
جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه	۴	چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند
آسمان بار امانت نتوانست کشید	۵	قرعه فال بنام من دیوانه زدند
نقطه عشق دل گوشه نشینان خون کرد	۶	همچو آن خال که بر عارض جانانه زدند
ما بصد خرمن پندار ز ره چون نرویم	۷	چون ره آدم خاکی بیکی دانه زدند

آتش آن نیست کہ بر شعلہ او خندد شمع ۸ آتش آنست کہ بہ خرمن پروانہ زدند

(۹) کس چو حافظ نکشید از رخ اندیشہ نقاب (۹)
تا سر زلف عروسان سخن شانہ زدند

(۱) ترجمہ۔ کل میں نے دیکھا کہ فرشتوں نے شراب خانہ کے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ آدم کی مٹی کو کوٹی گوندا اور پیالہ بنایا

دوش سے مراد ابتدائی آفرینش ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر تیار کیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق قرآن شریف سورہ الحجر میں رب العزت کا ارشاد ہے۔ کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ۔ یعنی ہم نے آدم کو گل خشک از قسم لائے سیاہ بوگرفتہ سے پیدا کیا۔ صاحب تبیان نے لکھا ہے۔ کہ حق سبحانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک سے اسطرح پیدا کیا۔ کہ خاک پر پانی ڈالا۔ اور وہ کیچڑ ہو گئی۔ اور ایک مدت اسی طرح چھوڑا کہ وہ حما یعنی اس لائے سیاہ کی طرح ہو گئی جو تالاب اور نہر کی تہ میں ہوتا ہے۔ اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بنایا گیا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے شرابخانہ کا دروازہ کھولا۔ آدم کی مٹی کو گوندا اور اسکو پیالے کی صورت میں بنایا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جسوقت حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا۔ اسی وقت اسمیں شراب عشق ڈالی گئی۔ گویا ابتدائے آفرینش سے ہی مستی عشق انسان کے حصہ میں آئی۔ انسان کے جسم کو شراب عشق کا ایک پیالہ بنایا گیا۔ جسمیں ہر ایک ظرف کی مقدار کے مطابق شراب ڈالی گئی۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شاہ چوں خود دید جمال صفائے خاک را بر خود عیاں
زاں حق شراب عشق را بر خاک آدم ریختہ

غزالی مشہدی جو دربار اکبر کا ایک ملازم تھا کہتا ہے۔

خاک آں روز کہ مے بیختند
شبنمے از عشق بر و ریختند

اسی مضمون پر ہے۔

ہمہ عالم چو یک خمخانہ اوست
دل ہر ذرہ پیمانہ اوست
یکے خورد ز ساغر از کوزہ پاک
بجرعہ ریختہ در دے در تہ خاک

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق اور مستی ازلی ہے۔ آدم کی سرشت میں داخل ہے اور اسکا خمیر ہی شراب سے تیار کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ۳۔

(۲) ترجمہ۔ عالمِ معنی کی پاکیزگی اور راز کے حرم کے رہنے والوں نے مجھ راہ نشین کے ساتھ شراب مست پی۔

عفاف - بفتح - پارسائی - پرہیزگاری - پاکیزگی - **ملکوت** - بفتحتین - عالم - فرشتگاں - عالمِ معنی - عالم ارواح - عالم غیب مقام عبادت فرشتگان - بعض دیوانوں میں "سر عفاف" کی بجائے "ستر عفاف" ہے۔ اور بعض نسخوں میں "ستر عفاف" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عالمِ فرشتگان جو ستر اور عفاف کا مقام ہے۔ اس کے ساکنوں نے یعنی فرشتوں نے یا عالم غیب کے حرم سر عفاف کے ساکنوں نے یعنی ذات باری تعالیٰ (الصیغہ جمع) نے مجھ راہ نشین سے مل کر شراب پی۔ راہ نشین اسلئے کہا کہ مراد اس سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام عالم بالا میں تھے۔ وہ بمنزلہ ایک راہ نشین کے تھے کیونکہ عالمِ معنی انکا مستقل مسکن نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک مسافر تھے۔ جو عالمِ غیب سے چل کر عالمِ ارضی کی طرف آرہے تھے اور بہشت چندروز کیلئے عالمِ بالا میں رہے۔ گو یا راہ میں بیٹھے تھے مسافر تھے۔ خواجہ صاحب نے اس شعر میں اس مبارک وقت کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام باغ بہشت میں تھے اور فرشتوں کے ساتھ ایک بزم میں عشق الٰہی کے جام پیتے تھے۔ یا روز الست کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ خالق و مخلوق کے درمیان قول و اقرار ہوئے۔

(۳) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے اور اسکے درمیان صلح ہوگئی۔ حوروں نے رقص کرتے ہوئے شکرانہ کی پیالی پی۔

حوریان - مزید علیہ حوراں کا ہے۔ (ی زائد ہے) حور کو حوری بھی کہتے ہیں لفظ حور خود جمع ہے اسلئے حوراں یا حوریاں جمع الجمع ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں شکر ہے کہ میرے اور اس کے درمیان صلح ہوگئی۔ جس صلح کی خوشی میں حوران بہشتی نے بھی شراب کی پیالی اڑائی۔ غزل ہذا کے شعر اول و دوم کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قیاس غالب ہے کہ جس صلح کی طرف خواجہ حافظ نے اشارہ کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ اور حضرت آدم کے درمیان تھی شیطان کے بہکانے پر حضرت آدم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور دانہ گندم کھایا۔ اس پر عتاب الٰہی نازل ہوا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے تائب ہونے پر ان کا قصور معاف کیا گیا۔ سورہ بقرہ میں ہے۔ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے چند کلمات (دعائیہ) سیکھے اور دعا کی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی دعا قبول کرلی۔ کیونکہ خدا توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان ہے۔ شعر کے ظاہری معنی ظاہر ہیں۔ بہرحال عاشق و معشوق کے درمیان صلح ہونے پر خوشی کیگئی۔

(۴) ترجمہ۔ بہتر فرقوں کی جنگ میں سب فرقوں کو معذور سمجھ جب انہوں نے حقیقت نہ دیکھی تو افسانہ کا رستہ لیا۔

ہفتاد و دو ملت - اہل سنت و جماعت کو چھوڑ کر اسلام میں باقی بہتر فرقے ہیں۔ گویا اہل و جماعت کو شامل کر کے کل ہفتاد و سہ فریق ہوتے ہیں۔ دراصل چھ گروہ ہیں۔ ہر گروہ میں بارہ فرقے ہیں۔ اصلی چھ گروہ یہ ہیں (۱) رافضیہ (۲) خارجیہ (۳) جبریہ (۴) قدریہ (۵) جہمیہ (۶) مرجیہ۔ گروہ وار تفصیل حسب ذیل ہے۔

رافضیہ (۱) علویہ - جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی کہتے ہیں (۲) ابدیہ جو حضرت علیؓ کو شریک جانتے ہیں -
(۳) شیعہ کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کو تمام اصحاب سے عزیز تر نہ جانے - کافر ہے - (۴) اسحاقیہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی -
(۵) زیدیہ کہتے ہیں کہ امامت میں نماز سوائے اولاد علی کے دوسرے کو نہ چاہیئے - (۶) عباسیہ - عباس بن عبدالمطلب کے سوا اور
کسی کو امام نہیں مانتے (۷) امامیہ زمین کو امام غیب سے خالی نہیں سمجھتے اور بنی ہاشم کے سوا اور کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے -
(۸) ناوسیہ کہتے ہیں کہ جو اپنے تئیں دوسرے سے افضل کہے - کافر ہے - (۹) متناسخیہ کہتے ہیں - کہ جب جان قالب سے نکلتی ہے
تو دوسرے قالب میں چلی جاتی ہے - (۱۰) لاعنیہ - طلحہ - زبیر اور عائشہؓ پر لعنت کرتے ہیں (۱۱) راجعیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی
دوبارہ دنیا میں آئینگے - (۱۲) مرتضیہ کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ کے سامنے لڑائی میں آنا جائز ہے -

خارجیہ - (۱) ازرقیہ کہتے ہیں کہ کوئی خواب میں کچھ نہیں دیکھتا - کہ سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے - (۲) ریاضیہ کہتے ہیں کہ ایمان
قول صالح - عمل صالح - نیت اور سنت ہے - (۳) ثعلبیہ کہتے ہیں کہ ہمارے کام قدرت و خواہش سے حاصل نہیں ہوتے -
(۴) ازخازمیہ کہتے ہیں - کہ فرضیہ ایمان نہیں پہچانا گیا (۵) خلفیہ کہتے ہیں کہ مقابلہ کفار سے جو دوچند ہوں - بھاگنا کفر ہے -
کوزیہ کہتے ہیں - کہ بدن بہت ملنے کے سوا پاک نہیں ہوتا - (۷) کنزیہ کہتے ہیں - کہ زکوٰۃ دینی فرض نہیں (۸) معتزلیہ کہتے ہیں کہ شر
تقدیر الٰہی سے نہیں - اور امامت فاسق کے ساتھ نماز روا ہے - ایمان آدمی کے کسب سے ہے قرآن شریف مخلوق ہے - مردہ کو دعا
اور صدقہ سے فائدہ نہیں پہنچتا - معراج بیت المقدس سے آگے نہیں ہوا - کتاب و حساب و میزان کوئی نہیں - فرشتے مومنوں سے
افضل ہیں - رویت حق قیامت میں بھی نصیب نہیں ہوگی - کرامت اولیا کچھ نہیں اہل جنت میں سونا اور مرنا ہے - مقتول
اپنی موت نہیں مرتا - علامات قیامت مثلاً دجال وغیرہ کوئی نہیں (۹) میمونیہ کہتے ہیں - کہ ایمان بالغیب باطل ہے -
(۱۰) محکمیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو خلقت سے حکم نہیں (۱۱) سراجیہ کہتے ہیں - کہ پیش رفتگاں کے احوال دلیل نہیں اور ان سے انکار کرنا روا
(۱۲) اخنسیہ کہتے ہیں کہ جزائے عمل اور اجر انسان کو نہیں ملتے -

جبریہ - (۱) مضطریہ کہتے ہیں - کہ خیر و شر سب خدا کی طرف سے ہے اور انسان کا اس میں کچھ اختیار نہیں ہے (۲) افعالیہ کہتے
ہیں - کہ انسان کیلئے فعل ہے لیکن قدرت اور اختیار کے سوا - (۳) معیہ کہتے ہیں کہ بندہ کے لئے فعل و قدرت ہے بغیر خدا تعالیٰ
کے طاقت دینے کے (۴) تارکیہ کہتے ہیں - کہ ایمان کے بعد کوئی چیز فرض نہیں - (۵) بختیہ کہتے کہ ہر ایک شخص اپنا نصیب کھاتا ہے اس لئے
کسی کو کچھ دینے کی ضرورت نہیں (۶) متمنیہ کہتے ہیں کہ خیر وہ ہے - جس سے نفس کو تسلی ہو (۷) کستانیہ کہتے ہیں کہ ثواب عذاب عمل
سے نہیں پڑتے - (۸) حبیبیہ کہتے ہیں کہ دوست اپنے دوست کو کبھی عذاب نہیں دیتا - (۹) خوفیہ کہتے ہیں کہ دوست کبھی دوست سے
نہیں ڈرتا - (۱۰) فکریہ کہتے ہیں - کہ معرفت حق میں فکر کرنا عبادت سے بہتر ہے (۱۱) حسبیہ کہتے ہیں - کہ جہان میں قسمت [illegible]

(۱۲) جبریہ کہتے ہیں — کہ جب تمام کام خدا کے اختیار میں ہیں — تو انسان کی ذمہ داری کی کوئی وجہ نہیں —

قدریہ — جو انسان کو اپنے فعل کا مختار کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان انجام امور میں حقتعالیٰ کی مدد کا محتاج نہیں —

(۱) احدیہ کہتے ہیں کہ صرف فرض کا اقرار ہے سنت سے انکار (۲) ثنویہ کہتے ہیں کہ نیکی یزداں سے ہے بدی شیطان سے (۳) کیسانیہ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں یا نہیں (۴) شیطانیہ کہتے ہیں کہ شیطان کا وجود نہیں (۵) شریکیہ کہتے ہیں کہ ایمان غیر مخلوق کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں — (۶) وہمیہ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال کا بدلہ نہیں — (۷) رویدیہ کہتے ہیں کہ دنیا فانی نہیں (۸) ناکثیہ کہتے ہیں کہ خروج امام پر جائز ہے (۹) متبریہ کہتے ہیں کہ گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی — (۱۰) قاسطیہ کہتے ہیں کہ کسب علم و مال و حکمت و ریاضت فرض ہے — (۱۱) نظامیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو شئی کہنا روا ہے (۱۲) متوقفہ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں شر مقدر ہے یا نہ —

جہمیہ — یہ گروہ اس امر پر متفق ہے کہ ایمان بالقلب ہے نہ بزبان — یہ گروہ عذاب قبر سوال منکر و نکیر — حوض کوثر — ملک الموت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کے ساتھ ہمکلام ہونے سے منکر ہیں — اور ایک دوسرے کی ساتھ اختلاف رائے رکھتے ہیں — (۱) معطلیہ کہتے ہیں — کہ خدا تعالیٰ کے اسماء اور صفات مخلوق ہیں — (۲) متراقصیہ کہتے ہیں کہ قدرت ارادہ و مشیت مخلوق ہیں مگر خلق غیر مخلوق ہے — (۳) متراقبیہ کہتے ہیں حق تعالیٰ مکان میں ہے — (۴) واردیہ کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں جائیگا — پھر باہر نہیں آئیگا — اور مومن کبھی دوزخ میں نہ جائیگا (۵) حرقیہ کہتے ہیں کہ اہل دوزخ ایسے جل جائینگے — کہ انکا کوئی نشان دوزخ میں نہیں رہیگا (۶) مخلوقیہ کہتے ہیں کہ قرآن — توریت — انجیل و زبور مخلوق ہیں (۷) بعیریہ کہتے ہیں — کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرد عاقل و حکیم تھے — مگر رسول نہ تھے (۸) فانیہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فنا ہو جائینگے (۹) نادقیہ کہتے ہیں کہ معراج روحانی تھا — نہ کہ جسمانی — حق تعالیٰ دنیا میں مرئی ہے — عالم کو قدیم کہتے ہیں اور قیامت سے منکر ہیں — (۱۰) لفظیہ کہتے ہیں — کہ قرآن شریف کلام قاری ہے — نہ کہ کلام الٰہی — البتہ معنی قرآن کلام الٰہی ہے (۱۱) قبریہ منکر عذاب قبر ہیں — (۱۲) واقفیہ کہتے ہیں کہ قرآن کی مخلوقیت میں ہمکو توقف ہے —

مرجیہ — اس گروہ کا اس امر پر اتفاق ہے — کہ پیغمبر کار عالم کی انتظام کیلئے خوف و رجا بتاتے ہیں — ورنہ حق تعالیٰ بے نیاز ہے اس بات سے کہ بندوں پہ عذاب کرے (۱) تارکیہ کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایمان کے علاوہ فرض نہیں — (۲) شائیہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہدیا جو چاہے کرے — اسے کچھ عذاب نہیں — (۳) راجیہ کہتے ہیں کہ طاعت سے مقبول اور معصیت سے عاصی نہیں ہوتا — (۴) شاکیہ — اپنے ایمان میں شک رکھتے ہیں — اور کہتے ہیں کہ روح ایمان ہے (۵) نہیہ کہتے ہیں کہ ایمان علم ہے جو شخص جمیع امر و نواہی کو نہ جانے کافر ہے (۶) عملیہ کہتے ہیں — کہ ایمان عمل ہے — (۷) منقوصیہ کہتے ہیں کہ ایمان کبھی زیادہ ہوتا ہے کبھی کم — (۸) مستثنیہ کہتے ہیں — کہ ہم مومن ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ — (۹) اشریہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے (۱۰) [illegible] نہیں

رکھتی۔ (۱۰) مدعیہ کہتے ہیں کہ طاعت امیر واجب ہے۔ خواہ وہ معصیت کا حکم کرے۔ (۱۱) مشبہیہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (۱۲) حشویہ کہتے ہیں کہ واجب سنت اور مستحب تمام ایک ہیں۔

ابوالقاسم رازی نے ان میں سے سات فرقے اور بھی نکالے ہیں (۱) کرامیہ (۲) سمریہ (۳) عالیہ (۴) باطنیہ (۵) اباحیہ (۶) براہمیہ (۷) شعریہ۔ بعض فرقوں کو سوفسطائیہ۔ فلاسفہ۔ سمیہ اور مجوسیہ بھی کہتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ جتنے آدمی ہیں۔ اتنے ہی فرقے ہیں۔ ہر ایک انسان کے خیالات مختلف ہوتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ مختلف مذاہب اور مختلف فرقے اسی واسطے پیدا ہو گئے ہیں کہ جب لوگوں نے حقیقت کو نہ دیکھا۔ تو اپنے بناوٹی رستے اختیار کر لئے۔ اصلی رستہ نہ ملا۔ خود رستے نکال لئے۔

اسرار حقیقت سے خبردار جو ہوتے
ہفتاد و دو ملت میں کبھی جنگ نہ ہوتا

چونکہ اہل سنت و جماعت کا طریق ان بہتر فرقوں سے علیحدہ ہے اسلئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب اہل سنت و جماعت تھے۔ مگر خواجہ صاحب کا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ مختلف مذاہب حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں کسی خاص فرقے کی تردید یا تائید منظور نہیں۔ عام عقیدہ کے مطابق اہل سنت و جماعت کا فرقہ ناجی ہے باقی سب ناری ہیں معلوم نہیں کہ خدا کو کیا منظور ہے۔ خدا ہر ایک شخص پر اپنا فضل کرے۔

ہفتاد و دو فرقے جو کہ عدد سے ہیں
الگ ہے یہ طریق کہ خالی حسد سے ہیں

(۵) ترجمہ۔ آسمان بار امانت کو نہ اٹھا سکا۔ اسلئے قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام پڑا۔

اس شعر میں مندرجہ ذیل آیۂ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (سورہ سبا)

(یعنی ہم نے امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ کہ اسے برداشت کریں اور اس سے ڈرے پھر انسان نے اسے اٹھایا۔ انسان ستمگار اور نادان ہے۔

امانت سے بعض مفسرین نے بار اطاعت و حدود شرعی مراد لی ہے۔ اور اکثر نے امانت سے مراد ادراک و شعور لی ہے۔ یا عشق الٰہی کہا ہے۔ باقی تمام کائنات نے زمین نے آسمانوں نے پہاڑوں نے ادراک و شعور اور تمیز مابین خیر و شر اور عشق الٰہی کے بوجھ کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اپنی ناطاقتی ظاہر کی۔ ضعیف انسان نے یہ بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا منظور کر لیا گویا اپنی نفس پر ظلم کیا۔ اپنی جان پر ستم کیا۔ کہ ایک ایسی امانت کو جسے زمین و آسمان اور پہاڑ نہ اٹھا سکے۔ اس نے منظور کر لیا امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امانت پہاڑوں پر عرض کی گئی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ انسان پر عرض کی گئی وہ معرض حمل میں آیا۔ شیخ جنید۔

قدس سرہ فرماتی ہیں۔ کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی عرض مدنظر تھی نہ بار امانت۔ لذت عرض نے بار امانت کو ہلکا کر دیا۔ اسی لئے لطف ربانی نے زبان عنایت سے فرمایا کہ چونکہ تو نے خوشی سے بار بوجھ اٹھایا۔ اسلئے ہم تجھے تمام مخلوقات سے بالاتر مرتبہ دیتے ہیں۔ تو اس بوجھ کو برداشت کر ہم نگہبانی کرینگے۔

راہ او را بدو توان پیمود
بار او را بدو توان برداشت

بار امانت کے قبول کرنے پر انسان کو ظلوم و جہول کیوں کہا گیا۔ اس پر مختلف مفسرین نے مختلف رائیں دی ہیں۔ (۱) صاحب فتوح الارواح نے لکھا ہے۔ کہ ظلوم و جہول بیان بطریق مدح ہے نہ بطریق ذم۔ آدم نے اپنی ہمت سے اسکو اٹھایا۔ جو فوق الطاقت تھا۔ حکم ہوا کہ تو نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ اتنے بڑے بھاری بوجھ کو اٹھایا۔ جواب دیا کہ میں غیر حق سے جاہل ہوں اسلئے اسکو ظلوم و جہول ہونے کا آوازہ تمام دنیا میں ہو گیا۔ (۲) حضرت سیدنا قاسم انوار قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ظلم و جہل۔ عدل و علم کی ضد ہیں۔ لیکن ایک چیز جب حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ تو اپنی ضد کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب ظلوم و جہول میں صیغہ مبالغہ کا ہے۔ اسلئے چونکہ یہ صفتیں حد سے تجاوز کر گئی ہیں۔ اپنی ضد میں مبدل ہو گئی ہیں۔ یعنی عدل و علم مراد ہے (۳) صاحب العوارف نے لکھا ہے۔ کہ چونکہ انسان بوجہ استیلائے قوت غضبی کے ظالم ہے اور بوجہ غلبۂ قوت شہوی کے جاہل ہے اسلئے ضروری تھا کہ وہ بار امانت کو برداشت کرے۔ یعنی عقل و تمیز کو قبول کرے۔ تاکہ اپنے جہل اور ظلم کو طریقۂ اعتدال پر لائے۔

(۴) تفسیر خواجہ محمد پارسا میں لکھا ہے۔ کہ پہاڑوں اور آسمانوں نے بوجہ عدم استعداد اس بوجھ کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر چونکہ انسان میں استطاعت تھی اس نے خوشی سے قبول کر لیا۔ ظالم وہ اسلئے ہے کہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اپنی ذات کو ہویت مطلقہ میں فنا کر دیتا ہے۔ اور جاہل اسلئے ہے کہ غیر حق کو نہیں جانتا۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے نفی ماسوا کرتا ہے۔ (۵) مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی نے ایک اور ہی پہلو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں

جانتے تھے کہ ہوں ظلوم و جہول
پھر امانت کا سونپنا۔ معقول!

ڈاکٹر اقبال خواجہ محمد پارسا کے ہم خیال ہیں فرماتے ہیں۔

سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں

شعر کا مطلب ہے کہ عشق الٰہی کی امانت کو زمین و آسمان نے قبول نہ کیا۔ آخر بیچارہ ضعیف اور دیوانہ انسان کے حصے میں بوجھ آیا

آں بار کہ از بردن او عرش ابا کرد
با قوت تو حامل آں بار توان بود

انسان نے اس بار کو اپنی قوت کے بھروسہ پر منظور نہیں کیا۔ بلکہ اپنی ہمت عالی کے سہارے پر قبول کیا۔ زہے ہمت! مولف نے کہا ہے

اٹھایا میں نے ہی بار امانت تیرے کہنے پر
نہ تھی تاب تحمل آسمانوں میں زمینوں میں

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

من آن ظلوم وجهولم که هم تو فرمودی
مرا تحمل بارے چگونه دست دهد

چه آید از ضعفا اے کریم واز جهال
که آسمان و زمین بر نتافتند جبال

(۶) ترجمہ۔ نقطۂ عشق نے گوشہ نشینوں کے دل کو خون کر دیا۔ اس خال کی طرح جو معشوق کے رخسار پر لگایا گیا۔

یعنی جسطرح عارض جاناں کے خال نے عاشقوں کے دل کو خون کیا۔ اسی طرح نکتۂ عشق نے انکے دل کو خون کیا۔ خال خلقی یعنی قدرتی تل کو کہتے ہیں۔ گوشہ نشین سے مراد انسان کی وہ حالت جو عاشق ہونے سے پہلے تھی۔ معشوق حقیقی نے اپنے خوبصورت چہرے کا خال دکہا کر انسان کے دل پر نکتۂ عشق لگایا۔ اور اسکے دل کو خون کیا۔ نکتہ اور خال کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ ہم پندار کے سو خرمنوں کے باوجود کس طرح گمراہ نہ ہوں جبکہ خاکی آدم ایک دانہ کیلئے لوٹا گیا۔

پندار۔ تصور، تکبر، خیال۔ حضرت آدم علیہ السلام ایک دانہ گندم کو کہانے پر بہشت سے نکالے گئے۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (یعنی اس درخت (درخت انگور یا انجیر یا گندم) کے نزدیک نہ جاؤ ورنہ گناہگار ہو جاؤ گے۔ دونو کو شیطان نے بہکایا اس سے اور انکو نکالا ان نعمتوں سے جن میں وہ تہے) (سورہ بقر) مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک دانہ کیلئے بہشت سے نکالے گئے۔ اور گنہگار ہوئے۔ ہم خرمن کے خرمن غرور و تکبر کے رکھتے ہیں ہم کس طرح صراط مستقیم سے نہ بھٹک جائیں گے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک پندار ہی بہت بری چیز ہے۔ اپنی ہستی کا پندار اپنے نیک ہونے کا پندار حتی کہ اپنے بے پندار ہونے کا پندار انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ ان کے نزدیک پندار ہی ایک بت ہے۔ صرف بتان سنگ ہی انسان کو گمراہ نہیں کرتے۔ بت پندار ان سے بھی بڑھ کر گمراہ کرنیوالی چیز ہے۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب فرماتے ہیں۔

نہیں ہے شرک سے نفرت خدا کو ایک کہتے ہیں
سبب اسکا تو ظاہر ہے خدا اک تو سہی دل میں

پہر ان میں باہمی ہو جنگ اور تکرار باقی ہے
بتان سنگ توڑے ہیں بت پندار باقی ہے

اسی مضمون پہ ہے

تا در تو ز پندار ہستی باقی ست
گفتی بت پندار شکستم رستم

میدان بیقین کہ بت پرستی باقی ست
ایں بت کہ ز پندار برستی باقی ست

مولانا روم علیہ الرحمۃ بہ نفس کو بت سنگ سے بدتر خیال کرتے ہیں۔

مادر بتہا بت نفس شما ست
زانکہ آں بت مار و این بت اژدہا ست

آہن و سنگ است نفس و بت شرار
وآں شرار از آب میگیرد قرار

آہن و سنگ ز آب کے ساکن شود
آدمی با ایں دو کے ایمن شود

سنگ و آہن در درون دارند نار
آب را بر نارشاں نبود گذار

آب و خم کوزہ گر فانی شود
آب چشمہ تازہ و باقی بود

بت سیاہ آب است در کوزہ نہاں
نفس مر آب سیاہ را چشمہ داں

بت درون سینہ چوں آب سیا
نفس شومت چشمۂ آں آب را

صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ
وآب چشمہ میرہاند بے درنگ

بت شکستن سہل باشد نیک سہل
سہل دیدن نفس را جہل است جہل

ہر نفس مکرے و در ہر مکر ازاں
غرقہ صد فرعون با فرعونیاں

پس انسان کے ساتھ یہ بت نفس ایسی بڑی چیز لگی ہوئی ہے جس سے رہائی بہت مشکل ہوتی ہے ۔ سالک انسان کا گمراہ ہونا بہت آسان ہے ۔ بت نفس میں صد ہا خرمن پندار موجود ہیں انسان تو ایک ذرا سی بات پر بھٹک جاتا ہے اسکا مقابلہ کس طرح کرے شعر الف ۱ اور کئی دیگر اشعار کی شرح میں لکھا جا چکا ہے ۔ کہ حضرت انسان جب تک روضہ رضوان میں تھے ۔ ان کیلئے لغزش کی موقعے بہت کم تھے ۔ دنیا میں آکر ان کو چاروں طرف جال پھیلے ہوئے نظر آئے ۔ پس جب عالم بالا جیسی محفوظ جگہ میں انسان غلطی کر گیا ۔ تو پھر دنیا کی پستی میں آکر اس کا معصوم رہنا بہت مشکل کام ہے ۔ قرآن کریم سورہ کہف میں ہے ۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ یعنی ہم نے جو کچھ زمین پر پیدا کیا ہے اسکی آرائش کیلئے پیدا کیا گیا ہے ۔ تاکہ آزمائش کریں انسان کی کہ کون اعمال میں نیک تر ہے ۔ بعض مفسر کہتے ہیں کہ "ما علی الارض" سے مراد مشتبہات محرمات ہیں جنکو حق تعالیٰ نے انسانوں کی نظر میں آراستہ کیا ۔ تاکہ امتحان کرے ۔ کہ کون ان محرمات کو ترک کرتا ہے ۔ بہر حال دنیا کی زینت انسان کی آزمائش کیلئے ہے ۔ اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب دنیا کی زینت کیلئے ہے ۔ پس اتنی آزمائشوں اور امتحانوں میں ضعیف انسان کس طرح پورا اترے ۔ الا ماشاء اللہ ۔

جہاں از رنگ و بو سازد اسیرت
ولی نزدیک ارباب بصیرت

نہ رنگ دلکشش را اعتبار است
نہ بوئے دلفریبش را مدار است

اسی مضمون کیلئے پیش ہو شعر حضرت ؒ (نیز دیکھو شعر رقم [illegible])

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور

(۸) ترجمہ ۔ آگ وہ نہیں ہے جس کے شعلہ پر شمع ہنستی ہے ۔ آگ وہ ہے ۔ جو پروانہ کے خرمن میں لگائی گئی ۔

شمع اور پروانہ کا مقابلہ ہے ۔ شمع بھی جلتی ہے اور پروانہ بھی ۔ مگر خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شمع کا جلنا اور ہے اور پروانہ کا جلنا اور ۔ شمع جلتی کیا ہے شعلہ آتش پر ہنستی ہے ۔ لیکن پروانہ بیچارہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے ۔ اسکا خرمن ہستی بالکل ہی خاکستر ہو جاتا ہے ۔ شمع کی ہستی تو نہیں مٹتی ۔

شمع اور پروانہ کے عشق کے مقابلہ کا یہ ایک پہلو ہے ۔ دوسرا پہلو بھی ملاحظہ ہو ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے شمع و پروانہ کا حال لکھا ہے

شبے یاد دارم کہ چشمم نخفت	شنیدم کہ پروانہ با شمع گفت
کہ من عاشقم گر بسوزم رواست	ترا گریہ و سوز بارے چراست

شمع نے پروانہ کے جواب میں کہا ۔

کہ اے مدعی عشق کار تو نیست	کہ نہ صبر داری نہ یارائے ایست
تو بگریزی از پیش یک شعلہ خام	من استادہ ام تا بسوزم تمام
ترا آتش عشق اگر پر بسوخت	مرا بیں کہ از پائی تا سر سوخت

شفق عمادپوری نے بھی شمع و پروانہ کا مکالمہ لکھا ہے ۔

شمع سے پروانہ کہتا تھا کہ اے شعلہ عذار	میرا جلنا ہے بجا ہوں عشق آشفتہ جگر
تجھ کو کسکا سوگ ہے کہہ دے تو زباں کھول	رو رہی ہے آٹھ آٹھ آنسو تو کیوں اے نوحہ گر
شمع کس آتش سے باقی سی ہوئی گرم سخن	جل کے کہتی تھی کہ اے پروانہ شوریدہ سر
سر سے تلووں تک لگی اس پہ مرے ہیں پاؤں	کسقدر ثابت قدم ہوں دیکھ میری رہگذر
تو ذرا سی آنچ کی بھی تاب لا سکتا نہیں	میرے سر چڑھتا ہے اس ہوش کر او بیخبر ۔
سن کے یہ اک جست کی پروانہ جانباز نے	اور پہنچا منزل مقصد تک بے بال و پر

(۹) ترجمہ ۔ حافظ کی طرح کسی نے بھی چہرۂ خیال سے پردۂ نقاب نہیں اٹھایا جب سے کہ عروسانِ سخن کی زلف میں کنگھی کی گئی ۔

مطلب یہ ہے کہ عروسِ سخن کی زلف کو جب سے کنگھی کی گئی ۔ یعنی جب سے دنیا میں شاعری اور سخن سنجی شروع ہوئی ہے کسی نے رخِ اندیشہ سے حافظ کی طرح نقاب نہیں اٹھایا ۔ یعنی کسی شاعر نے حافظ کے برابر اعلیٰ خیالات ظاہر نہیں کئے ۔ خواجہ صاحب نے اپنی شیریں کلامی اور خوش خیالی کا فخریہ ذکر کیا ہے ۔ اور ان کے دعوے کو تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے

غزل (۵۵)

۱ دل من بدور رویت ز چمن فراغ دارد
که چو سرو پای بند است و چو لاله داغ دارد

۲ سر ما فرو نیاید بکمان ابروی کس
که درون گوشه گیران ز جهان فراغ دارد

۳ شب تیره چون سر آرم ره پیچ پیچ زلفت
مگر آنکه شمع رویت برهم چراغ دارد

۴ ز بنفشه تاب دارم که ز زلف او زند دم
تو سیاه کم بها بین که چه در دماغ دارد

۵ بفروغ چهره زلفت همه شب زند ره دل
چه دلاورست دزدی که بکف چراغ دارد

۶ سزدار چو ابر بهمن که درین چمن بگریم
طرب آشیان بلبل بنگر که زاغ دارد

۷ من و شمع صبحگاهی سزد ار بهم بگرییم
که بسوختیم و از ما بت ما فراغ دارد

۸ بچمن خرام و بنگر بر تخت گل که لاله
بندیم شاه ماند که بکف ایاغ دارد

(۹) سر درس عشق دارد دل دردمند حافظ
که نه خاطر تماشا نه هوای باغ دارد (۹)

(۱) ترجمہ — میرا دل تیرے چہرہ کے دور میں باغ سے فراغت رکھتا ہے کیونکہ سرو کی طرح پابند ہے اور لالہ کی طرح داغ رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے باغ کی سیر کی ضرورت نہیں — کیونکہ تیرے عشق سے میرا اپنا دل باغ کا نمونہ بنا ہوا ہے — باغ میں سرو ہوتا ہے — میرا دل بھی سرو کی مانند ہے — کیونکہ اس کی طرح پابند ہے (سرو پا بگل ہے) باغ میں گل لالہ ہوتا ہے — میرا دل بھی گل لالہ کی طرح ہے — کیونکہ میرا دل بھی اسکی طرح داغدار ہے — گل لالہ کا داغ مشہور ہے — مرزا اعلی القادر بیدل کہتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱) ترجمہ — [illegible] ہوتا ہے —

مطلب یہ ہے کہ ہم گوشہ نشین ہیں۔ جہاں سے فارغ ہیں۔ کسی کی کمان ابرو کو اگر ہم نہیں جھکاتے۔ گوشہ کمان کی [illegible]

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں	جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے۔

(۳) ترجمہ۔ اندھیری رات میں تیری زلف کے پیچ در پیچ راہ کو کسطرح طے کروں ہاں البتہ اگر تیرے رخسار کی شمع میرے رستہ پر چراغ رکھے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ زندگانی ایک اندھیری رات کی طرح ہے۔ اور منزل مقصود کا رستہ پیچ در پیچ ہے جب تک عالم تعینات کی تاریکی میں شمع ہدایت یعنی نور تجلی رہنمائی نہ کرے۔ اس راہ کو طے کرنا مشکل ہے اس کفرستان عالم میں نور ایمان کی ہدایت ضروری ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعرات ۳۲۳ د ۳۲۲ د ۹۱)

راہیست پر از خطر رہ عشق بے بدرقہ عنایت تو	[illegible] نتوان شد ازیں رہ خطرناک

خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں

حقا کہ بکوشش تو جائے نرسد	گر نے کشش ز جانب او رہبر ما بود

خواجہ صاحب نے زلف کو رات اور رخسار کو شمع کہا ہے۔ اصطلاح تصوف میں بھی زلف کو کفرستان اور رخ کو نور ایمان کہتے ہیں۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں

ز زلفش رشتۂ کافر نہادند	ز رویش رونق اسلام کردند

(۴) ترجمہ۔ [illegible] زلف [illegible] میں کیا رکھتا ہے۔

بنفشہ کو عموماً زلف معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ بنفشہ ایک کم حقیقت اور کم اصل ہے سیاہ رنگ عیبی ہو کر معشوق کی زلف کی مقابلہ کا خیال کرتا ہے۔ بڑا بد دماغ ہے۔ ارسلان بیگ نے مشک کو خال معشوق کی برابری [illegible] کہا ہے

مشک [illegible] زلفش [illegible]	از شب [illegible]

(۵) ترجمہ۔ تیرے چہرے کی روشنی میں تیری زلف تمام رات دل کو لوٹتی ہے۔ کیا دلاور چور ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہے۔ زلف کو رہزن کہا اور رات سے تشبیہ دی۔ چہرہ کو چراغ بیان کیا ہے۔ گویا دزد زلف تاریکی شب میں چراغ رخسار ہاتھ میں لیکر خانۂ دل کو غارت کرتا ہے۔ بڑا دلیر چور ہے۔ کہ چراغ ہاتھ میں لیکر چوری کرتا ہے دوسرا مصرعہ بہت مشہور ہے۔ اور عموماً بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔ امیر خسرو نے اسی خیال کو بالعکس طریق میں ادا کیا ہے۔

	دل من بزلف و رویت شد اسیر و چون نگردد		شب ماہتاب دیدی کہ چسانہ در آید	

زلف کو شب اور رو کو ماہ کہہ کر زلف و روئے کو شب ماہتاب بنایا ہے۔ دیکھو شعر د (۱۱)

(۶) ترجمہ۔ جائز ہے اگر میں اس باغ میں ابر بہمن کی طرح اشکباری کروں دیکھو کہ بلبل کا طرب آشیاں کوے کے قبضہ میں ہے۔

بہمن۔ نام ماہ شمسی جب آفتاب برج دلو میں ہوتا ہے۔ فارسی کا گیارھواں مہینہ مطابق پھاگن خزاں کا موسم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بلبل کا آشیانۂ طرب ہے کوا بیٹھا ہے۔ رونے کا مقام ہے۔ موسم خزاں میں بلبل کا آشیانہ زاغ کے قبضہ میں آتا ہے

دنیا کی ناپائداری اور انقلابات زمانہ کا بیان ہے۔ یہ شعر بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ بجا ہے اگر میں اور شمع آخر شب مل کر روئیں۔ کیونکہ ہم جل گئے اور ہمارے معشوق کو مطلق پروا نہیں

شمع صبحگاہی یعنی آخر شب تھوڑی دیر کی مہمان ہوتی ہے۔ تقریباً تمام کی تمام جل چکی ہوتی ہے۔ عاشق بھی آتش عشق میں جل گیا ہوا ہے۔ اور شمع آخر شب کی طرح ہے۔ شمع کا رونا مشہور ہے۔ عاشق بھی اسکے ساتھ ملکر رونا چاہتا ہے کیونکہ دونوں کی ایک حالت ہے۔

	سوختیم و سوزش ما بر کسی ظاہر نشد		چون چراغان شب ماہتاب بیجا سوختیم	

(۸) ترجمہ۔ باغ عجیب ہے اور تختہ گل کو دیکھو کہ لالہ ندیم بادشاہ کی طرح ہے جب کہ ہاتھ میں پیالہ ہو۔

ندیم۔ مصاحب یعنی بادشاہ کا ہمنشین۔ ایاغ۔ ترکی لفظ ہے۔ پیالہ شرابخوری جام ہے۔ گل لالہ کو جام سے تشبیہ دیتے ہیں

	از انفعال [illegible] لالہ در چمن		دیگر بدست خویش نگیرد پیالہ را	

(۹) ترجمہ۔ حافظ کا ذرہ مند دل درس عشق کا خیال رکھتا ہے۔ نہ اسے تماشا کا خیال ہے نہ سیر باغ کی ہوس ہے۔

یعنی حافظ کو تماشائے باغ کی ضرورت نہیں اسے درس عشق کا خیال ہے اگر سیر چمن کرے بھی تو اسی غرض سے کرتا ہے کہ کتاب قدرت سے درس عشق حاصل کرے۔

غزل (۵۶)

دادگرا فلک ترا جرعہ کش پیالہ باد	۱	دشمن دل سیاہ تو غرقہ بخون چو لالہ باد
ذروۂ کاخ رفعتت راست ز فرط ارتفاع	۲	راہ روان وہم را راہ ہزار سالہ باد
زلف سیاہ پرچمت چشم و چراغ عالم است	۳	جان ز نسیم دولتش زرشکن کلالہ باد
ای مہ برج معدلت مقصد کل ز آدمی	۴	بادۂ صاف دائمت در قدح و پیالہ باد

چوں بہوای قامتت زہرہ شود ترانہ ساز ۵ حاسدت از سماع آں ہمدم آہ و نالہ باد
بر طبق سپہر و آں قرصۂ سیم و زر کہ ہست ۶ از لب خوان حشمتت کمتریں نوالہ باد
دختر بکر فکر من ہمدم صحبت تو شد ۷ مہر چنیں عروس را ہم بکفت حوالہ باد

حافظ تو دریں غزل حجت بندگی نوشت
لطف عمیم پرورت شاہد ایں قبالہ باد

یہ غزل مدحیہ و دعائیہ ہے۔ کسی بادشاہ وقت یا امیر کو لکھکر بھیجی ہوگی۔ شعر (۷) میں صلہ میں اسکا اقتضا بھی موجود ہے شعر (۸) بعض دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے انصاف کرنیوالی ممدوح آسمان تیری پیالہ کا جرعہ کش ہو اور تیرا سیاہ دل دشمن لالہ کی طرح خون میں غرق ہو۔

جرعہ کش ہو۔ یعنی خوشہ چین ہو۔ محتاج ہو۔

(۲) ترجمہ۔ تیری رفعت کی محل کا کنگرہ بلندی کی حد سے نکل گیا وہم کی مسافر کیلئے وہ ہزار سال کا رستہ ہو۔

ذروہ ۔ بالضم یا بالکسر۔ بلندی کوہ۔ بالائے سر کوہ۔ کسی چیز کا سب سے اونچا حصہ۔ **فرط**۔ بالفتح۔ زیادتی۔ غلبہ۔ حد سے بڑھنا

مطلب یہ ہے کہ تیری محل کی بلندی یا تیری رفعت فرط ارتفاع سے بہی بڑھ گئی ہے۔ یعنی تیری رفعت حد رفعت سے بہی تجاوز کر گئی ہے۔ چنانچہ اس رفعت تک پہنچنے کیلئے وہم کو بہی ہزار سال چاہئے۔ ظاہر ہے کہ وہم ایک لحظہ میں عرش سے اوپر جا رہتا ہے جس بلندی پہ وہم بہی ایک ہزار سال میں پہنچے۔ اس بلندی کا حساب ناظرین خود کرلیں۔

بر ذروۂ مدارج قدر رفیع تو
نے عقل راہ یابد و نے فہم پے برد

ظہیر فاریابی نے قزل ارسلان کی مدح میں لکھا ہے۔

فزا یادمن ز طارم گردوں گزشت و نیست
امکان آں کہ زحمت آں آستاں دہد
نہ کرسئ فلک نہد اندیشہ زیر پا
تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس مبالغہ آمیزی پر تعریض لکھی ہے۔

چہ حاجت کہ نہ کرسی آسماں
نہی زیر پائے قزل ارسلاں

(۳) ترجمہ۔ تیری سیاہ چہرہ والی زلف جہاں کو چشم و چراغ ہے۔ تا آنکہ دولت کی نسیم سے زلف بچہ اسکی شکن میں گا

پرچم ۔ لغوی تحقیق کیلئے دیکھو شعر ۱۷/۲ ۔ کلالہ لغوی تحقیق کیلئے دیکھو شعر ۳۶/۲ ۔ مطلب یہ ہے کہ تیری زلف جہاں کیلئے بمنزلہ چشم و چراغ کی ہی ۔ اسکی خوشبو کیلئے جانِ عالم اسیر ہو ۔

زلف سیاہ پرچمت کی بجائے ۔ ایک قلمی دیوان میں "زلف سیاہ پُر چمت" ہی ۔ مطلب ظاہر ۔

(۴) ترجمہ ۔ اے برجِ عدل کے چاند اور خلقتِ انسان کے مقصدِ کل ۔ خدا کرے ۔ کہ ہمیشہ تیرا قدح و پیالہ مے شیراب صاف ہو ۔

مقصدِ کُل ز آدمی ۔ یعنی انسانی خلقت کی علتِ غائی ۔

(۵) ترجمہ ۔ جب تیری قدِ بالا کی آرزو میں زہرہ ترانہ سازی کرے ۔ تو تیرا حاسد اسکی صفیر سے آہ و نالہ کا ہمدم ہو ۔

یعنی جب زہرہ تیری مدح سرائی کرے ۔ تو دشمن سنکر آہ و نالہ کریں ۔ زہرہ کو لولیٔ فلک ۔ رقاصہ فلک کہتے ہیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ آسمان کے نو طبق اور دو سیم و زر کی قرص ۔ تیری حشمت کے خوانچہ کے سہل ترین نوالہ ہوں ۔

قرص سیم سے مراد چاند بوجہ سفیدی اور قرص زر سے مراد سورج بوجہ زردی ۔ چاند اور سورج روٹی کی شکل کے ہیں ۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے خوانِ حشمت پر قرص سیم و زر یا سورج اور چاند معمولی روٹی کے برابر ہوں ۔

فراوانیٔ دولت و سخاوت کی طرف اشارہ ہی ۔

(۷) ترجمہ ۔ میرے خیالات کی دوشیزہ لڑکی تیری صحبت کی ہمدم ہوئی ۔ ایسی عروس کا حق مہر بھی تیرے کفِ دست کے ذمہ ہو ۔

مطلب یہ ہے کہ میرے خیالات کی دوشیزہ لڑکی تیری صحبت میں آئی ۔ یعنی میں نے تیری مدح میں شعر لکھے ہیں ۔ اسلئے ضروری ہے کہ ایسی عروس کا مہر بھی تیرے ذمہ ہو ۔ یعنی ان اشعار کا صلہ بھی تیرے ہاتھ میں ہی ہے ۔

خواجہ صاحب تقاضائے صلہ بھی نہایت لطیف پیرائے میں کرتے ہیں ۔ اسی بکرِ فکر کا صلہ انوری نے بھی اپنے ممدوح سے طلب کیا تھا ۔ مگر ایسی فحش ہجو کی صورت میں کہ اسکا نقل کرنا بھی خلاف تہذیب ہے ۔ بعض دیوانوں میں "ہمدم صحبت" کی بجائے "محرم مدحت" لکھا ہی ۔

(۸) ترجمہ ۔ تیرے حافظ نے اس غزل میں بندگی کی دلیل لکھی ہے ۔ خدا کرے کہ تیرا بندہ پرور لطف اس تحریر کا گواہ ہو ۔

عبید ۔ بندہا ۔ غلامان ۔ یہ لفظ اسم جمع ہے اور معنی جمع استعمال ہوتا ہے ۔ لفظ عبد کی جمع نہیں ۔

مطلب یہ ہے ۔ کہ حافظ نے یہ غزل تیری مدح میں لکھی ہے ۔ گویا وہ تیرا غلام ہے ۔ اور اس غلامی کی ثبوت میں یہ قبالہ لکھا ہے اب اس قبالہ پر گواہ حاشیہ کی ضرورت ہے ۔ اگر تیرا بندہ پرور لطف اس قبالہ کا گواہ ہو جائے ۔ تو وثیقہ مکمل ہو جائے ۔ یعنی میں نے تیری مدح لکھی ہے ۔ تو اسکی منظوری کی ثبوت میں صلہ عطا کر ۔

غزل (۵۷)

دیریست کہ دلدار پیامے نفرستاد	۱	ننوشت کلامے و سلامے نفرستاد
صد نامہ فرستادم و آں شاہ سواراں	۲	پیکے ندوانید و پیامے نفرستاد
سوی من وحشی صفت عقل رمیدہ	۳	آہو روشی کبک خرامے نفرستاد
دانست کہ خواہد شدنم مرغ دل از دست	۴	زاں طرۂ چوں سلسلہ دامے نفرستاد
فریاد کہ آں ساقی شکر لب سرمست	۵	دانست کہ مخمورم و جامے نفرستاد
چندانکہ زدم لاف کرامات مقامات	۶	ہیچم خبر از ہیچ مقامے نفرستاد

(۷) حافظ بادب باش کہ درخواست نباشد
گر شاہ پیامے بغلامے نفرستاد (۷)

(۱) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ معشوق نے کوئی پیغام نہیں بھیجا نہ کوئی خط لکھا اور نہ سلام بھیجا۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے سو خط بھیجے اور اس سواروں کے بادشاہ نے۔ کوئی قاصد نہ دوڑایا اور کوئی پیغام نہ بھیجا۔
پیک۔ پیادہ۔ ہرکارہ۔ قاصد۔ سوار و پیک کا مقابلہ ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ مجھ وحشی صفت اور عقل رمیدہ کی طرف۔ کوئی آہو روش اور کبک خرام نہ بھیجا
وحشی صفت اور عقل رمیدہ صفت من موصوف۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ وحشت زدہ اور دیوانہ کی طرف آہو روش
یا کبک خرام قاصد یعنی تیز رفتار قاصد کو نہ بھیجا۔ نفرستاد کا فاعل معشوق۔ اگر آہو روش کو فاعل قرار دیں۔
اور کبک خرام کو مفعول تو آہو روش سے مراد معشوق۔ اور کبک خرام سے مراد قاصد ہوگی۔ وحشی۔ رمیدہ۔ آہو اور کبک کا تناسب ظاہر

(۴) ترجمہ۔ وہ جانتا تھا۔ کہ میرا مرغ دل ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اس زنجیر جیسی زلف سے کوئی جال نہ بھیجا۔
خواہد شدنم مرغ دل از دست۔ یعنی مرا مرغ دل از دست خواہد شد۔ مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ معشوق جانتا تھا۔ کہ میرا
مرغ دل ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اس کو گرفتار کرنے کیلئے جال نہ بھیجا۔ یا چونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ میرا مرغ دل بغیر جال کے بھی میرے
قبضہ سے نکل کر اسکی زلف کا اسیر ہو جائیگا۔ اسلئے جال بھیجنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔

(۵) ترجمہ۔ فریاد کہ وہ شکر لب اور سرمست ساقی جانتا تھا۔ کہ میں مخمور ہوں۔ پھر بھی کوئی جام نہ بھیجا۔

مخمور۔ بحالت خمار۔ نشہ اترنے کا کسل۔ کسل شراب۔ نشہ کا اتار۔

نشہ کے اتار کے وقت جام مے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ساقی نے شراب نہ بھیجی۔

(۶) **ترجمہ۔** ہر چند کہ میں نے کرامات مقامات کی لاف زنی کی مجھے کسی مقام کی کوئی خبر نہ بھیجی۔

کرامات۔ جمع کرامت۔ بزرگیاں۔ نوازشیں عظمت۔ خرق عادت۔ اعجاز۔ **مقامات۔** مراتب۔ اصطلاح تصوف میں مراتب معرفت۔ مراتب سالک۔ مطلب یہ ہے کہ باوجود ہمارے کرامات اور مقامات کی لاف زنی کی ہمکو کوئی مقام و مرتبہ حاصل نہیں۔ جو شخص مقامات و مراتب کا دعوی کرتا ہے۔ وہ فی الحقیقت کسی مقام پر پہنچا ہوا نہیں ہوتا۔ صاحب مقامات کو لاف زنی نہیں۔

ایں مدعیاں از خبرش بیخبر اند		کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۷) **ترجمہ۔** اے حافظ ادب سے رہ کہ باز خواست نہیں ہو سکتی۔ اگر بادشاہ غلام کی طرف کوئی پیغام نہ بھیجے۔

درخواست۔ علاوہ معنی معروف یعنی محاسبہ۔ مطالبہ۔ باز خواست وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہ اپنے غلام کیطرف پیغام نہ بھیجے۔ تو شکایت کا کوئی مقام نہیں۔ پاس ادب چاہیئے۔ زبان پر شکوہ شکایت نہ لانی چاہیئے۔

غزل (۵۸)

[illegible]	۱	[illegible]
گفتم بباد میدہدم بادہ نام و ننگ	۲	گفتا قبول کن سخن و ہرچہ باد باد
سود و زیان مایہ چو خواہد شدن ز دست	۳	از بہر این معاملہ غمگین مباش و شاد
بیخار گل نباشد و بی نیش نوش ہم	۴	تدبیر چیست وضع جہان این چنین فتاد
پر کن ز بادہ جام دمادم بگوش ہوش	۵	بشنو از و حکایت جمشید و کیقباد
در آرزوی آنکہ رسد دل براحتی	۶	جان بر در وی سینہ غم عشق او نہاد
بادت بدست باشد اگر دل نہی بہیچ	۷	در معرضے کہ تخت سلیمان رود بباد

(۸)	حافظ اگرت ز پند حکیمان ملالت است کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت دراز باد	(۸)

مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں غزل لذا کے صرف یہی آٹھ شعر ہیں۔ بعض قلمی دیوانوں میں شعر ذیل بھی دیکھا گیا ہے۔

گو نامرادزی کہ بجانے مسیحے
آنکس بپرسش در ہر آرزو کشاد

(۱) ترجمہ۔ گل معنوی سے اسکا ذکر بخیر ہو۔ کہا کہ شراب پی اور غم دل یاد سے دور کر۔

ذکرش بخیر۔ یا ذکرش بخیر باد جملہ دعائیہ ہے۔ شراب اور غم کیلئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۳/۲ ت ۲۲/۳ ت ۱۱/۳ ت ۱۵/۲ ت ۱۳/۲ ت ۱۵/۳ ت ۲۲/۶ ت ۲۲/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۲۹/۳ د ۷/۶

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ شراب میری نام و ناموس کو برباد کرتی ہے اس نے کہا کہ بات مان لے جو کچھ ہوتا ہے ہو جانے دے۔ یہ شعر پچھلے شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے ساقی نے کہا کہ شراب پی یہ تیرے غم کو دور کریگی میں نے جواب دیا۔ کہ شراب انسان کو بدنام کر دیتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہوتا ہے ہونے دو۔ حکم مانو۔ شراب اور نام و ناموس کیلئے دیکھو شعر الف ۱/۳

حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں

بزن بسنگ ملامت زجاجۂ ناموس
بجوئے عشق بریز آبروئے تقوی را

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

کرا پائے خاطر برآمد بسنگ
نیندیشد از شیشۂ نام و ننگ

نیز دیکھو شعر الف ۴/۱

(۳) ترجمہ۔ جب کہ سرمایہ کا نفع و نقصان ہاتھ سے چلا جائیگا۔ تو اس معاملہ کیواسطے غمگین بھی نہ ہو اور خوش بھی نہ ہو جب سود و زیان سب ناپائیدار ہے تو سود کیلئے دلشاد اور زیان کیلئے غمگین نہ ہو۔

زہیچ راحت گیتی مشو خنداں مرنجاں دل
کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

یہ رباعی بھی اسی مضمون پر ہے۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد
چنیں شدیم چہ شد گر چناں شدیم چہ شد
بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

(۴) ترجمہ۔ کانٹے کے بغیر پھول نہیں ہوتا۔ اور بغیر ڈنک کے شہد نہیں ہوتا اسکا علاج بھی کیا ہے۔ جہاں کی بنا دہی اسی طرح پڑی ہے یعنی دنیا کی فطرت ہی ایسی ہے۔ کہ بغیر تکلیف کے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسکا علاج بھی کیا ہو سکتا ہے۔ دیکھو شعر ت ۳/۳

اے متاع درد در بازار جان انداختہ
گوہر ہر سود در جیب زیان انداختہ

(۵) ترجمہ۔ دمبدم شراب سے پیالہ بھر اور گوش ہوش سے جمشید و کیقباد کی حکایتیں کسی سے سن۔

مطلب یہ ہے کہ شراب پی اور جام سے نصیحت حاصل کر۔ کیونکہ وہ زبانِ حال سے جمشید اور کیقباد جیسے بادشاہوں کی عیش گذشتہ کے قصے بیان کرتا ہے۔ تو اُنکو گوشِ عقل سے سن اور عبرت حاصل کر دیکھو شعر الف ۳۔

(۶) ترجمہ۔ اس آرزو میں کہ دل راحت حاصل کر سکے۔ جان نے سینہ کے اندر اس کی عشق کا غم رکھدیا۔

مطلب یہ ہے کہ جان نے سینہ کے اندر عشق کا غم اسواسطے رکھا ہے۔ کہ راحت حاصل ہو یعنی باقی تمام افکار و آلام اور تمام آفات حوادث سے دل محفوظ ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ غم عشق کے ہوتے اور کوئی غم دل پر غلبہ نہیں پاسکتا اسلئے ایک غم لیکر ہزار غموں سے نجات پانا بھی ایک بڑی بھاری راحت ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں

دل بے غم ہمی خواہی دل غمگین بدست آور		چو دل غمگین عشق آمد ز غم ہا جملہ بیغم شد

انوری نے عشق کی تعریف میں کہا ہے۔

بند معشوق چوں بہ صحبت بپا		از ہمہ بند ہا رہا بودن

(۷) ترجمہ۔ تیرے ہاتھ ہوا آئیگی۔ اگر تو کسی چیز سے دل لگائیگا۔ ایسے مقام میں جہاں تخت سلیمان بھی برباد ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جب تخت سلیمان ؑ ہی نہیں رہا تو اور کسی سے اس دنیا میں لگاؤ سے کیا حاصل ہوگا۔ حضرت سلیمان ؑ کا تخت ہوا پر چلتا تھا۔ اسلئے تخت سلیمان ؑ کو برباد ہوجانے اور برباد رفتن (ہوا پر چلنے) کی رعایت ظاہر۔ باد بدست ہونا یعنی خالی ہاتھ ہونا۔ حضرت سلیمان ؑ کے قبضہ میں ہوا بھی تھی۔ اسلئے باد بدست بودن (دونوں معانی کی رعایت) نہایت لطیف ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تجھے داناؤں کی نصیحت سے ملال ہوتا ہے۔ تو ہم قصہ کوتاہ کرتے ہیں۔ خدا تیری عمر دراز کرے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا کی ناپائداری کے قصص بیان کرنے سے سننے والے کے دل کو ملال ہوتا ہے۔ اسلئے میں اس پند و نصیحت کو ختم کرتا ہوں۔ ایسی غزل کیلئے ایسا ہی مقطع ہونا چاہئے۔

غزل (۵۹)

دوش در حلقہ ما قصہ گیسوی تو بود	۱	تا دلِ شب سخن از سلسلہ موی تو بود
دل کہ از ناوک مژگان تو در خون میگشت	۲	باز مشتاق کمان خانہ ابروی تو بود
ہم عفا اللہ صبا کز تو پیامی آورد	۳	ورنہ در کس نرسیدیم کہ در کوی تو بود
عالم از شور و شر عشق خبر ہیچ نداشت	۴	فتنہ انگیز جہان غمزۂ جادوی تو بود
من سرگشتہ ہم از اہل سلامت بودم	۵	دام راہم شکن طرۂ ہندوی تو بود

بگشا بند قبا تا بگشاید دل من ٭ که گشادی که مرا بود ز پہلوی تو بود

(۷) بوفای تو کہ بر تربت حافظ بگذر
کز جہان میشد و در آرزوی روی تو بود (۷)

(۱) ترجمہ۔ کل ہمارے حلقہ میں تیری زلف کا قصہ بیان ہو رہا تھا۔ نصف شب تک تیرے بالوں کے سلسلہ کی باتیں ہوتی رہیں۔

دوش (۱) کندہا ۲۔ کل) حلقہ (۱۔ بزم مجلس ۲۔ خم) گیسوئی۔ دلِ شب (عین سیاہی) سلسلہ۔ موئی کی رعایت ظاہر۔ الفاظ کا انتخاب قابل داد ہے۔

(۲) ترجمہ۔ دل جو تیری مژگان کے تیر کے خون میں غلطاں تھا۔ پھر تیرے ابرو کی کمان خانہ کا مشتاق تھا۔

(۳) ترجمہ۔ صبا کو ہی خدا بخشے کہ تیرا پیغام لا آئی۔ ورنہ ہم کسی ایسے شخص تک نہ پہنچ سکے۔ جو تیرے کوچہ میں سے ہو آیا ہو۔ عفا اللہ۔ دعائیہ جملہ ہے ہم زبانی ہے برائے زینتِ کلام۔ مطلب یہ ہے۔ کہ خدا صبا کو خوش رکھے کہ تیرا پیغام لائی۔ ورنہ اور تو کوئی ایسا نہ ملا۔ جو تیرے کوچہ سے ہو آیا ہو

(۴) ترجمہ۔ جہاں کو عشق کے شور و شر کی مطلق خبر نہ تھی۔ تمام جہاں کیلئے تیرا غمزہ جادو گر فتنہ انگیز تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں گوشۂ عدم میں آرام میں تھا اور عشق کے شور و شر سے بالکل ناآشنا۔ تیری چشم جادو نے یہ تمام فتنہ انگیزی کی ہے۔ حدیث قدسی "کنت کنز مخفی الخ" کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھو شعر الف ا۔

تا نرگس تو عربدہ انگیز نبودست ٭ این مملکتِ حسن بلا خیز نبودست

عارف جامی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

دران خلوت کہ ہستی بی نشان بود ٭ بکنج بیخودی عالم نہان بود
وجودے بود از نقش دوئی دور ٭ ز گفت و گوئے مائی و توئی دور
جمال مطلق از قید مظاہر ٭ بنور خویشتن ہم بر خویش ظاہر
برون زد خیمہ ز اقلیم تقدس ٭ تجلی کرد بر آفاق و انفس
ازو یک لمعہ بر ملک و ملک تافت ٭ ملک سرگشتہ خود را چون فلک یافت
ازان لمعہ فروغی بر گل افتاد ٭ ز گل شورے بجان بلبل افتاد

رخ خود شمع زان آتش برافروخت	بہر کاشانہ صد پروانہ را سوخت

شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

عشق ناگاہ برکشید علم	تا بہم بر زند وجود و عدم
بیقراری عشق شور انگیز	شور و غوغا فگند در عالم

ورنہ عالم با بود و نابود خود آرمیدہ بود و در خلوت خانۂ شہود آسودہ ماند

(۵) ترجمہ - میں سرگشتہ بھی اب سلامت رو تھا - میرے راہ کا جال تیری سیاہ زلف کا شکن ہوا یعنی میں بھی پہلے عشق کی قید سے آزاد تھا - آخر کار تیری زلف کے جال میں گرفتار ہوا - یہ شعر بھی مضمون مسلسل پر مولانا جامی مرحوم عشق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں -

اک شرر سے تیری جانی بجا ہو تھا -	اس کو تو دل پہ آخر جو کا کلکا چھوڑا

(۶) ترجمہ - قبا کا بند کھول تا کہ میرا دل کھل جائے - کیونکہ مجھے جتنی کشائش ملتی تھی اسی پہلو سے ملتی تھی تیرے پہلو ہی سے ملتی تھی (جتنی کشائش تھی تیرے پہلو سے تھی)

(۷) ترجمہ - تجھے اپنی وفا کی قسم ہے کہ حافظ کی قبر پر سے ہو کر گذر - کیونکہ وہ جہان سے گزرا تو تیرے رخسار کی آرزو میں تھا یعنی حافظ تیرے چہرہ کے دیدار کی آرزو میں مرگیا ہے اس کی قبر پر سے ہو کر گزر کہ اس کی خاک کو تسکین ہو +

اطلاع

کتاب ہذا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں جس قدر جلدیں مطلوب ہوں مصنف کے پتہ سے بذریعہ وی پی یا نقد قیمت پر منگالیں ✣ مصنف

جلد اول قیمت عمہ جلد دوم قیمت عہ
جلد سوم ؍ ؍ جلد چہارم ؍ عہ
علاوہ محصول ڈاک

میر ولی اللہ بی-اے-ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد